خالد احمدیت

پروانۂ شمع خلافت

سیرت و سوانح

عبدالرحمٰن خادم صاحب

رانا عبدالرزاق خان لندن

سیرت وسوانح

حضرت ملک عبدالرحمٰن صاحب خادمؒ

مرتبہ

رانا عبدالرزاق خان، لندن

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ

نام کتاب	:	سیرت سوان ملک عبدالرحمٰن خادم
مصنف	:	رانا عبدالرزاق خان
ناشر	:	قندیل ادب انٹرنیشنل لندن
سن اشاعت	:	2025ء
ملنے کا پتہ	:	ٹوٹنگ وانڈز ورتھ لندن

Qindeel-e-Elim
(Articals on History, Education, Politics & Poetry.)
By: Rana Abdul Razak Khan London
E-mail:ranarazzaq52@gmail.com
(M) 00447886304637

فہرست

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
	حرفِ آغاز	xi
	پیش لفظ۔ چوہدری صفدر نذیر جاوید گولیکی واقف زندگی	xiii
	حرف چند۔ رانا محمد حسن خان	xvi
	تبصرہ۔ نعیم اللہ باجوہ	xxiii
	حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کا خادم صاحب کا خالد کا خطاب عطا کرنا	xxxiv
	خادم صاحب اسلام احمدیت کے شید تھے۔ سر ظفر اللہ خان کا خراج عقیدت	xxxv
	محترم عبدالرحمٰن خادم خادم احمدیت مختصر تعارف	xx
	باب خاندانی حالات	
	حضرت ملک برکت علی صاحبؓ والد ملک عبدالرحمٰن خادم صاحب	1
	وفات و نماز جنازہ۔ ملک برکت علی صاحبؓ	2
	خودنوشت حالات زندگی	3
	پیدائش: خادم صاحب	10
	پیدائش سے قبل الٰہی بشارت	10
	بچپن	10

	تعلیمی زمانہ	11
	وکالت کی پریکٹس	14
	شادی	15
	اہلیہ: زمانی بیگم	16
	زمانی بیگم کی وفات	17
	جماعتی عہدے	17
	جماعتی خدمات	18
	لاہور میں سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا عظیم الشان جلسہ۔اور خادم صاحب کی شرکت	19
	ریاست پٹیالہ اور فرقہ وارانہ ملازمتیں	20
	ملک عبدالرحمٰن خادم کی بنگلور آمد	22
	جماعت احمدیہ حیدرآباد کا سالانہ جلسہ	22
	ایک نہایت اہم تاریخی یادداشت	23
	1953ء کے حالات میں جماعتی خدمات	24
	درس قرآن	26
	تقاریر۔ ان من البیان لسحر	29
	خادم صاحب کی آخری تقریر	29
	تصنیفات	31
	احمدیہ فیلوشپ آف یوتھ	32

	احراری غنڈے کے وحشیانہ حملہ کے خلاف اظہار غم	35
	تبلیغی پاکٹ بک	38
	تبلیغی پاکٹ بک کے بارے میں الفضل کا ایک نوٹ	39
	ملک عبدالرحمٰن خادم کا آخری پیغام	40
	تعارف کتب	42
	چوہدری محمد حسن چیمہ کی افترا پردازیوں کا جواب	42
	پیشگوئی متعلقہ احمد بیگ (وغیرہ)	42
	مناظرات	44
	خادم صاحب کا پہلا مناظرہ	45
	پتھروں والا مناظرہ	46
	موضع ترگڑی میں احمدیت کی فتح	47
	لالہ موسیٰ میں کامیاب مناظرہ	48
	روپڑ ضلع انبالہ میں مناظرہ	48
	ڈیرہ چک نمبر 39 ضلع شیخوپورہ میں کایاب مناظرہ	49
	تحفظ شریعت لاہور کا چیلنج منظور	50
	مراسلات فیروز والا میں کامیاب مناظرہ	52
	ملکیانہ ضلع گجرات میں عظیم الشان مناظرہ	53
	بٹالہ میں اہلحدیثوں سے کامیاب مناظرہ	55
	ڈنڈوت میں کامیاب مناظرہ	56

	چھنمبنی میں کامیاب مناظرہ	58
	لاہور میں اہلحدیثوں سے کامیاب مناظرہ	60
	بنگلور میں نہایت کامیاب مناظرہ	61
	شیخوپورہ میں کامیاب مناظرہ	64
	جماعت احمدیہ حافظ آباد کا پہلا جلسہ سالانہ اور کامیاب مناظرہ	66
	گجرات میں آریوں سے مناظرہ	68
	ہریال میں آریہ سماج سے مناظرہ	71
	آریہ سماج گجرات سے زبردست مناظرہ	73
	لالہ موسیٰ میں جماعت احمدیہ کے کامیاب مناظرے	75
	جماعت احمدیہ و جماعت حنفیہ گجرات میں مناظرہ	77
	بھینی (ضلع شیخوپورہ) میں کامیاب مناظرہ	79
	گنج لاہور میں کامیاب مناظرہ	82
	لاہور میں عیسائیوں سے کامیاب مناظرہ۔ پادری پال کو کھلی ہزیمت	86
	دھاریوال کے مناظرہ میں عیسائیوں کو شکست فاش	90
	رپورٹ جلسہ احمدیہ چکوال	95
	سنگرور ریاست جیند میں غیر مبائعین کے ساتھ کامیاب مناظرہ	102
	عمردین شملوی کی حضرت مسیح موعودؑ کی شان میں گستاخی	106
	ہانسی میں صداقت اسلام پر احمدی مبلغین کے شاندار لیکچر	110
	باب۔ آخری علالت اور سفر آخرت	113

	خادم صاحب مرحوم ہسپتال کے کمرہ میں۔ جناب حمید علی ہاشمی صا	118
	آخری بیماری میں ایک نوجوان کا بیان۔ مصباح الدین	120
	خادم صاحب مرحوم کے چار آخری خطوط	123
	حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ کے نام	123
	مولانا ابوالعطاء جالندھریؒ کے نام	125
	ملک مبارک احمد ایمن آبادی کے نام	126
	مولانا ابوالعطاء جالندھری کے نام آخری خط	127
	خادم صاحب کی وفات کے متعلق اہلیہ کی اہلیہ کا خواب	129
	خادم صاحب کے حالاتِ تدفین	132
	قطعہ خاص میں	133
	تعزیتی قراردادیں	133
	ایک تعزیتی خط۔ جناب چوہدری فتح محمد صاحب ایم اے	136
	باب۔ خادم صاحب احباب کی نظر میں	138
	خادم صاحب مرحوم۔ احباب ان کے نمونہ سے سبق سیکھیں۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے	138
	خادم صاحب مرحوم کی زندگی کا سنہری ورق۔ سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب	141
	خدمت دین کے لئے والہانہ جذبہ۔ ڈاکٹر عبدالرؤف صاحب	142
	ہمارے پرانے رفیق کار۔ مولانا جلال الدین شمس صاحب	144

	جماعت احمدیہ گجرات کے دو امراء کا انتقال۔ حضرت مولانا غلام رسول راجیکی صاحب	146
	خادم صاحب مرحوم ۔مکرم ابوالبشارت مولوی عبدالغفور صاحب	147
	احمدیت کا مخلص اور غیور خادم ۔ابوالعطا جالندھری	149
	آہ میرے ابا جان ۔ملک عبدالباسط	151
	پیارے ابا جان کے حالات زندگی و بیماری ۔اور پاکیزہ نصیحتیں	160
	مکرم ملک عبدالرحمٰن خادم صاحب کی آخری تقریر۔ چوہدری مشتاق احمد صاحب باجوہ	166
	ملک عبدالرحمٰن خادم صاحب ۔عبدالحمید شوق صاحب	168
	جو کچھ مجھے یاد ہے۔ پروفیسر قاضی محمد اسلم صاحب	170
	بےلوث آنرری مبلغ ۔قریشی عبدالرشید صاحب	173
	خادم احمدیت کا مجاہد ۔ثاقب زیروی	174
	اسلام اور احمدیت کا حقیقی خادم ۔چوہدری محمد اسداللہ خان ۔لاہور	178
	میدان دلائل کا فاتح مجاہد ۔محمد رمضان صاحب	181
	ایک گہرے دوست اور کلاس فیلو کے تاثرات ۔بشیر احمد چغتائی	183
	محترم خادم صاحب کی چند خوبیاں ۔قریشی محمد نذیر احمد	185
	خادم صاحب مرحوم کی زندگی کے بعض پہلو	187
	استقلال طبیعت ۔زندہ دلی	195
	خادم صاحب کی دوستی کا رنگ	196

	خادم صاحب مرحوم کی اہلیہ محترمہ کا خواب	199
	خادم صاحب کی شخصیت کے چند پہلو۔مرزا منظور احمد صاحب	200
	بحیثیت امیر جماعت کے	201
	سوشل تعلقات۔بطور کھلاڑی۔توکل الی اللہ	202
	خالد کا خطاب	205
	شادی اور بچے	206
	میرے ہم زلف خادم صاحب گجراتی۔اللہ داد خان	207
	ایک غیر احمدی کے تاثرات۔ابو یحیٰ امام خان	209
	باب۔خادم صاحب شعراء کی نظر میں	213
	احمدیت کے نڈر جانباز۔عبدالمنان ناہید	214
	تھا تر اکردار اسوہ نوجوانوں کے لئے۔چوہدری محمد علی محمد	215
	ملک عبدالرحمٰن خادم کی یاد میں۔شیخ نور احمد	216
	سیرت کے چند متفرق پہلو	217
	اخلاق وعادات	217
	انتہائی صابر	218
	خلیفۃ المسیح سے تعلق	220
	دینی غیرت اور عشق مسیح موعود علیہ السلام	221
	اطاعت امام۔حلقہ احباب	223
	حلقہ ادب۔بانگِ دہل	224

	استقلال طبیعت ۔ تربیت اولاد کے اصول	226
	نصائح ۔ کھیل کے میدان میں	228
	باب ۔ خادم صاحب بحیثیت شاعر	229
	حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی شان	229
	سیدنا محمود ایدہ اللہ تعالیٰ	231
	محمودِ حق پر طعنہ زنی کا انجام	232
	دبا سکتا نہیں ہرگز صدائے قادیاں کوئی	233
	حضرت امیر المومنین کی وصیت	234
	آہ! حضرت علامہ حافظ روشن علی صاحب	236
	آ گیا وقت سحر تو شمع بجھ کر ہی رہی	237
	جہاں میں احمدیت کامیاب وکامراں ہوگی	238
	خدا ہمارے ساتھ ہے۔	240
	خدا کے آستانہ پر گرو تو سجدہ گاہ کر دو	241
	حاجت رہی نہیں ہمیں آبِ حیات کی	243
	ذرا ہونے دو اہل دل کی آہوں میں اثر پیدا	243
	نقاش خفاش	244
	اے ساقی	245
	عجب اندازِ زندگانی	246

حرف آغاز

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خاکسار کے ایسی شخصیت کے متعلق ایک کتاب مدون کرنے کی کوشش میں تھا کہ جس کی کاوشوں کی داستاں ہم بچپن سے سنتے چلے آئے ہیں ۔جن کو فتح نصیب جرنیل کے صف اول کے مجاہد ہونے کا شرف حاصل رہا۔جنہیں حضرت مصلح موعودؓ نے خالد احمدیت کا خطاب عنایت کیا ۔میری مراد حضرت ملک عبدالرحمن خادم گجراتی سے ہے۔4

خادم صاحب دشمن کے لئے ایک شمشیر براں تھے ۔جنہوں نے پاک و ہند کے تمام واعظین کوشکست فاش دی۔تمام اس زمانے کے مناظروں کی زبان کوخاموش کرادیا۔کسی کو جرأت تک نہ تھی کہ وہ حضرت ملک عبدالرحمن خادم گجراتی کا سامنا کرسکے۔خادم مسیح موعود نے وہ براہین کوایک پاکٹ بک میں مرتب کرکے ایک ایٹم بم بنادیا تھا جوامام وقت نے خداداد دلائل فراہم کئے تھے ۔خادم احمدیت نے ان دلائل قاطع کو ساری دنیا میں اس سلیقے سے پروان چڑھایا کہ لوگ عش عش کرنے لگے اور منکرین پاش پاش ہوگئے ۔ ہر مناظرے میں اس قدر فتح نصیب ہوئی کہ دیکھتے دیکھتے سعید روحیں آن اس قافلے میں شریک ہوئیں۔سب پڑھے لکھے لوگ اس روشنی سے چمک اُٹھے ۔ پیغام امام اس تیزی سے پھیلا کہ دنیا دنگ رہ گئی ۔دلائل وبراہین کا ایک دریا جومسیح وقت نے چلایا تھا وہ ایک شدت سے بحر طلاطم بن گیا۔اور صدیوں کے رائج دقیانوسی بدعتی عقائد اپنے ساتھ بہا کرلے گیا۔اس روحانی طوفان کا ایک ملاح حضرت ملک عبدالرحمن خادم گجراتی بھی تھے ۔جس کی کاوشوں کا اعتراف ایک زمانے نے کیا۔اورامام وقت سے خالد احمدیت کا خطاب پایا۔

میں نے جب حضرت ملک عبدالرحمن خادم گجراتی کی خدمات کو دیکھا تو ان کے حالات زندگی مرتب کرنے کی ٹھانی۔کوئی کتاب موجود نہیں تھی۔اخباروں میں تذکرے تو تھے مگر کوئی کتاب مرتب نہ ہوئی تھی۔اس خواہش نے میرے دل میں گھر کرلیا۔جب تدوین کی طرف قدم بڑھایا تو حضرت ملک عبدالرحمن خادم گجراتی کی بے شمار تحریرات پا کر دو حصے بنانے کا مشورہ ملا۔ایک حصہ ان کی سیرت پر اور دوسرا حصہ ان کی تحریرات اور مضامین پر مرتب کیا۔جسقدر میری دسترس میں تھا اسقدر میں نے کام کیا۔

احباب سے میرے لئے اور معاونین کے لئے دعا کی درخواست ہے۔اس میں مولانا عطاء المجیب راشد صاحب کی راہنمائی نے اس قابل کیا۔اور صفدر نذیر گولیکی کی کاوشوں نے میرا حوصلہ بڑھایا۔اللہ تعالیٰ ان کو اس کا اجر دے۔آمین۔

خاکسار

رانا عبدالرزاق خان

لندن

مِنْقار

یہ سَن 2001ء یا 2002ء کی بات ہے کہ جب مجھے اسلام آباد پاکستان میں بطور مربی ضلع خدماتِ دینیہ کی توفیق مل رہی تھی۔اُس سال جو نئے افراد امراء اضلاع منتخب ہوئے تھے اُن میں ایک مکرم رانا عبدالرزاق خان صاحب کا نام بھی سننے کو ملا تھا کہ آپ خوشاب ضلع کے امیر مقرر ہوئے ہیں۔خوشاب کی سرزمین اُن زمینوں میں سے ایک ہے جو علم کے نگینے اور موتی اُگلتی رہی ہے۔ جماعت احمدیہ کے حوالے سے اگر دیکھیں تو بیسیوں کامیاب مربیان، علماء، ادیب اور شعراء اس سرزمین نے پیدا کیے جن میں ایک گوہر مکرم رانا عبدالرزاق خان صاحب بھی ہیں۔آپ سے میری علیک سلیک اور تعارف اُس وقت استوار ہوا جب قریباً ہر سال مجھے پاکستان سے جلسہ سالانہ برطانیہ میں شمولیت کی توفیق ملنے لگی۔ یہ تعلق 2019ء سے اُس وقت مستقل بنیادوں پر مضبوط ہوا جب خاکسار مستقل برطانیہ آ گیا اور ابوسعید کے نام سے روزنامہ الفضل آن لائن لندن کی ادارت کے فرائض ادا کرنے لگا۔ اگر رانا صاحب موصوف کو ایک اچھا لکھنے والا، ایک نابغۂ روزگار شاعر، ایک ادیب اور ایک مؤرخ بھی کہوں تو غلط نہ ہوگا۔آپ 15 کے قریب کتب کے مصنّف ہیں اور کتب بھی سیرت وسوانح اور تاریخ کی جن کو دوسرے عناوین کی نسبت مرتّب کرنا اچھا خاصا مشکل کام ہے۔آپ ماہنامہ قندیل ادب اور سہ ماہی قندیل حق کے ایڈیٹر بھی ہیں اور اس کے علاوہ مختلف مواضیع پر سینکڑوں مضامین آپ کے قلم کے مرہون منت ہیں۔

آپ کی زیر نظر نئی تصنیف مکرم ملک عبدالرحمٰن صاحب خادم مرحوم کی سیرت وسوانح پر مشتمل ہے۔جس پر آنجناب کی طرف سے تعارف لکھنے کی ذمہ داری خاکسار کو تفویض ہوئی

۔سوایک بزرگ عالمِ دین، مصنّف، محقّق، ادیب اور مناظر مکرم ملک عبدالرحمٰن صاحب خادم مرحوم کے متعلق کچھ لکھنے کو سعادت سمجھ کر خاکسار نے یہ ذمہ داری قبول کر لی۔خاکسار نے 250 سے زائد صفحات پر مشتمل آپ کی اس تصنیف کو جستہ جستہ اور بعض مقامات کو بلا استیعاب دیکھا ہے۔ یہ تصنیف مکرم خادم صاحب مرحوم کی سیرت پر ایک خراج تحسین سے کم نہیں۔ خاکسار نے نہ مرحوم کو دیکھا، نہ اُن سے کوئی ملاقات ہوئی کیونکہ جب آپ کی وفات ہوئی تو خاکسار پانچ برس کا تھا۔لیکن جب کچھ شعور حاصل ہونے لگا تو ابتدائی طور پر جن بزرگوں اور علماء کے ناموں اور اُن کے کارناموں سے کان آشنا ہوئے اُن میں مکرم ملک عبدالرحمن خادم صاحب کی شخصیت نمایاں تھی۔ اِس کی بہت سی وجوہات میں سے ایک وجہ آپ کی بے مثل تصنیف 'احمدیہ تبلیغی پاکٹ بک' تھی جس کی ایک قدیم جلد میرے ابا جان مکرم چوہدری نذیر احمد سیالکوٹی صاحب مرحوم کی ذاتی لائبریری میں موجود تھی۔جس نے مجھے اختلافی مسائل کو سمجھنے میں بہت فائدہ دیا۔آپ کا طرزِ تحریر بہت مختصر مگر جامع ہوتا تھا۔آپ کی اس تصنیف کے مقابل پر مکرم قاضی محمد نذیر صاحب لائل پوری مناظر و مقرر نے دو جلدوں میں ایک پاکٹ بک شائع کرائی تھی جو جیبی سائز کی تھی۔مکرم قاضی صاحب مرحوم کی پاکٹ بک منظرِ عام پر آنے کے بعد ہم طلبہ جامعہ کہا کرتے تھے کہ اب اصل پاکٹ بُک آئی ہے مگر خادم صاحب کی تو پھاٹک بُک ہے یعنی بڑے سائز کی ہونے کے سبب وہ ہمارے کوٹوں کی جیبوں میں تو نہیں آتی تھی۔ مجھے یہ کہنے میں خوشی محسوس ہوتی ہے کہ گو ہم مذاق میں پھاٹک بُک کہتے تھے مگر حقیقت میں سچ مُچ کسی اختلافی مسئلے کا مختصر سا جواب یا ذکر اِس کتاب میں پھاٹک کی طرح ایک کشادہ راستہ علوم کی وادی کی طرف کھول دیتا تھا۔ ہمارے طالبِ علمی کے دَور میں مکرم مولانا ابوالعطا صاحب جالندھری نے 'تفہیمات ربانیہ' کے نام سے ایک کتاب لکھی جو

اختلافی مسائل اور ان کے جوابات کی مشتمل تھی ۔تینوں کتب کے اپنے اپنے رنگ اور اپنی اپنی خوبیاں ہیں ۔مکرم خادم صاحب مرحوم کی پاکٹ بک کو دیکھنے اور کنسلٹ کرنے میں اپنا مزہ ہے۔آپ کی یہ تصنیف واقعتاً ایک انسائیکلو پیڈیا ہےاور اپنا ایک جدا رنگ رکھتی ہے۔

مکرم رانا صاحب کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے جنہوں نے مکرم خادم صاحب مرحوم پر ایسا قیمتی مواد ہم سب مبلغین ،مربیان ،معلمین اور احبابِ جماعت کے لیے مہیا فرما دیا ہے کہ اِسے پڑھ کر ایک طرف مرحوم کے لیے مغفرت اور اعلیٰ درجات کے حصول کے لیے دل سے دعا نکلتی رہے گی وہاں مرحوم کی ان خوبیوں اور اوصاف کو اپنے اندر اُتارنے کا موقع بھی میسّر آتا رہے گا ۔آپ کیا ہی خوش نصیب وجود تھے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے والد کو آپ کی ولادت سے قبل الہاماً خوشخبری دی کہ

''مَیں تجھے مُردوں کو زندہ کرنے والا لڑکا دوں گا''(کتاب ہذا صفحہ 10)

دوسری خوش نصیبی مکرم خادم صاحب مرحوم کی یہ ہے کہ آپ 47 سال کی عمر میں وفات پا کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اِس الہام کے مصداق ٹھہرے کہ

'' سینتالیس سال کی عمر میں کفن میں لپیٹا گیا''(کتاب ہذا صفحہ 131)

تیسری بڑی خوش نصیبی آپ مرحوم ومغفور کے حصے میں یہ آئی کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جن تین بزرگوں کو"خالدِ احمدیت" کا خطاب دیا اُن میں سے ایک آپ خوش نصیب ہیں۔

قمر الانبیاء حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ اپنے آپ کو تا قیامت زندہ رکھنے کے لیے کوئی تحریر یعنی کتاب یا مضامین ورثے میں چھوڑنا ضروری ہیں۔آپؓ فرماتے ہیں کہ

''زبان کے مقابلہ پر قلم کو یہ امتیاز بھی حاصل ہے کہ اس کا حلقہ نہایت وسیع اور اس کا نتیجہ بہت لمبا بلکہ عموماً دائمی ہوتا ہے۔ زبان کی بات عام طور پر منہ سے نکل کر ہوا میں گم ہو جاتی ہے سوائے اس کے کہ اسے قلم کے ذریعہ محفوظ کر لیا جائے مگر قلم دنیا بھر کی وسعت اور ہمیشگی کا پیغام لے کر آتی ہے اور پریس کی ایجاد نے تو قلم کو وہ عالمگیر پھیلاؤ اور دوام عطا کر دیا ہے جس کی اس زمانہ میں کوئی نظیر نہیں کیونکہ قلم کا لکھا ہوا گویا پتھر کی لکیر ہوتا ہے جسے کوئی چیز مٹا نہیں سکتی۔''

(سیف کا کام قلم سے دکھایا ہے ہم نے از الفضل ربوہ 26 دسمبر 1958ء)

مکرم خادم صاحب اس حوالے سے اپنا نام رقم فرما گئے۔ 47 سال کی مختصر زندگی میں آپ نے سینکڑوں معرکے کامیابی سے عبور کیے اور متعدد کتب لکھ کر اپنے نام کو زندہ جاوید کر گئے۔ آپ قرآنی آیت وَاَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْاَرْضِ (الرعد:18) یعنی جو انسانوں کو فائدہ پہنچاتا ہے تو وہ زمین میں ٹھہر جاتا ہے کے بھی مورد ہوئے۔ اپنی مختصر زندگی میں ایسے نافع الناس وجود بنے کہ آپ کی یہ کتاب قیامت تک آپ کے نام کو زندگی دے گی۔ ان شاءاللہ

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

بقول غالب:

سب کہاں؟ کچھ لالہ و گل میں نمایاں ہو گئیں
خاک میں کیا صورتیں ہوں گی کہ پنہاں ہو گئیں!

مَیں اپنے اس تعارف کو "مِنقار" کا عنوان دے رہا ہوں۔ مِنقار پرندے کی چونچ کو کہتے

ہیں جس سے وہ خوراک وغیرہ لیتا ہے۔ پرندے کی چونچ کو دانشمندی اور حق پر ہونے کی علامت سمجھا جاتا ہے۔اسی طرح پرندے کی چونچ کو بعض اوقات درست سمت کی نشاندہی کے طور پر دیکھا جاتا ہے۔

ادیبوں اور کتب نویسوں نے اپنی کتب کو مختلف چیزوں سے تشبیہ دے رکھی ہے جیسے بعضوں نے اپنی کتب کو اولاد سے تشبیہ دی ہے جس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی شامل ہیں اور بعض کتب نویس اِسے پرندے سے تشبیہ دے کر لکھتے ہیں کہ جس طرح پرندہ بلندیوں پر پرواز کرتا ہے اِسی طرح تصنیف، مصنّف کو بلندیوں پر لے جاتی ہے۔ مَیں خدا کے حضور امید کرتا ہوں کہ مکرم رانا صاحب کی یہ کاوش موصوف کے لئے ترقیات کا باعث ہوگی۔ ان شاء اللہ

کان اللہ مَعَہٗ و ایدہٗ بنصرتہٖ

ابوسعید حنیف احمد محمود

نائب ایڈیٹر روزنامہ الفضل انٹرنیشنل لندن

5/12/2025

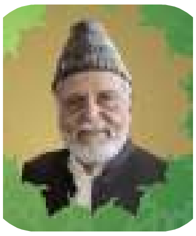

ابتدائیہ

چوہدری صفدر نذیر جاوید گولیکی واقف زندگی کینیڈا

دنیا میں علوم کی بھرمار ہے اور ایک سے بڑھ کر دوسرا عالم ہے اور سب سے بڑا علیم خداوند کریم ہے۔ وہی ہے جو انسان کو علم سیکھاتا ہے۔خلق الانسان علمہ البیان۔ وہی ذات ہے جو قوت بیان عطا کرتا ہے اور انسان کو قوتِ بیان عطا کر کے اس نے اپنی رحمانیت کا زبردست ثبوت دیا ہے۔

کسی کی سوانح لکھنا یہ بھی ایک فن اور مہارت ہے کہ بیان کردہ سوانح سے کسی کی شخصیت کے چھپے ہوئے زیادہ سے زیادہ پہلو اس طرح بیان کئے جائیں کہ مٹی کے پتلے میں جان پڑتی نظر آئے اور دیکھنے والا عش عش کر اٹھے۔

یہ ملکہ مکرم ومحترم عبدالرزاق خان صاحب عاصی صحرائی کو اللہ تعالیٰ نے وودو کیا ہے جس شخص کی سیرت لکھنے بیٹھے اس کا حق ادا کر دیا پڑھنے والے دانتوں سے انگلیاں کاٹتے نظر آئے۔ صحراء نوردی کرنے والے سخت تکالیف برداشت کرنے کے بعد گلِ گلزار جنت نظیر نظاروں کو پاتے ہیں یہی حال ادیب وشاعر ومصنف کا ہے جس کا قلم جولانیاں دیکھاتا ہے۔ اس کے پیچھے راتوں کی نیند برباد کر کے اپنے نفس کو مار کر ایک کام کی دھن میں اپنے آپ کو ان بیلوں کی طرح جوتتا ہے جو سخت زمین پر ہَل قلبہ رانی کرنے کے لئے جوتے جاتے ہیں جس میں محنت، صبر، طاقت برداشت کام میں لائی جاتی ہے اور پھر جا کر زمین کو اس قابل بنایا جاتا ہے اس میں پھول، پھل اور میوے پیدا ہوتے ہیں اور انسان کے پیٹ کی آگ کو بجھانے کے لئے غلہ پیدا ہوتا ہے۔

یہی حال سوانح لکھنے والا کا ہوتا ہے جس کا بیڑہ مکرم عبدالرزاق خان صاحب نے اٹھایا ہوا ہے اور مسلسل اس میدان میں اپنی جولانیاں دیکھا رہے ہیں۔ یہ سیرت وسوانح جو آپ کے سامنے ہے یہ کاوش بھی ان کی محنت ومشقت کی منہ بولتی تصویر ہے مکرم عبدالرحمٰن خادم صاحب جنہوں نے خالد احمدیت کا عظیم الشان لقب پایا۔اس کی سیرت وسوانح کو دنیا والوں کے سامنے پیش کرنا جب کہ اس کو دنیا سے گزرے عرصہ دراز ہو گیا ہو جوئے شیر لانے سے کم نہیں ہے۔ خالد احمدیت جس کا اس زمانے میں طوطی بولتا تھا۔جس نے 16، 17 سال کی عمر میں مناظرے کے تپتے میدان میں پاؤں رکھا اور پھر مسلسل اس پر چلتا رہا اور تھکا نہ ماندہ ہوا، نہ ہارا ہر ایک کو زیر کیا۔سوائے خدا کے خوف کے کسی سے نہ ڈرا۔اپنی عزت وتوقیر کو مٹی میں ملا کر خدا کی عزت اس کے رسولؐ کی بڑائی، مسیح موعودؑ کی سچائی کو دنیائے مذاہب میں اس اچھوتے رنگ میں پیش کیا دلائل پر دلائل پیش کئے اور بڑے بڑے بظاہر عالموں کے منہ بند کر کے پیشگوئی کے پورا ہونے کا وارث بنا۔مکرم عبدالرحمٰن صاحب خادم کا قلم اور زبان دونوں احمدیت کی سچائی کے بیان کرنے میں تا دمِ واپسیں چلتے رہے اور صحیح اور سچے سلطان القلمؑ کے سلطان نصیر بنے۔

48 سال کی عمر میں دنیا سے رخصت ہو گئے۔اور ساری عمر جماعت کی خدمت کرتے گزری اور اپنے نام کی طرح بلا شک وہ خادم احمدیت تھے۔ دنیا میں نام پیدا کر گئے اور احمدیت کی شان کو بلند سے بلند تر کرنے میں کسی لحاظ سے کسر نہ چھوڑی۔

ان کی سیرت وسوانح کا مطالعہ انسان کے اندر ایک جلا پیدا کرتا ہے ایک روشنی اور نور پیدا کرتا ہے۔ وہ احمدیت کی روشنی اور نور ہے جسے اس کتاب میں جگہ جگہ پھیلایا گیا ہے۔جس سے آنکھیں چندھیا جاتی ہیں۔

ان کے کام کی روشنی ملکوں ملکوں پھیلی ہوئی ہے۔''احمدیہ پاکٹ بک'' کی ضرورت ہر مبارز کو پڑتی ہے جو اس کارزار میں مختلف مذاہب کے مقابلہ کے لئے نکلتا ہے۔اور کامیاب و کامران لوٹتا ہے اللہ تعالیٰ ان کو کروٹ کروٹ جنت الفردوس کی نعمتوں سے مالا مال کرے۔اور احمدیت کا قافلہ دن دگنی رات چگنی ترقی کرتا چلا جائے اور مکرم رانا صاحب کو بھی اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے۔

جنہوں نے مجھ جیسے حقیر پُر تقصیر کو اس قابل سمجھا کہ میں اس عظیم ''خالد احمدیت'' کے بارہ میں کچھ تحریر کرسکوں۔ایں سعادت بزور باز ونیست

مجھے خوشی ہے کہ میرا تعلق بھی ضلع گجرات کے گاؤں گولیکی سے ہے اور مکرم ملک عبدالرحمٰن خادم صاحب بھی گجرات کے وہ سپوت اور جرنیل ہیں جن کا نام قیامت تک زندہ رہے گا۔

آج احمدیت کو 136 سال ہو گئے ہیں۔ضرورت ہے ایسے ہی خالد احمدیت کی ایک نہیں سینکڑوں چاہئیں جو اپنا تن من دھن سب کچھ قربان کر کے آگے آئیں اور اس عظیم قافلے کا حصہ بنیں جو خدائے رحمٰن کے سیدھے راستے کی طرف چلا جا رہا ہے اور احمدیت کے نور کو دنیا کے کونے کونے میں پھیلائیں۔اللہ تعالیٰ ہم پر رحم فرمائے اور انجام بخیر فرمائے۔

ہم تو جس طرح بنے کام کئے جاتے ہیں
آپ کے وقت میں یہ سلسلہ بدنام نہ ہو

والسلام

صفدر نذیر جاوید گولیکی

واقفِ زندگی کینیڈا

30-10-25

حرف چند

گزشتہ دنوں مشہور علمی شخصیت رانا عبدالرزاق خاں صاحب صحرائی کی ایک اور ضخیم کتاب جو کہ ''خالد احمدیت عبدالرحمن خادم گجراتی'' کے نام سے شائع ہوئی ہے، پڑھنے کا موقع ملا۔ رانا عبدالرزاق خاں صاحب جو شاعر، ادیب اور محقق بھی ہیں انہوں نے گزشتہ کتب سیرت وسوانح کی طرح اس کتاب میں بھی جناب عبدالرحمن خادم گجراتی کے متعلق معلومات کا سمندر موجزن کر دیا ہے، عبدالرحمن خادم صاحب کی جلسہ سالانہ پر کی جانے والی تقاریر ہوں، ان کے مضامین ہوں یا ان کے متعلق چھپنے والے مضامین ہوں اس کتاب میں اپنی خوشبو بکھیر رہے ہیں۔

کسی شخصیت کے متعلق کتاب لکھنا جوئے شیر لانے کے مترادف ہوتا ہے کیونکہ کسی تاریخی اہمیت کی حامل شخصیت کی زندگی کے تمام پہلوؤں کا باحوالہ احاطہ کرنے کے لیے بے انتہا محنت درکار ہوتی ہے۔ محترم رانا عبدالرزاق خاں بھی ان فرہاد جیسی قوت اور مستقل مزاجی رکھنے والے محققین میں شامل ہیں جو تاریخ کے سینے میں مدفون علمی خزائن کو نئی آب وتاب عطا کر کے شائع کرنے کا حوصلہ رکھتے ہیں۔

خاکسار جب کبھی بھی مذہبی انسائیکلوپیڈیا یعنی مکمل تبلیغی پاکٹ بک پڑھتا تو سوچا کرتا تھا کہ یہ گلاب کا پھول اپنی علمی وتحقیقی خوشبو سے جس طرح دنیا کو مہکا رہا ہے ثابت کرتا ہے کے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نور اللہ مرقدہ نے بلا وجہ ہی خالد احمدیت کا خطاب انہیں مرحمت نہ فرمایا تھا۔ ملک عبدالرحمان خان خادم پیشہ کے لحاظ سے وکیل تھے انہوں نے 18 برس کی عمر میں تحقیق وتبلیغ کا کام شروع کیا تھا اور یہ سلسلہ ان کی وفات تک جاری رہا۔ مرحوم محض 47 برس کی عمر میں ہی اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہو گئے تھے۔ آپ کی وفات پر حضرت صاحبزادہ مرزا

بشیر احمدؓ صاحب نے ایک تحریری نوٹ میں فرمایا تھا کہ:۔

''پس اے وکیلو اور اے ڈاکٹر و اور اے تاجرو اور صناعو اور اے زمین دارو اور دوسرے پیشہ ورو! خادم مرحوم کی زندگی تم پر یقینا ایک حجت ہے کہ تم دنیا کے کاموں میں مصروف رہتے ہوئے بھی دین کا علم حاصل کر سکتے اور دین کی خدمت میں زندگی گزار سکتے ہو۔''

کتاب خالد احمدیت عبدالرحمن خادم گجراتی کے علاوہ رانا عبدالرزاق خاں صاحب کی دیگر ضخیم کتب جیسے کہ دانش کدہ عظیم تعلیم الاسلام کالج ربوہ کی تاریخ، سوانح چوہدری ظفر اللہ خان صاحب، سوانح عمری صاحبزادہ مرزا مظفر احمد نافلۂ مہدی، دربار خلافت کا جان نثار شاعر احمدیت ثاقب زیروی وغیرہ ان کی محققانہ طبیعت کا ثبوت ہیں۔ان کے اپنے قبیلے کی تاریخ، تاریخ کاٹھ گڑھ کے نام سے چھپ چکی ہے اور ان کی شاعری کی کتاب قندیل صحرائی بھی چھپ چکی ہے۔ رانا صاحب دو رسائل ماہنامہ قندیل ادب اور دوماہی قندیل حق کے چیف ایڈیٹر بھی ہیں۔اس کے علاوہ مشاعروں کا انعقاد بھی رانا صاحب ہی کا کارنامہ ہے 500 سے زیادہ مشاعرے کروا چکے ہیں۔

سچ تو یہ ہے کہ موصوف رانا صاحب نابغۂ روزگار ہستی ہیں ان کی ہر ہر علمی کاوش اس کا منہ بولتا ثبوت ہے۔صرف 10 برس میں 15 ضخیم کتابوں کا مصنف ہونا کوئی معمولی بات نہیں ہے۔میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں صحت و تندرستی والی لمبی فعال زندگی عطا فرمائے اور انہیں مزید کتابیں لکھنے کی توفیق عطا فرماتا چلا جائے۔آمین یارب العالمین

طالب دُعا

چیف ایڈیٹر پیشوا انٹرنیشنل لندن

رانا محمد حسن خاں

تبصرہ

نعیم اللہ باجوہ آسٹریلیا

کسی عظیم شخصیت کی سیرت قلم بند کرنا محض واقعات کی ترتیب نہیں بلکہ ایک امانت کولفظوں میں منتقل کرنے کاعمل ہوتا ہے۔ یہ کام وہی قلم انجام دے سکتا ہے جس کے پیچھے عقیدت کی حرارت، تحقیق کی سنجیدگی اور تاریخ کے شعور کی روشنی موجود ہو۔ زیرِ مطالعہ کتاب بھی اسی ذوقِ وفا اور احساسِ ذمہ داری کا نتیجہ ہے جس میں ایک درویش صفت خادمِ دین کی زندگی کو محفوظ کرنے کی سعی کی گئی ہے۔ اس خدمت کے پیچھے جو قلم کار کارفرما ہے وہ محترم رانا عبدالرزاق خاں صاحب ہیں، جن کی شخصیت اور فکری پس منظر اس تصنیف کو ایک خاص معنویت عطا کرتے ہیں۔ محترم رانا عبدالرزاق صاحب صحرائی ایک زمیندار گھرانے کے چشم و چراغ ہیں اور پاکستان کے ضلع خوشاب سے تعلق رکھتے ہیں۔ تھل کے خاموش اور پُراسرار صحرا نے ان کی فطرت میں تفکر، استقلال اور فکری وسعت کے وہ رنگ پیدا کیے جن میں انسان کو کائنات کے رموز پر غور کرنے کا موقع ملتا ہے۔ اسی ماحول کی سادگی اور خاموشی نے ان کے باطن میں وہ حساسیت پیدا کی جس نے بعد ازاں قلم کو فکر کی روشنی عطا کی۔ جماعت احمدیہ سے وابستگی اور دینی غیرت ان کے خون میں اس طرح رچی بسی ہے کہ یہی ان کی اصل پہچان بن گئی۔ ایک جنگجو قبیلے سے تعلق رکھنے والا یہ فرد جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی غلامی میں آیا تو گویا اس کی جدوجہد کی سمت ہی بدل گئی۔ تلوار کی روایت رکھنے والے خاندان کے اس فرد نے تلوار کے بجائے قلم کو اپنا ہتھیار بنایا اور اتباعِ مسیح دوراں میں فکری اور علمی جہاد کا راستہ اختیار کیا۔ انگلینڈ ہجرت کے بعد خلافت کے بابرکت سائے تلے

ان کی علمی و ادبی سرگرمیوں کو نئی وسعت نصیب ہوئی۔ سلطان القلم کی اس روحانی فوج میں شامل ہو کر انہوں نے اپنے قلم کو اس طرح وقف کیا کہ اب تک ان کی اٹھارہ کتب منظرِ عام پر آ چکی ہیں، جب کہ کئی تصانیف زیرِ طبع اور متعدد تحریری مراحل میں ہیں۔ یہ تسلسل اس بات کی علامت ہے کہ ان کا قلم محض شوق کا اظہار نہیں بلکہ ایک مسلسل دینی خدمت کا وسیلہ بن چکا ہے۔ خصوصی طور پر انہیں یہ سعادت بھی حاصل ہو رہی ہے کہ وہ جماعت کے بزرگوں اور خدامِ دین کی سوانح حیات کو محفوظ کرنے کی خدمت انجام دے رہے ہیں۔ یہ کام بظاہر تحریر کا ہے مگر درحقیقت تاریخ اور روایت کی حفاظت کا فریضہ ہے، جس کے لیے تحقیق، دیانت اور محنت درکار ہوتی ہے۔ رانا عبدالرزاق خاں صاحب اس ذمہ داری کو پوری سنجیدگی اور اخلاص کے ساتھ نبھا رہے ہیں۔ زیرِ مطالعہ کتاب بھی اسی سلسلہ وفا کی ایک اہم کڑی ہے جس میں انہوں نے ایک عظیم خادمِ دین کی زندگی کو محفوظ کرنے کی کوشش کی ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے قلم کو مزید برکت عطا فرمائے اور ان کی یہ علمی خدمات آنے والی نسلوں کے لیے رہنمائی اور تحریک کا سرچشمہ بنتی رہیں۔ کتاب کا آغاز ایک ایسے اعزاز سے ہوتا ہے جو محض کسی فرد کی تعریف نہیں بلکہ ایک پوری جدوجہد ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے 28 دسمبر 1956ء کو جلسہ سالانہ کے موقع پر ملک عبدالرحمن خادم صاحب کو ''خالدِ احمدیت'' کے خطاب سے نوازتے ہوئے فرمایا: ''اب ہماری جماعت میں اس سے زیادہ خالد موجود ہیں۔ چنانچہ شمس صاحب ہیں، مولوی ابوالعطاء صاحب ہیں، عبدالرحمن خادم صاحب ہیں۔ یہ لوگ ایسے ہیں کہ جو دشمن کا منہ توڑ جواب دے سکتے ہیں اور دیں گے، ان شاء اللہ تعالیٰ۔ اور اللہ تعالیٰ ان کے قلم میں اور ان کے کلام میں زیادہ سے زیادہ برکت دے گا۔'' یہ الفاظ محض ایک خطابی جملہ نہیں بلکہ ایک ایسے مجاہدِ قلم کے اعتراف کا اعلان ہیں جس نے اپنی زندگی کو دین کے دفاع

اوراحمدیت کی سربلندی کے لیے وقف کر دیا تھا۔ ''خالدِ احمدیت'' کا لقب دراصل اس بات کی علامت ہے کہ خادم صاحب کی فکری جراءت، استدلال کی قوت اور دینی غیرت جماعت کے لیے ایک مضبوط حصار بن چکی تھی۔ اسی کے بعد پاکستان کے نامور قانون دان اور عالمِ اسلام کی ممتاز شخصیت جناب چوہدری محمد ظفر اللہ خان نے خادم صاحب کی وفات پر جس انداز میں خراجِ تحسین پیش کیا وہ ان کے کردار اور اخلاص کی سچی گواہی ہے۔ وہ فرماتے ہیں: ''میں خادم صاحب مرحوم کو ان کے کالج کی طالب علمی کے زمانہ سے جانتا تھا۔ مرحوم ایک خوش خلق، صالح اور مخلص جوان تھے۔ اسلام اور احمدیت کے شیدا تھے۔ دین کے لیے درد اور خدمتِ دین کا جوش رکھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے راستے میں انہیں کسی قربانی سے دریغ نہیں تھا۔ دعا ہے کہ رب العالمین خیر المحسنین ان کی سعی کو مشکور فرمائے، انہیں اجرِ وافر عطا فرمائے اور اپنی بے پایاں رحمت کے سائے میں جگہ دے۔'' یہ کلمات اس حقیقت کو آشکار کرتے ہیں کہ خادم صاحب کی شخصیت محض علمی مناظروں یا تحریروں تک محدود نہ تھی بلکہ ان کی زندگی اخلاص، قربانی اور خدمتِ دین کی ایک روشن مثال تھی۔ ملک عبدالرحمن خادم صاحب، جو بعد ازاں ''خادمِ احمدیت'' کے نام سے معروف ہوئے، ایک ایسے گھرانے میں پیدا ہوئے جہاں ایمان، علم اور روحانیت کی فضا پہلے ہی موجود تھی۔ آپ کے والد محترم ملک برکت علی صاحب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی تھے۔ وہ صاحبِ علم، صاحبِ فراست اور سچے متلاشیِ حق تھے۔ اسی جستجو نے انہیں 1901ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دستِ مبارک پر بیعت کی سعادت عطا کی۔ آپ کے والد صاحب کو اللہ تعالیٰ نے الہاماً یہ بشارت دی: ''میں تجھے مردوں کو زندہ کرنے والا لڑکا عطا کروں گا۔'' یہ پیشگوئی وقت کے ساتھ اس طرح پوری ہوئی کہ نومبر 1910ء میں ملک عبدالرحمن خادم صاحب کی ولادت ہوئی۔ بعد کی زندگی نے

ثابت کر دیا کہ یہ محض ایک ولادت نہیں بلکہ ایک مشن کا آغاز تھا۔ خادم صاحب کی پوری حیات اس الہام کی عملی تفسیر بن گئی۔ انہوں نے اپنی تبلیغ، تحریر اور مناظرانہ خدمات کے ذریعے ہزاروں دلوں میں احمدیت کی روشنی جگائی اور بے شمار روحوں کو ایمان کی نئی زندگی عطا کی۔ آپ کی والدہ محترمہ فیروز بیگم ایک نیک اور باوقار خاتون تھیں جن کی تربیت نے اس شخصیت کی بنیادوں کو مضبوط کیا۔ بچپن ہی سے ذہانت، جرائتِ اظہار اور دینی شوق ان کی طبیعت کا حصہ بن چکا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ ابھی وہ میٹرک کے طالب علم ہی تھے کہ مختلف علماء کے ساتھ علمی مناظروں میں شریک ہوئے اور حیرت انگیز کامیابی حاصل کی۔ اسی عمر میں ان کی علمی صلاحیت کا ایک اور اظہار اس وقت ہوا جب انہوں نے ''نیرِ صداقت'' کے نام سے ایک رسالہ تحریر کیا۔ یہ اس بات کی علامت تھا کہ ان کا ذہن محض طالبِ علم کا ذہن نہیں بلکہ ایک ایسے مفکر کا ذہن تھا جو دین کے دفاع کو اپنی زندگی کا مقصد سمجھ چکا تھا۔ عملی زندگی میں انہوں نے وکالت کو پیشہ بنایا اور ایک کامیاب وکیل کے طور پر شہرت حاصل کی، مگر دنیاوی مصروفیات کبھی ان کے دینی جذبے پر غالب نہ آسکیں۔ ان کی ترجیحات ہمیشہ واضح رہیں: دین پہلے، دنیا بعد میں۔ جب بھی ربوہ سے خدمتِ دین کے لیے بلاوا آتا تو وہ عدالت کی پیشیاں تک چھوڑ کر فوراً حاضر ہو جاتے۔ یہ عمل اس بات کی دلیل تھا کہ ان کے نزدیک کامیابی کا معیار محض پیشہ ورانہ ترقی نہیں بلکہ دین کی خدمت تھی۔ یوں کتاب کے ابتدائی صفحات ہی قاری کے سامنے ایک ایسی تابناک اور پُروقار شخصیت کا نقش ابھار دیتے ہیں جس کی پوری زندگی ایمان کی حرارت، علم کی بصیرت، جراءت کی استقامت اور اخلاص کی مہک سے روشن دکھائی دیتی ہے۔ یہ آغاز محض تعارف نہیں بلکہ ایک ایسے فکری دروازے کی مانند ہے جو ایک عظیم داستان کی طرف کھلتا ہے۔ وہ داستان جس میں قلم کی روشنائی جہاد کا استعارہ بن جاتی

ہے، استدلال کی قوت معرکہ حق و باطل میں ڈھال بن کا بھرتی ہے اور کردار کی صداقت دین کی نصرت کا زندہ ثبوت بن جاتی ہے۔ قاری جب اس تمہید سے آگے قدم رکھتا ہے تو اسے جلد احساس ہونے لگتا ہے کہ وہ صرف ایک فرد کی سوانح نہیں پڑھ رہا بلکہ ایک ایسے مجاہدِ قلم کی زندگی میں داخل ہو رہا ہے جس نے اپنے عہد میں فکر، دلیل اور کردار کی طاقت سے ایمان کی روشنی کو دلوں تک پہنچایا اور احمدیت کے پیغام کو وقار، حکمت اور استقامت کے ساتھ زندہ رکھا۔ یہی احساس قاری کو صفحہ در صفحہ آگے بڑھنے پر مجبور کرتا ہے اور اسے یقین دلانے لگتا ہے کہ یہ داستان محض ایک انسان کی زندگی نہیں بلکہ اخلاص، خدمت اور دینی غیرت کی وہ روشن روایت ہے جو زمانوں تک اہلِ ایمان کے لیے مشعلِ راہ بنی رہتی ہے۔ خادمِ احمدیت حضرت ملک عبدالرحمن خادم صاحب کی زندگی کا اگلا باب جماعتی خدمت، علمی جدوجہد اور دینی غیرت کی ایک درخشاں داستان پیش کرتا ہے۔ آپ کو مختلف جماعتی ذمہ داریوں کے ساتھ ساتھ امیر ضلع گجرات کے منصب پر خدمت کی توفیق بھی ملی۔ یہ منصب محض انتظامی ذمہ داری نہیں بلکہ ایمان، حکمت اور بصیرت کا تقاضا کرتا تھا۔ خصوصاً 1953ء کے پرآشوب دور میں جب احمدیوں کے خلاف فضا شدید مخالفت سے بھر چکی تھی، اس وقت خادم صاحب نے بطور وکیل جماعت عدالتوں میں احمدیوں کے مقدمات کا دفاع کیا۔ یہ صرف قانونی معرکہ نہیں تھا بلکہ حق اور انصاف کی حفاظت کا ایک ایسا جہاد تھا جس میں دلیل، جرأت اور استقامت تینوں درکار ہوتے ہیں۔ خادم صاحب نے اس میدان میں بھی وہی عزم دکھایا جو ان کی پوری زندگی کا وصف تھا۔

ان کی روح کا اصل سرچشمہ قرآنِ کریم سے گہرا عشق تھا۔ وہ اسی بحرِ بیکراں سے فکر و معرفت کے جواہر تلاش کرتے تھے۔ قرآن سے ان کی وابستگی محض مطالعہ تک محدود نہ تھی بلکہ

انہیں طویل عرصے تک درسِ قرآن دینے کی توفیق نصیب ہوئی۔ان کے درس میں قرآن کے معارف اس انداز سے کھلتے کہ سامعین کے دلوں میں ایمان کی نئی حرارت پیدا ہو جاتی۔خدا تعالیٰ نے انہیں تقریر کا غیر معمولی ملکہ عطا فرمایا تھا۔ان کی خطابت میں دلیل کی مضبوطی، بیان کی روانی اور جذبے کی حرارت اس طرح جمع ہو جاتی کہ سامعین محوِ سماعت رہ جاتے۔1936ء کے جلسہ سالانہ میں پہلی مرتبہ انہیں تقریر کی سعادت نصیب ہوئی اور یہی تقریر گویا ایک روایت کا آغاز ثابت ہوئی۔اس کے بعد جلسہ سالانہ کا کوئی اجتماع ایسا نہ ہوتا جس میں خادم صاحب کی تقریر کا انتظار نہ کیا جاتا۔جب وہ کلام شروع کرتے تو قرآن کے معارف اور ایمان افروز نکات اس انداز میں بیان کرتے کہ بارہا جلسہ گاہ نعرہ تکبیر سے گونج اٹھتی اور حاضرین کے دلوں میں ایمان کی نئی لہر دوڑ جاتی۔خادم صاحب کی علمی خدمات کا ایک روشن باب ان کی تصانیف ہیں۔انہوں نے کئی اہم کتب تحریر کیں جن میں عقلی استدلال اور تحقیقی قوت نمایاں نظر آتی ہے۔ان کی تحریروں میں جہاں مخالفین کے اعتراضات کا مدلل جواب ملتا ہے وہاں اسلام اور احمدیت کی حقانیت بھی پوری قوت کے ساتھ جلوہ گر ہوتی ہے۔ان کی تصانیف میں ''چوہدری محمد حسن چیمہ کی افترا پردازیوں کا جواب'' اور ''پیشگوئی متعلقہ احمد بیگ'' جیسی تحریریں قابلِ ذکر ہیں، تاہم ان کی شہرہ آفاق تصنیف ''تبلیغی پاکٹ بک'' کو ایک خاص مقام حاصل ہے۔یہ کتاب اپنے جامع اسلوب اور مضبوط دلائل کے باعث جماعت احمدیہ میں ایک طرح سے انسائیکلوپیڈیا کا درجہ رکھتی ہے اور آج بھی مبلغین کے لیے رہنمائی اور استدلال کا ایک مستند خزانہ سمجھی جاتی ہے۔خادم صاحب کی شخصیت کا ایک اور درخشاں پہلو ان کے مناظرات اور علمی مباحثے ہیں۔انہوں نے ملک کے طول و عرض میں سفر کر کے احمدیت کی صداقت کے لیے بے شمار علمی معرکے سر کیے۔ان مناظروں میں ان کا انداز

نہایت پُروقار مگر مدلل ہوتا تھا۔ وہ دلیل کی طاقت سے مخالفین کو قائل کرتے اور سامعین کے دلوں میں حق کی روشنی پیدا کر دیتے۔ ان کے نمایاں مناظروں میں عیسائی مبلغ عبدالحق کے ساتھ مناظرہ، لالہ موسیٰ کا مناظرہ، روپڑ ضلع انبالہ میں ہونے والا مباحثہ اور دیگر کئی علمی مقابلے شامل ہیں۔ ان میں سے ایک واقعہ تاریخ میں ''پتھروں والا مناظرہ'' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس موقع پر مخالفین نے اشتعال میں آ کر پتھروں کی بارش شروع کر دی۔ کسی مخلص نے گھبرا کر عرض کیا کہ خادم صاحب پیچھے ہٹ جائیں کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ زخمی ہو جائیں۔ اس پر خادم صاحب نے نہایت استقامت سے جواب دیا ''خادم کی ایسی قسمت کہاں کہ اس کے خون کے چند قطرے اسلام اور احمدیت کی راہ میں بہیں۔'' یہ جملہ محض جذباتی اظہار نہیں بلکہ اس روحانی جرأت کی علامت تھا جو ان کے اندر موجزن تھی۔ کتاب میں ان مناظروں کی تفصیلات پڑھتے ہوئے قاری پر ایک خاص کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ کہیں وہ عیسائیت کے مقابل اسلام کی حقانیت کو دلائل سے روشن کرتے نظر آتے ہیں، کہیں احراری مخالفت کے مقابل حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کو واضح کرتے ہیں۔ کبھی وہ حیات و وفاتِ مسیح کے مسئلے پر مضبوط دلائل سے مخالف مناظر کو لاجواب کر دیتے ہیں اور کبھی ختمِ نبوت کے مسئلے پر ایسی ناقابلِ تردید دلیلیں پیش کرتے ہیں کہ حق کی روشنی مزید واضح ہو جاتی ہے۔ اسی سلسلے میں لاہور میں اہلِ حدیث کے علماء کے ساتھ ہونے والا کامیاب مباحثہ بھی ان کی علمی بصیرت اور استدلالی قوت کی روشن مثال کے طور پر بیان کیا گیا ہے۔ ان تمام واقعات کو پڑھتے ہوئے قاری کے دل میں یہ احساس شدت سے ابھرتا ہے کہ حضرت ملک عبدالرحمن خادم صاحب صرف ایک عالم یا خطیب ہی نہیں تھے بلکہ علمیت، عالمیت، قلم کی قوت اور جامع فکری بصیرت کا ایک حسین امتزاج تھے۔ ان کی زندگی کا ہر پہلو اس بات کی

گواہی دیتا ہے کہ انہوں نے اپنی ذہانت، علم اور صلاحیتوں کو ذاتی شہرت کے لیے نہیں بلکہ دین کی نصرت اور احمدیت کے پیغام کی اشاعت کے لیے وقف کر دیا تھا۔ یہی وہ اوصاف ہیں جو انہیں اپنے عہد کے ممتاز خدام میں نمایاں مقام عطا کرتے ہیں اور قاری کے دل کو ان کے لیے دعا اور عقیدت سے بھر دیتے ہیں۔ کتاب کے آخری صفحات ایک ایسے باب کا در کھولتے ہیں جہاں ایک عظیم مجاہد کی زندگی اپنے اختتام کی طرف بڑھتی نظر آتی ہے، مگر حقیقت میں یہی مرحلہ اس زندگی کی روحانی عظمت کو اور زیادہ نمایاں کر دیتا ہے۔۔ حضرت ملک عبدالرحمن خادم صاحب کی علالت اور رحلت کا بیان پڑھتے ہوئے قاری پر ایک خاص کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ یوں محسوس ہوتا ہے جیسے ایک درویش صفت مجاہد اپنے طویل معرکوں کے بعد سکون کے ساتھ اپنے رب کی طرف لوٹ رہا ہو۔ خالدِ احمدیت کا یہ آخری سفر محض بیماری اور وفات کا ذکر نہیں بلکہ ایمان، صبر اور رضا بالقدر کی ایک ایسی داستان ہے جسے پڑھ کر دل گواہی دیتا ہے کہ یہ وہی لوگ ہوتے ہیں جنہیں خداوند کریم نفسِ مطمئنہ کہہ کر مخاطب کرتا ہے اور جن کے لیے یہ بشارت سنائی دیتی ہے کہ اے اطمینان پانے والی روح اپنے رب کی طرف لوٹ آ، تو اس سے راضی اور وہ تجھ سے راضی، پس میرے بندوں میں داخل ہو جا اور میری جنت میں جگہ پا۔ علالت کے زمانے میں خادم صاحب نے بزرگانِ سلسلہ کو جو مکتوبات تحریر کیے وہ ان کے ایمان، صبر اور توکل کی جھلک پیش کرتے ہیں۔ ان خطوط میں وہ اپنی بیماری کا حال بیان کرتے ہیں مگر کہیں شکوہ یا مایوسی کا رنگ نظر نہیں آتا۔ ہر سطر میں خدا کی رضا پر کامل اعتماد اور دین کے لیے جینے والے دل کی وہی روشنی جھلکتی ہے جو ان کی پوری زندگی کا سرمایہ تھی۔ کتاب میں ایک نہایت ایمان افروز واقعہ بھی بیان ہوا ہے کہ خادم صاحب کی اہلیہ محترمہ کو اللہ تعالیٰ نے رؤیا کے ذریعے آپ کی وفات کی خبر دے دی تھی۔ اس رؤیا کا ذکر پڑھ

کر قاری کو یہ احساس ہوتا ہے کہ خدا کے برگزیدہ بندوں کی زندگی ہی نہیں بلکہ ان کی جدائی کے لمحے بھی ایک خاص تقدیر کے تحت رقم ہوتے ہیں۔ بالآخر وہ لمحہ بھی آیا جب یہ عظیم مجاہد اپنے رب کے حضور حاضر ہو گیا۔ صرف سنتالیس برس کی عمر میں یہ خالدِ احمدیت اس دنیا سے رخصت ہو گیا، مگر اس مختصر عمر میں اس نے جو دینی خدمات انجام دیں وہ کئی طویل زندگیاں بھی شاید انجام نہ دے سکیں۔ حیرت انگیز امر یہ ہے کہ ان کی وفات کے ساتھ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس الہام کی سچائی بھی ایک نئی شان سے ظاہر ہوگئی جس میں فرمایا گیا تھا کہ ''سنتالیس کی عمر میں کفن میں لپیٹا گیا۔ خادم صاحب کی رحلت بھی دراصل صداقتِ مسیح موعود علیہ السلام کی ایک زندہ گواہی بن گئی۔ تمام عمر جس صداقت کی حفاظت کے لیے وہ قلم اور زبان سے پہرہ دیتے رہے، اپنی وفات کے بعد بھی اسی صداقت کی ایک روشن دلیل بن کر رہ گئے۔ آخر کار یہ مجاہدِ وفا بہشتی مقبرہ کے قطعہء خاص میں آسودہ خاک ہوا۔ وہاں جہاں وہی لوگ جگہ پاتے ہیں جنہوں نے اپنی زندگی کو خدا اور اس کے دین کے لیے وقف کر دیا ہو۔ خادم صاحب کی زندگی کا سفر اگرچہ بظاہر سنتالیس برس پر ختم ہو گیا، مگر حقیقت میں یہ ایک ایسی روایت چھوڑ گیا جو ایمان، اخلاص اور دینی غیرت کی صورت میں آج بھی زندہ ہے۔ ان کا نام اس قافلہء وفا میں ہمیشہ یاد رکھا جائے گا جس نے اپنے قلم، اپنے علم اور اپنے کردار کے ذریعے دین کی سربلندی کا حق ادا کیا۔

الغرض یہ کتاب محض ایک سوانحی تذکرہ نہیں بلکہ اخلاص، وفا اور خدمتِ دین کی اُس روشن روایت کا آئینہ ہے جسے ملک عبدالرحمن خالد صاحب نے اپنی مختصر مگر درخشاں زندگی میں قائم کیا۔ ان کی حیات کا ہر ورق اس صداقت کی گواہی دیتا ہے کہ جب انسان اپنے ایمان اور مقصد کے ساتھ سچا ہو تو عمر کی طوالت نہیں بلکہ کردار کی تابانی تاریخ میں اپنا نقش ثبت کرتی

ہے۔رانا عبدالرزاق خاں صاحب نے اس سیرت کو جس تحقیق، دیانت اور محبت کے ساتھ قلم بند کیا ہے وہ لائقِ صد تحسین ہے۔انہوں نے محض واقعات جمع نہیں کیے بلکہ ایک ایسی شخصیت کے باطن کی روشنی کو الفاظ کا جامہ پہنایا ہے جس کی حرارت قاری کے دل تک پہنچتی ہے۔ان کی نثر میں وقار بھی ہے اور تاثیر بھی، جس کے باعث یہ تصنیف محض معلومات نہیں دیتی بلکہ قاری کو ایک روحانی اور فکری تجربے سے بھی گزارتی ہے۔بلاشبہ یہ کتاب ان زندہ تحریروں میں شمار کی جاسکتی ہے جو شخصیات کو صرف یاد نہیں کرتیں بلکہ انہیں آئندہ نسلوں کے لیے مثال بنا دیتی ہیں۔رانا عبدالرزاق صاحب اس کاوشِ تحقیق و محبت پر بجا طور پر خراجِ تحسین کے مستحق ہیں کہ انہوں نے ملک عبدالرحمن خالد صاحب کی روشن زندگی کو اس انداز سے محفوظ کر دیا ہے کہ یہ چراغِ یاد آئندہ زمانوں تک فروزاں رہے گا۔اور آنے والی نسلیں اس سے روشنی حاصل کرتی رہیں گی۔

والسلام

نعیم اللہ باجوہ آسٹریلیا

سیدنا حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الثانیؓ کا اعلان حضور نے ملک عبدالرحمٰن صاحب خادم کو سلسلہ احمدیہ کا خالد قرار دیا

حضرت امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ بنصرہ نے مورخہ 28 دسمبر 1956ء کو ہزارہا کے مجمع میں سالانہ جلسہ کے موقعہ پر تقریر کرتے ہوئے فرمایا:

''ایک بات میں یہ کہنی چاہتا تھا کہ حضرت خلیفہ اولؓ کی خلافت کے وقت جب حملے ہوئے تو حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا کہ مغرور مت ہو۔ میرے پاس خالد ہیں جو (دلائل سے) تمہارے سر توڑیں گے۔ مگر اس وقت سوائے میرے کوئی خالد نہیں تھا۔ صرف میں ہی ایک شخص تھا۔ چنانچہ پرانی تاریخ نکال کر دیکھ لو صرف میں ہی ایک شخص تھا۔ جس نے آپ کی طرف سے دفاع کیا اور پیغامیوں کا مقابلہ کیا۔ اور ان سے 40 سال گالیاں سنی۔ لیکن باوجود اس کے کہ ایک شخص ان کی طرف سے دفاع کرنے والا تھا۔ پھر بھی اللہ تعالیٰ نے اس کی زبان میں برکت دی اور ہزاروں ہزار آدمی مبایعین میں آ کر شامل ہو گئے۔ جیسا کہ آج کا جلسہ ظاہر کر رہا ہے مگر یہ نہ سمجھو کہ اب وہ خالد نہیں ہیں۔ اب ہماری جماعت میں اس سے زیادہ خالد موجود ہیں۔ چنانچہ شمس صاحب ہیں، مولوی ابوالعطاء صاحب ہیں، عبدالرحمٰن صاحب خادم ہیں۔ یہ لوگ ایسے ہیں کہ جو دشمن کا منہ توڑ جواب دے سکتے ہیں اور دیں گے۔ انشاءاللہ تعالیٰ۔ اور اللہ تعالیٰ ان کی قلم میں اور ان کے کلام میں زیادہ سے زیادہ برکت دے گا۔''

(الفضل 15 مارچ 1957ء)

خادم صاحب مرحوم اسلام واحمدیت کے شیدا تھے

(جناب چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب نائب صدر عالمی عدالت انصاف ہیگ)

میں خادم صاحب مرحوم کو ان کے کالج کی طالب علمی کے زمانہ سے جانتا تھا۔ مرحوم ایک خوش خلق صالح مخلص جوان تھے۔ اسلام اور احمدیت کے شیدا تھے۔ دین کے لئے درد اور خدمت دین کا جوش رکھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے رستے میں انہیں کسی قربانی سے دریغ نہیں تھا، دعا ہے کہ رب العالمین۔ خیر المحسنین ان کی سعی کو مشکور فرمائے۔ انہیں اجر وافر عطا فرمائے اور اپنی بے پایاں رحمت کے سائے میں جگہ دے۔ آمین یا ارحم الراحمین۔

والسلام

خاکسار

ظفر اللہ خان

(بحوالہ الفرقان خادم نمبر جنوری 1959ء)

محترم ملک عبدالرحمٰن خادم ’’خادم احمدیت‘‘ مختصر تعارف

پیدائش 13 نومبر 1909ء وفات 31 دسمبر 1957ء

آپ صحابی حضرت مسیح موعود ملک برکت علی صاحب کے بیٹے تھے۔آپ کے دادا کا نام ملک وزیر بخش صاحب تھا۔

محترم ملک عبدالرحمٰن خادم صاحب کی شخصیت کے بارے میں تحریر کرنا خاکسار کے بس کی بات نہیں صرف تاریخ احمدیت جلد 19 میں آپ کے بارے میں شائع شدہ حالات میں سے کچھ حصہ پیش خدمت ہے۔ملک صاحب سلسلہ احمدیہ کے بلند پایہ مناظر۔نامور مصنف مخلص وغیور خادم۔شگفتہ مزاج۔قانون دان۔نکتہ رس اور اعلیٰ پایہ کے عالم دین تھے۔آپ بی اے ایل ایل بی تھے۔

آپ جماعت نہم کے طالب علم تھے جب آپ نے مشن ہائی سکول گجرات کے احاطہ میں مشہور پادری عبدالحق سے کامیاب مناظرہ کیا۔1928ء میں آپ کے قلم سے ’’نیز صداقت‘‘ کے عنوان سے رسالہ شائع ہوا۔کالج کے زمانہ میں مخالفین احمدیت سے شاندار مناظرے کئے۔1936ء کے جلسہ سالانہ میں پہلی بار آپ کی تقریر ہوئی جس کا عنوان تھا۔

’’وابستگانِ خلافت کی منکرین خلافت پر فضیلت‘‘ 1937ء میں گجرات میں پریکٹس شروع کی۔1937ء میں ہی حضرت مصلح موعود نے آپ کا نکاح محترمہ زمانی بیگم صاحبہ دختر خان بہادر آصف زمان خاں پیلی بھیت سے پڑھا۔1940ء سے مسجد میں درسِ قرآن کریم شروع کیا۔اور متواتر 22 سال درس دیتے رہے۔الحمدللہ 1924ء میں امیر شہر مقرر ہوئے تھے۔اور 1946ء میں امیر ضلع گجرات کے عہدہ پر فائز ہوئے اور وفات تک فرائض انجام دیتے رہے۔آپ مسلم لیگ کے ممبر بھی بنے۔تحریک پاکستان میں سرگرم حصہ لیا۔1953ء میں

جماعت احمدیہ کے وفد نے وزیر اعظم پاکستان خواجہ ناظم الدین سے ملاقات کی اور جماعت کا مسلک پیش کیا۔ آپ اُس وفد کے رکن تھے۔ 1953ء میں تحقیقاتی عدالت پنجاب میں جماعت احمدیہ کی طرف سے بطور وکیل شاندار نمائندگی کی۔ 1956ء کے جلسہ سالانہ پر آپ نے ''پیشگوئی مصلح موعود اور اس کا ظہور'' کے موضوع پر شاندار تقریر کی۔ 28 دسمبر 1956ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود، نے مولانا ابوالعطاء صاحب، مولانا جلال الدین شمس صاحب اور ملک عبد الرحمٰن خادم صاحب کو ''خالد احمدیت'' کا خطاب عطا فرمایا۔ آپ 1916ء سے 1956ء تک تمام جلسوں میں شریک ہوتے رہے۔ اور بوجہ بیماری 1957ء کے جلسہ سالانہ میں شریک نہ ہو سکے اور 31 دسمبر 1957ء کو آپ کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ اُس وقت آپ کی عمر 47 سال تھی۔ حضرت مصلح موعود نے جنازہ کی نماز پڑھائی اور جنازہ کو کندھا دیا۔ اور بہشتی مقبرہ ربوہ میں دفن ہوئے۔

آپ شاعر بھی تھے۔ استاد امام الدین گجراتی کی کتاب ''بانگِ دہل'' کا دیباچہ آپ نے ہی لکھا تھا۔ آپ کی ایک مشہور نظم کے چند اشعار درج ذیل ہیں۔

قسم مجھ کو خدائے پاک کی شان جلالی کی
قسم مجھ کو رب کعبہ کی درگاہ عالی کی
قسم مجھ کو زمین پر بارشیں برسانے والے کی
روائے نیلگوں افلاک کو پہنانے والے کی
قسم اُس ذات کی جس نے محمد کو کیا پیدا
قسم اُس ذات کی جس نے ہمیں اس کا کیا شیدا
جہاں میں دیکھ لینا احمدیت پھیل جائیگی

مسیحا کے عدو کی فوج رسوائی اٹھائے گی
یقیناً لشکر شیطان شکست فاش کھائے گا
علم اسلام کا سارے جہاں پر لہلہائے گا
ہماری فتح کا نقارہ بجتا کو بہ کو ہو گا
میرے محمود کا شہرہ جہاں میں چار سُو ہو گا
وہ منظر کس قدر خادم مسرت آفریں ہو گا
زمانے پر مسلط جب میرے آقا کا دین ہو گا

آپ کی تصنیفات بصورت کتب اور بصورت پمفلٹس بیشمار ہیں لیکن تبلیغی پاکٹ بک کو بے انتہاء شہرت حاصل ہوئی۔

محترم خادم صاحب کو اللہ تعالیٰ نے دو بیٹے اور دو بیٹیاں عطا فرمائیں۔

بیٹوں کے نام عبدالباسط صاحب اور عبدالماجد صاحب ہیں۔

بیٹیوں کے نام امۃ الحکیم صاحبہ اور امۃ المجید صاحبہ ہیں۔

اللہ کے فضل سے سب صاحب اولاد ہیں۔

حضرت ملک برکت علی صاحبؓ

والد ملک حضرت ملک عبدالرحمٰن خادم

حضرت ملک برکت علی صاحبؓ 1866ء میں گجرات میں پیدا ہوئے۔ محکمہ نہر میں ملازمت کر کے آپ نے 1927ء میں پینشن حاصل کی۔ آپؓ شروع سے ہی نیک متقی اور تہجد گزار تھے اور اپنی صفات کی بدولت آپ ہمیشہ تلاش حق میں رہتے اور یہ جستجو کا نتیجہ تھا کہ بالاخر آپؓ نے 1901ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کی۔ (حاشیہ۔ خودنوشت حالاتِ زندگی جس کا ذکر آگے آئے گا) حضرت ملک برکت علی صاحب کو یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ گجرات میں احمدیت کا اولین پودا لگانے والوں میں آپؓ کا بھی شمار کیا جاتا ہے۔ پھر جماعت کی خدمت میں اتنے مخلص تھے کہ آپؓ جماعت احمدیہ گجرات کے جنرل سیکرٹری اور پھر امیر بھی رہے۔

دوران ملازمت اور بعد میں بھی تبلیغ دین کو اپنی غذا بنائے رکھا۔ آپؓ کے ذریعہ بہت سے لوگوں کو سلسلہ میں داخل ہونے کی سعادت نصیب ہوئی تہجد گزار اور متقی بزرگ تھے اولو العزمی اور راست گوئی آپؓ کا طرہ امتیاز تھا۔ بہت دعائیں کرنے والے مستجاب الدعوات صاحب کشوف ورؤیا بزرگ تھے۔ سلسلے کے لیے غیرت رکھنے والے انسان تھے۔ دینی اور دنیوی لحاظ سے کامیاب وکامران زندگی گزاری وفات تک تبلیغ کا کام سرانجام دیتے رہے۔

حضرت ملک صاحبؓ نے اپنے خاندان میں سب سے پہلے احمدیت کو قبول کیا اور آپ کے ذریعے سے آپ کے خاندان اور متعلقین کا اکثر حصہ احمدیت میں داخل ہوا آپ صابر اور باوقار بزرگ تھے۔ ایک بہت بڑا کنبہ اپنے پیچھے چھوڑا آپ کی زندگی میں چھ لڑکے اور تین

لڑکیاں فوت ہوئیں۔ جن میں سے ایک لڑکا فضل الرحمن عین جوانی عین عالم جوانی میں میٹرک پاس کر کے 1933ء میں فوت ہوا۔ مگر آپ نے ان تمام بچوں کی وفات کے صدمے کو انتہائی صبر و استقلال سے برداشت کیا۔ ان کے علاوہ آپ کے چار لڑکے اور تین لڑکیاں اور تھے۔ چار لڑکوں میں سے اب ملک عبدالرحمٰن خادم صاحب وفات پا چکے ہیں۔ جبکہ تین لڑکے ملک عطاء الرحمٰن، ملک فیض الرحمٰن اور ملک عزیز الرحمٰن صاحب الحمدللہ باحیات ہیں۔

وفات

آپؓ کی وفات اچانک ہوئی۔ آپؓ 20 دسمبر جمعرات کو کھانے اور نماز عشاء سے فارغ ہو کر ساڑھے آٹھ بجے کے قریب اپنے مکان کی پختہ سیڑھیوں پر چڑھ رہے تھے کہ پانچویں سیڑھی پر سے اچانک نیچے گر کر بے ہوش ہو گئے۔ چار گھنٹہ بعد اسی غشی کی حالت میں ساڑھے 12 بجے شب داعی اجل کو لبیک کہا۔

نماز جنازہ

نماز جنازہ بعد از نماز جمعہ مورخہ 21 دسمبر 1951ء کو آپ کے فرزند اکبر ملک عبدالرحمٰن صاحب خادم نے پڑھائی۔ جنازہ میں احمدی اور غیر احمدی احباب بکثرت شریک ہوئے۔ آپ موصی تھے آپ کو گجرات میں امانتاً دفن کیا گیا۔ سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے اسی روز میں بعد نمازِ جمعہ آپ کا نماز جنازہ غائب بھی پڑھایا۔ (حاشیہ: مضمون حاشیہ مضمون از مکرم محمد رمضان صاحب سیکرٹری انصار اللہ جماعت احمدیہ گجرات الفضل مورخہ)

حضرت ملک برکت علی صاحب رضی اللہ عنہ کے خودنوشت حالات زندگی رجسٹر روایات میں درج ہے جس کا تذکرہ افادہ احباب کے لیے کیا جاتا ہے:۔

خودنوشت حالات زندگی

1۔حضرت ملک صاحبؓ اپنے قبول احمدیت اور سفر قادیان کے واقعات پر روشنی ڈالتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:۔

''میں گجرات سے تعلیم حاصل کر کے لاہور میں ملازم ہو گیا۔ وہاں جو دفتر کے کلرک تھے انہوں نے پیر جماعت علی شاہ (حاشیہ: علی پور سیداں میں سید جماعت علی شاہ کے نام سے دو پیر ہم عصر گذرے ہیں۔ یہاں کون سے مراد ہیں اس کی تحقیق نہیں ہو سکی۔ تاریخ احمدیت جلد 15 ......) کی بیعت کی اور مجھے بھی تحریک کی۔ میں نے بھی ان کے کہنے سے پیر صاحب کی بیعت کر لی اور ہر روز صبح و شام دفتر کے وقت کے علاوہ ان کی صحبت میں رہنے لگا۔ جب عرصہ گزر گیا اور میری طبیعت پر کوئی اثر پیدا نہ ہوا اور نہ ہی میں نے کوئی روحانی ترقی حاصل کی تو پیر صاحب سے سوال کیا کہ مجھے بیعت کئے ہوئے اس قدر عرصہ گزر گیا ہے مگر میری حالت میں کوئی تبدیلی پیدا نہیں ہوئی۔ پیر صاحب نے کہا کہ آپ مجاہدات کریں اور اس حد تک میرا تصور کریں کہ میرا نقش ہر وقت آپ کے سامنے رہے۔ پھر آپ کو بارگاہ الٰہی میں رسائی حاصل ہو گی۔ میں عرصہ تک ان کا تصور بھی کرتا رہا۔ مجاہدات بھی بڑے کئے مگر کوئی فائدہ حاصل نہ ہوا۔ اکاؤنٹنٹ جنرل کے دفتر میں ایک شخص میاں شرف الدین صاحب ہوا کرتے تھے وہ احمدی تو نہ تھے مگر حضرت صاحب کی کتابیں پڑھا کرتے تھے۔ انہوں نے مجھے کہا کہ آپ کو پیر صاحب کی بیعت کئے ہوئے اتنا عرصہ گزر گیا ہے مگر آپ کی حالت میں کوئی تبدیلی رونما نہیں ہوئی۔ میں نے کہا کہ میں تو ہر روز پیر صاحب کو یہی کہتا ہوں کہ کیا وجہ ہے کہ میری حالت میں کوئی تغیر پیدا نہیں ہوتا۔ انہوں نے کہا کہ اگر میں آپ کو کوئی کتاب دوں تو کیا آپ پڑھیں گے۔ میں نے کہا ضرور آپ دیں میں انشاء اللہ ضرور پڑھوں گا۔ اس پر انہوں نے

مجھے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک کتاب مطالعہ کے لئے دی۔ میں نے اس کا مطالعہ کیا پھر انہوں نے دوسری دی یہاں تک کہ چار کتابیں میں نے پڑھ لیں۔ اس کے بعد ایک دن میں نے پیر صاحب کی خدمت میں حضرت صاحب کا ذکر کیا اور پوچھا کہ ان کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے؟ مجھے پیر صاحب نے کہا کہ نہ ہم ان کو اچھا کہتے ہیں نہ برا۔ میں اس جواب پر بہت متعجب ہوا مگر اس وقت خاموش ہو گیا۔ ایک روز پھر میں نے یہی سوال کر دیا۔ پیر صاحب نے پھر وہی جواب دیا اور ساتھ ہی یہ کہا کہ ''مگر نہ ان کی کوئی کتاب پڑھو اور نہ وعظ سنو۔'' میں حیران ہوا کہ ایک طرف تو ان پر تو اچھا یا برا ہونے کے متعلق کوئی فتویٰ نہیں لگاتے اور دوسری طرف کہتے ہیں کہ نہ ان کی کتابیں پڑھو اور نہ وعظ سنو۔ میں نے کہا کہ کیا آپ نے ان کی کتابوں کا مطالعہ کیا ہے؟ اس پر پیر صاحب جوش میں آ گئے اور کہنے لگے کہ ہمیں کیا ضرورت پڑی ہے کہ ہم ان کی کتابیں پڑھیں۔ علماء نے ان پر کفر کا فتویٰ جو لگا دیا ہے۔ ان کا یہ جواب سن کر میرے ذہن میں حضرت اقدس کی تحریرات کا نقشہ کھینچ گیا۔ جن میں حضور علیہ السلام نے مخالف علماء کے کفر کے فتویٰ کا ذکر کر کے فرمایا تھا کہ یہ لوگ نہ میری کتابیں پڑھی ہیں اور نہ میرے خیالات کو انہیں سننے کا موقع ملا ہے۔ مگر محض مولوی محمد حسین کے کہنے پر یک طرفہ فتویٰ لگا دیا ہے۔

میں نے دل میں کہا کہ پیر صاحب کی بھی یہی حالت ہے کہ بالکل یک طرفہ فتویٰ لگا رہے ہیں۔ یہ باتیں سن کر میں پیر صاحب سے بدظن ہو گیا اور واپس آ کر تحقیقات میں مشغول ہو گیا۔ ان ایام میں عبداللہ آتھم کے متعلق حضورؑ کے اشتہارات نکل رہے تھے اور عیسائیت کی طرف سے بھی اشتہارات نکلا کرتے تھے۔ میں فریقین کے اشتہارات کو ایک فائل کی صورت میں محفوظ کر رہا تھا۔ میں نے دیکھا کہ حضرت اقدس کی پیشگوئی آتھم کے بارہ میں بالکل صحیح

پوری ہوگئی ہے۔اس کے بعد لیکھرام کے متعلق حضور کے اشتہارات اور تحریرات نکلنا شروع ہوگئیں۔ان کو بھی میں فائل میں محفوظ کرتا گیا۔اس پر دو واقعات کے گزرنے کے بعد مجھے حضرت اقدس کی صداقت کے متعلق اطمینان ہوگیا اور میں نے بیعت کا خط لکھ دیا۔پھر قریباً 1901ء یا 1902ء میں قادیان جا کر دستی بیعت کی۔

2۔ میں بیعت کرنے کے لئے امرتسر سے انٹر کلاس میں سوار ہوا۔میرے کمرہ میں ایک شخص اور بھی تھا۔میں نے اس سے سوال کیا کہ آپ کہاں جا رہے ہیں اس نے جواب دیا کہ قادیان جا رہا ہوں۔میں نے کہا۔کیا آپ احمدی ہیں؟ کہنے لگا نہیں۔میں نے پوچھا پھر کس غرض کے لئے آپ قادیان جا رہے ہیں؟ اس نے کہا میرا قصہ بہت لمبا ہے۔میں نے کہا آپ سنائیں تو سہی۔اس نے پھر کہا کہ میرا قصہ بہت لمبا ہے۔میں نے کہا ہم دونوں فارغ ہیں آپ سنائیں سفر کٹ جائے گا۔اس پر اس نے کہا کیا آپ اتنا لمبا قصہ سنیں گے؟ میں نے کہا اچھی طرح سے سنوں گا آپ سنائیں۔اس نے جیب سے ایک فیصلہ کی نقل نکالی اور میرے ہاتھ میں دے دی۔میں نے کہا کہ آپ بتائیں کہ یہ کیا فیصلہ ہے؟ اس پر اس نے کہا کہ میں ملٹری میں صوبیدار تھا۔وہاں ایک لاکھ روپیہ کے قریب غبن ہوگیا اور سب کچھ میرے دستخطوں سے ہوا۔نتیجہ یہ ہوا کہ میں اور تین چار اور آدمی حوالات میں ہوگئے اور مقدمہ عدالت میں چلا گیا۔اس عرصہ میں ایک رات میں نے خواب میں دیکھا کہ میں اور میرے اور دو دوست ایک سڑک پر جا رہے ہیں۔میں یکا یک دائیں طرف ایک پاخانہ کے گہرے گڑھے میں گر گیا ہوں اور اس میں غرق ہوتا جا رہا ہوں۔ان دوستوں سے میں نے مدد چاہی مگر وہ ہنستے ہوئے آگے چلے گئے۔حتی کہ میں منہ تک اس گندگی میں غرق ہوگیا۔اس پر ایک بوڑھے شخص نے آ کر میری طرف ہاتھ لمبا کیا اور کہا کہ میرا ہاتھ پکڑ کر باہر آ جاؤ۔میں نے ہاتھ پکڑ لیا

اور سہارا لے کر کہا کہ آپ بوڑھے ہیں ایسا نہ ہو کہ آپ مجھے نکالتے نکالتے خود بھی اس میں گر جائیں۔اس نے کہا کہ ''نہیں'' اور مجھے کھینچ کر باہر نکال دیا اور خود آگے کو چل پڑے۔ میں نے پیچھے سے آواز دی کہ ذرا ٹھہریں۔ مجھے بتائیں کہ آپ کون ہیں؟ مگر انہوں نے کوئی جواب نہ دیا۔اس پر میں ان کے پیچھے پیچھے چل پڑا۔ وہ ایک مسجد میں گئے اور وہاں نماز ہو رہی تھی اور اس میں شامل ہونے لگے۔ میں نے کہا مہربانی فرما کر مجھے تو بتلائیں کہ آپ کون ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ نماز ہو رہی ہے نماز میں شامل ہو جاؤ۔ میں نے کہا کہ میں گندگی سے بھرا ہوا ہوں۔ میں کیسے شامل ہوسکتا ہوں؟ انہوں نے فرمایا کہ کنواں پاس ہے نہالو اور شامل ہو جاؤ۔ چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا اور جماعت میں شامل ہو گیا۔ جب سلام پھیرا تو میری آنکھ کھل گئی۔اس جماعت میں ایک امام تھا اور میرے علاوہ دو مقتدی اور تھے۔ان میں سے ایک وہ تھا جس نے مجھے باہر نکالا تھا۔اس خواب کے بعد میں تو بری ہو گیا اور باقیوں کو سزا ہو گئی۔ بری ہونے کے بعد میں نے ملازمت سے استعفیٰ دے دیا اور اس فکر میں گھومتا رہا کہ معلوم کروں کہ وہ کون شخص تھا جس نے مجھے گندگی سے نکالا اور امام کون تھا جس نے نماز پڑھائی تھی؟ میں اب پیروں اور فقیروں کے پاس جا کر اس شخص کی تلاش کرتا رہا۔کافی دیر تک گھوما مگر مجھے اس شخص کا پتہ نہ لگا۔اس اثناء میں مَیں چاچڑاں شریف گیا اور پیر غلام فرید صاحب سے ملاقات کی۔ان کو دیکھتے ہی میں نے پہچان لیا کہ یہ شخص مقتدیوں میں سے ایک ہے۔ میں نے ان کی خدمت میں سارا واقعہ سنایا اور سوال کیا کہ آپ بتائیں کہ مجھے کس شخص نے نکالا تھا اور امام کون تھا؟ انہوں نے فرمایا کہ نکالنے والا ابنّی ضلع گجرات میں رہتا ہے اور متصل تھانہ پولیس ایک پہاڑی میں اس کا قیام ہے۔ میں نے اتنا ہی سنا تھا کہ چل پڑا۔اس خوشی میں امام کے متعلق میں نے سوال نہ کیا اور یہ خیال کیا کہ اس شخص سے ہی امام کے متعلق

دریافت کرلوں گا۔ مَیں جب بنّی میں پہنچا تو پولیس کی چوکی سے اس شخص کے متعلق دریافت کیا۔ انہوں نے بتایا کہ اس پہاڑی میں فقیر رہتا ہے جس کو دو وقت کھانا ہم بھیجتے ہیں۔ میں اس فقیر کو جا کر ملا۔ میں نے فوراً پہچان لیا کہ یہ وہی شخص ہے جس نے مجھے اس گندگی سے نکالا تھا۔ میں نے اس سے دریافت کیا مگر اس نے کوئی جواب نہ دیا کیونکہ وہ مجذوب تھا۔ میں نے اسے دبانا شروع کر دیا۔ دن کو کھانا گاؤں سے جا کر کھا آتا اور پھر اس کے پاس جا کر اسے دبانے لگ جاتا۔ اس حالت میں مجھے کچھ دن گزر گئے۔ ایک دن اس نے آنکھ کھولی اور پوچھا کہ کیا کہتا ہے میں نے اسے تمام ماجرا سنایا اور پوچھا کہ آپ فرمائیں کہ وہ امام کون ہے اس نے کہا کہ ''گھبرانا نہیں چاہئے وہ مل جائے گا'' یہ کہہ کر وہ خاموش ہو گئے پھر کچھ عرصہ تک میں دباتا رہا۔ پھر ایک دن انہوں نے آنکھ کھولی۔ میں نے پھر وہی سوال کیا۔ انہوں نے پھر وہی جواب دیا اور خاموش ہو گئے۔ میں گھبرا گیا اور دل میں خیال کیا کہ چاچڑاں شریف والوں سے ہی دریافت کر لیتا تو اچھا تھا۔ چنانچہ پھر چاچڑاں شریف گیا۔ وہاں جا کر معلوم ہوا کہ پیر غلام فرید صاحب کا انتقال ہو گیا ہے۔ ناچار پھر واپس آیا۔ جب میں یہاں پہنچا تو معلوم ہوا کہ یہ مجذوب صاحب بھی فوت ہو گئے ہیں۔ اس پر میں بہت گھبرایا اور پریشانی کی حالت میں اس امام کی تلاش کرنے لگا۔ اس تلاش میں قریباً دو سال گزر گئے۔ میرے ضلع جھنگ میں مربعے ہیں اور وہاں خان محمد افضل صاحب خان صاحب ڈپٹی کمشنر ہیں۔ انہوں نے مجھے کہا کہ اتنا عرصہ آپ نے تلاش کی ہے۔ کیا قادیان میں جو مرزا صاحب ہیں ان کو بھی دیکھا ہے میں نے کہا نہیں۔ انہوں نے کہا ممکن ہے وہی ہو۔ اس لئے میں اب قادیان جا رہا ہوں۔ اس پر میں نے اس کو تبلیغ کرنا شروع کی مگر اس نے کہا کہ ہزار تبلیغ کرو۔ میں تو سوائے اس امام کے اور کسی کی بیعت نہیں کروں گا۔ جب ہم بٹالہ پہنچے تو ایک مسجد میں نماز کے لئے گئے۔ اس نے

اپنا بستر ہ میرے سپرد کیا اور آپ پیشاب کے لئے گیا۔ میں نے نماز پڑھی اور اس کا انتظار کیا مگر وہ بہت دیر کے بعد آیا۔ میں اسے غصے ہوا اور کہا کہ اتنی دیر میں تو میں نے قادیان پہنچ جانا تھا۔ اس نے کہا کہ جب میں پاخانہ پھرنے جاتا ہوں تو میری مقعد باہر نکل آتی ہے اور پھر میں اس دوائی سے جس پر میرا اسوا روپیہ روز خرچ ہوتا ہے صاف کر کے اندر کرتا ہوں اس لئے مجھے دیر ہو جاتی ہے۔ اس کی یہ حالت دیکھ کر مجھے رحم آیا اور میں خاموش ہو گیا اور اسے کہا کہ نماز پڑھ لو پھر چلیں گے۔ چنانچہ اس نے نماز پڑھی پھر ہم چل پڑے۔ جب قادیان پہنچے تو مہمان خانہ میں ٹھہرے۔ دوسرے دن حضرت اقدس نماز ظہر کے لئے تشریف لائے مگر وہ بیچارہ اپنی بیماری کی وجہ سے جلد فارغ نہ ہو سکا۔ اس روز حضور پھر تشریف نہ لائے۔ دوسرے دن جب تشریف لائے تو وہ شخص پھر بھی موجود نہ ہو سکا لیکن نماز کے ختم ہونے پر پہنچ گیا اور حضرت صاحب کو دیکھتے ہی چلا اٹھا کہ میری مراد آج پوری ہو گئی جس کے لئے میں مدت سے سرگردان تھا۔ پھر اس نے حضرت صاحب کو اپنا تمام واقعہ کھڑے کھڑے سنایا اور اپنی بیماری کا بھی ذکر کیا اور دعا کے لئے بھی درخواست کی اور اسی وقت بیعت بھی کر لی۔ بیعت کے بعد حضورؑ نے اسے کہا کہ اب آپ کا کیا ارادہ ہے۔ ٹھہرنے کا یا چلے جانے کا اس نے کہا کہ اب تو میں آپ کی بیعت میں ہوں۔ اب ارادہ آپ کا ہے میرا کچھ نہیں۔ جب تک حضور کی طرف سے حکم نہیں ہوگا میں نہیں جاؤں گا۔ میں وہاں تین چار روز رہا۔ اس عرصہ میں وہ کہتا تھا کہ اب میری بیماری روپے میں سے چار آنہ باقی رہ گئی ہے۔ پھر میں چلا آیا۔

(4) ایک دفعہ جب کہ میں بھوچرا بنگلہ نہر لوئر جہلم ضلع سرگودہا میں تھا کہ ایک سب ڈویژنل افسر مسٹر ہاورڈ میرے خلاف ہو گیا۔ جس کی وجہ یہ تھی کہ وہ بد یانت تھا اور پہلے کلرک کے ساتھ مل کر کھایا کرتا تھا مگر جب میں گیا تو میں نے ایسے بل بنانے سے انکار کر دیا اور

کہا آپ مئیر منٹ بک (Mesurement book) میں درج کر کے دے دیں۔ مَیں بل بنا دوں گا لیکن کتاب میں مَیں درج نہیں کروں گا۔اس پر وہ بگڑ گیا اور میرے خلاف رپورٹ کر دی اور مجھے معطل کر دیا۔ وجہ یہ لکھی کہ میں اس کو بدمعاشی کی وجہ سے معطل کرتا ہوں لیکن افسر بالا نے لکھا کہ اس پر چارج شیٹ لگاؤ اور جواب لے کر بھیجو۔ اس وقت جو جرم مجھ پر لگایا گیا وہ کوئی بھی جرم نہ تھا بلکہ اس قسم کی باتیں تھیں کہ اس نے فلانے کاغذ پر دستخط کئے ہیں لیکن لفظ پڑتال نہیں لکھا۔ ایسی باتوں کا میں نے مدلل جواب دے دیا۔ خیر کیس چل پڑا اور تین مہینہ تک چلتا رہا۔ میں نے حضرت اقدس کی خدمت میں دعا کے لئے درخواست کی۔ حضور کی طرف سے ایک کارڈ پر جواب آیا کہ ''دعا کی ہے۔ اللہ تعالیٰ رحم کرے گا''۔ اتفاق سے یہ خط ایک شخص پرسرام اوورسیئر کے ہاتھ آ گیا اور اس نے پڑھ لیا۔ اس نے مجھے آ کر کہا کہ مقدمہ آپ کے حق میں ہو گیا ہے اور آپ بری ہو گئے ہیں۔ میں حیران ہوا اور پوچھا کہ آپ کو کیسے علم ہوا اس نے وہ کارڈ مجھے دیا اور کہا اس پر لکھا ہوا ہے۔ میں نے اسے پڑھا اور کہا کہ یہاں تو یہ نہیں لکھا کہ آپ بری ہو گئے ہیں۔ وہ بولا کہ اتنے بڑے خدا کے بندے نے آپ کے لئے دعا کی ہے۔ بھلا اب کیسے ہو سکتا ہے کہ آپ بری نہ ہوں۔ چنانچہ اس خط کے مطابق تھوڑے ہی عرصہ کے بعد میں بری ہو گیا اور باوجود اس بات کے کہ میں کلرک تھا اور جھگڑا ایک انگریز سب ڈویژنل افسر کے ساتھ تھا۔ مگر اس مقدمہ کی تفتیش کے لئے سپرنٹنڈنٹ اور چیف انجینئر مسٹر بینٹن تک آئے اور خوب اچھی طرح سے انکوائری کی اور مجھے بری کیا۔''

(رجسٹر روایات صحابہ غیر مطبوعہ جلد 10 صفحہ 47 تا 59)

(خودنوشت حالات حضرت ملک برکت علی صاحب مورخہ 10 جون 1939)

پیدائش

حضرت ملک عبدالرحمن خادم صاحب حضرت ملک برکت علی صاحب رضی اللہ عنہ کی بیوی محترمہ فیروز بیگم صاحبہ کے بطن سے نومبر 1910ء کو پیدا ہوئے۔ آپ کا نام آپ کے والد بزرگوار نے ہی تجویز کیا تھا۔

خادم صاحب کی پیدائش سے قبل الٰہی بشارت

حضرت ملک عبدالرحمٰن خادم صاحب مرحوم کی پیدائش سے قبل آپ کے والد محترم حضرت ملک برکت علی صاحب رضی اللہ عنہ کو خدا تعالیٰ نے الہاماً یہ خبر دی تھی کہ

''میں تجھے مردوں کو زندہ کرنے والا لڑکا عطا کروں گا۔''

چنانچہ اسی طرح ہوا اور خادم صاحب مرحوم کی زندگی کا ایک ایک لمحہ یہ شہادت دے رہا ہے کہ آپ نے یہ الہام سچا کر دکھایا اور ہزاروں روحوں کو احمدیت میں داخل کر کے ان میں زندگی کی نئی روح پھونک دی۔

اے خدا بر تربت او ابر رحمتہا ببار
داخلش کن از کمال فضل در بیت النعیم

بچپن

حضرت ملک عبدالرحمن صاحب خادم صاحب کا شمار ان افراد میں ہوتا ہے جن کا بچپن ہر قسم کی غلطیوں اور اعتراضات سے پاک ہوتا ہے۔

چنانچہ محترم راجہ علی محمد صاحب جو کہ آپؓ کے بہنوئی بھی تھے اور آپ کے بعد گجرات ضلع کے امیر جماعت بھی مقرر ہوئے۔ حضرت ملک صاحبؓ کے حالات زندگی لکھتے ہوئے فرماتے ہیں کہ۔

''اُن کی طفولیت فضول لہو ولعب بے مقصد کھیل کود ناہموار طفلگی اور ضروری محنت اور

مشقت سے جی چرانے کے عیوب سے پاک تھی۔ابھی وہ اس عہد غیر معتدل سے پورے طور پر نکلنے بھی نہ پائے تھے کہ ان کو اہم دینی کتابوں اور اپنے سلسلہ احمدیہ کے روح پرور پاکیزہ مزکی لٹریچر کے مطالعہ کا ہمہ تن مصروف اور خودفراموش شائق پایا گیا۔جس کی بدولت اللہ تعالیٰ کے فضل واحسان سے عالم جوانی میں انہوں نے اپنے نفس کو تہذیب کامل سے آراستہ کرلیا۔ گویا کہ عنفوان شباب سے ہی ذاتی ذمہ داری کا احساس اخلاقی قدروں کا احترام واکرام۔ان کا شعار اور طرۂ امتیاز تھا۔گو عمر میں تو اس وقت وہ چھوٹے تھے مگر علم وعقل ودانش اور اخلاقی میزانوں اور ذمہ داریوں کے جائزہ اور محاسبہ میں ان کا نفس اکثر سال خوردہ لوگوں سے بہت اونچے مقام پر پہنچ گیا تھا۔ یہ حقیقت ہے کہ نہ کسی نے ان کی طفلگی دیکھی اور نہ کبھی کسی نے اطوار کے لحاظ سے ان کو طفل پایا۔شروع سے ہی ہمیشہ ایک مرد عاقل وعاقبت اندیش کی مانند علمی مجالس اور مذاکرات اور پاک وبے عیب مصالحانہ صحبتوں میں رہ کر تحصیل علم کا شوق اور اخلاقی مذہبی مسائل پر ازخود غور وفکر کرنا ان کا مسلک زندگی رہا۔

(بحوالہ رسالہ الفرقان خادم نمبر صفحہ 33)

تعلیمی زمانہ

حضرت ملک عبدالرحمن صاحب خادم نے ابتدائی تعلیم مشن ہاؤس مشن ہائی سکول گجرات میں حاصل کی۔میٹرک میں آپ مشن سکول سے مقامی گورنمنٹ انٹرمیڈیٹ کالج (زمیندارہ کالج گجرات) میں چلے گئے۔

1926-27ء میں آپ نے امتیازی شان سے میٹرک کا امتحان پاس کیا اس دوران میں آپ دینی تعلیم بھی حاصل کرتے رہے کئی مختلف علماء کے ساتھ کامیاب مناظرے کیے اور اہل پیغام کے جواب میں ایک رسالہ ''نیر صداقت'' کے نام سے لکھا جو انجمن احمدیہ گجرات کی

طرف سے شائع ہوا۔

1929ء میں آپ نے اسی کالج سے انٹرمیڈیٹ کا امتحان پاس کیا اور گورنمنٹ کالج لاہور میں بی اے کا داخلہ لے لیا۔

ملک عبدالباسط صاحب پسر جناب خادم صاحب مرحوم آپ کے حالات زندگی لکھتے ہوئے فرماتے ہیں۔

''آپ سناتے تھے کہ اس وقت سارے کالج میں صرف میں اکیلا مسلمان لڑکا تھا۔ جس نے داڑھی رکھی ہوئی تھی۔ اس وقت تک دینی میدان میں بھی آپ نے کافی شہرت حاصل کر لی تھی۔ اور آپ دور دور جا کر احمدیت کے مخالفین سے مناظرے کرتے تھے۔ اور بڑے فخر سے فرماتے تھے کہ خدا تعالیٰ کے فضل سے مجھے کبھی بھی شکست نہ ہوئی تھی۔ بلکہ ہمیشہ ہی سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی خدمت میں کامیاب و کامران ہی واپس آتا تھا۔ اور شاید یہی وجہ تھی کہ حضور ایدہ اللہ بنصرہ کئی مناظروں کے لئے مجھے منتخب فرماتے تھے۔ آپ فرماتے تھے کہ اکثر مخالف مناظر مجھے دیکھ کر ہنس پڑتے تھے۔ کہ اس کل کے بچے نے ہمارے ساتھ کیا مناظرہ کرنا ہے۔ لیکن انہیں یہ نہیں معلوم تھا کہ بچہ اکیلا ہی نہیں ہے۔ بلکہ اس کے ساتھ احمدیت کی صداقت تمام احمدی جماعت اور خصوصاً حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی دعاؤں کی عظیم اور بے پناہ طاقت ہے۔''

(الفرقان خادم نمبر)

1930ء میں آپؓ نے گورنمنٹ کالج لاہور سے بی اے کا امتحان پاس کیا کیونکہ شروع ہی سے آپ نے آزاد طبیعت پائی تھی۔ اس لیے آپ ملازمت کی پابندیوں سے گھبراتے تھے۔ چنانچہ آپ نے اپنے لیے وکالت جیسا آزاد اور معزز پیشہ اختیار کرنے کا فیصلہ کیا اور لاء

کالج میں داخلہ لے لیا۔ 1933ء، 1934ء میں آپ نے وکالت کا امتحان پہ پاس کیا اور واپس گجرات آکر پریکٹس شروع کردی اور آخر تک بڑی کامیابی سے گجرات ہی میں پریکٹس کرتے رہے۔

محترم راجہ علی محمد صاحب سابق امیر ضلع گجرات آپ کے زمانہ طالب علمی پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں۔

سال 1927ء میں میری پہلی بیوی کے مرنے کے بعد میری دوسری شادی بزرگوارم حضرت ملک برکت علی رضی اللہ عنہ کی بڑی لڑکی جو ملک عبدالرحمن صاحب خادم کی حقیقی بڑی ہمشیرہ ہیں کے ساتھ ہوئی تب سے عزیز موصوف کے دم واپسین یعنی 31 دسمبر 1957ء تک ان سے میرے تعلقات ان کے خاندان کا ایک فرد ہونے کی حیثیت سے متواتر محبت اور شفقت اور باہم اکرام وتکریم کے رہے ہیں۔اس طرح جب اکیس سال پیچھے جائیں تو خادم صاحب کا وہ زمانہ سولہ سترہ سالہ لڑکپن کا زمانہ تھا۔کہ جب سے میں نے ان کو نہایت قریب سے دیکھا۔وہ اسوقت انٹرنس پاس کرکے ایف اے میں زمیندار کالج گجرات میں پڑھتے تھے۔ مگر اپنی تبلیغی لگن۔ذاتی سنجیدگی اور خود ضبطی کی وجہ سے اسوقت بھی وہ خاندان میں غیر معمولی طور پر عزت وتکریم کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ان کو اس وقت بھی صرف علمی باتوں میں دلچپی تھی اور علمی مجلسوں میں نہایت ذوق وشوق سے شامل ہوتے تھے۔اور سکول سے باہر تقریباً سارا وقت کتب بینی یا تبلیغی سرگرمی میں صرف کرتے تھے۔اپنی عمر کے تقاضا کے مطابق وہ کسی ایسے ماحول میں شاد و نادر ہی شامل ہوتے تھے۔ جہاں ان کے وقت کا ضیاع ہو۔یا یہاں اخلاقی ناہمواری کا امکان ہوان کا شغل مطالعہ اور بالخصوص اپنے سلسلہ کے لٹریچر کا مطالعہ تھا۔(الفرقان خادم نمبر)

وکالت کی پریکٹس

مکرم عبدالرحمن خادم صاحب نے 1934ء میں لاء کالج لاہور سے وکالت کا امتحان پاس کر کے واپس گجرات میں آکر پریکٹس شروع کر دی اور آخر تک بڑی کامیابی اور محنت سے گجرات ہی میں پریکٹس کرتے رہے آپ گجرات کے بہترین وکیلوں میں شمار ہوتے تھے۔ آپ دیوانی اور فوجداری دونوں مقدمات کے اچھے وکیل مانے جاتے تھے۔ چونکہ خادم صاحب کو ہر وقت جماعت کی خدمت کی فکر ہوتی تھی اسی لیے اپنی اس وکالت کو بھی جماعت کے لیے ہی وقف کر رکھا تھا۔ جماعت کے اکثر مقدمات خادم صاحب ہی لڑا کرتے تھے۔ انہی خدمات سے آپ کی ایک بہت بڑی خدمت 1953ء کے حالات میں جماعتی موقف کو حکومت وعوام کے سامنے لانا بھی ہے۔ جس کا تذکرہ خاکسار علیحدہ آگے چل کر کرے گا۔

مکرم عبدالرحمن خادم صاحب کی زندگی کا ایک نہایت سبق آموز اور دلچسپ پہلو یہ بھی ہے کہ جہاں آپ ہمیشہ اپنے فرائض کو نہایت عمدگی سے ادا کرنے والے تھے کہ اگر جلسے جلوس بھی ہوں اور سڑکوں پر پتھراؤ ہو رہا ہو آپ کبھی بھی کورٹ مس (miss) نہیں کرتے تھے۔ وہاں آپ میں ایک نہایت عظیم خوبی یہ بھی تھی کہ جب بھی کبھی خلیفہ وقت کی طرف سے کوئی حکم آتا یا کوئی جماعتی ہدایت ملتی۔ آپ فوراً اس پر عمل کرتے اور اپنے تمام کام چاہے وہ انتہائی نجی نوعیت کے ہوں چھوڑ دیتے تھے۔

چنانچہ خادم صاحب کے پسر مکرم عبدالباسط صاحب اپنے ایک مضمون میں اسی نسبت سے واقعہ لکھتے ہیں کہ:۔

''ایک مرتبہ ایک موکل کی تاریخ تھی تاریخ سے ایک رات پہلے ابا جی (خادم صاحب) کو ربوہ پہنچنے کی چٹھی موصول ہوئی۔ آپ اسی وقت اٹھے اور آدھی رات کو ربوہ چلے گئے۔ صبح وہ

موکل آیا تو ابا جی کو گھر میں نہ پا کر بہت غصہ ہوا اور گالیاں بھی دیں۔ اتنے میں ہمارے پھوپھا مکرم راجہ علی محمد صاحب آ گئے انہوں نے اس کو سمجھایا اور واپس روانہ کر دیا۔ جب ابا جی (خادم صاحب) واپس آئے تو راجہ علی محمد صاحب نے یہ واقعہ آپ کے گوش گزار کیا اور کہا کہ آپ اس طرح نہ کیا کریں ....خادم صاحب نے فرمایا کہ مجھے اس کی پرواہ نہیں ہے۔ مجھے جتنی ضرورت ہوتی ہے اللہ مجھے دے دیتا ہے اور نومبر کے مہینے میں پچھلے 11 ماہ سے زیادہ دیتا ہے کیونکہ دسمبر میں جلسے کا خرچ اضافی ہوتا ہے پھر میں کیوں لالچ کروں۔''

گجرات کے دوسرے وکلاء بھی آپ کے بارے میں یہی کہتے تھے کہ تاریخ پہ پتہ نہیں خادم یہاں ہوگا یا ربوہ میں ہوگا۔ ان سب باتوں کے باوجود خادم صاحب ایک بہت کامیاب وکیل اور ذہین انسان تھے اور ثبوت اس کا یہ ہے کہ جتنا اعتبار اور اعتماد وکلاء میں سے خادم صاحب کو حاصل تھا وہ کسی اور کے نصیب میں نہ تھا۔

شادی

مکرم عبدالرحمن خادم صاحب کی شادی پہلی بھیت (یوپی) کے ایک مشہور خاندان میں خان بہادر محمد زمان جو اس علاقہ کے چیف کہلاتے تھے کی بیٹی زمانی بیگم سے ہوئی۔ 1936 میں خادم صاحب کی شادی کی پُرمسرت تقریب منعقد ہوئی۔

راجہ غالب احمد صاحب جو خادم صاحب کے بھانجے ہیں۔ اپنے انٹرویو میں خادم صاحب کے رشتے کے متعلق تفصیلات بتاتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ماموں جان (خادم صاحب) کا رشتہ اس فیملی میں اس طرح ہوا کہ خادم صاحب اور گیانی واحد صاحب تبلیغ کے دورے کے سلسلے میں بھیت (یوپی) کے علاقے میں گئے تھے اور اسی طرح اس خاندان سے تعارف حاصل ہوا۔ واپسی میں گیانی واحد صاحب نے خادم صاحب سے بات کی کہ تم کو

شادی تو کرنی ہے تو کیا خیال ہے اس خاندان میں بات چلائی جائے .... خادم صاحب نے کہا کہ وہ لوگ تو بہت اونچے خاندان کے ہیں اور ہم لوگ زمیندار ہیں یہ کیسے ممکن ہے کہ ہمارا طبقہ اور رہن سہن بھی مختلف ہے۔ گیانی واحد صاحب نے کہا کہ ہماری جماعت میں اس طرح کی کوئی بات نہیں ہوتی .... میں بات کرتا ہوں خادم صاحب نے کہا کہ مجھے نہیں پتا آپ خلیفۃ المسیح سے بات کریں وہ جو فیصلہ فرمائیں گے میں مانوں گا چنانچہ گیانی واحد صاحب نے حضور سے کی بات۔ حضور نے فرمایا ٹھیک ہے آپ بات کرلیں۔ اس پر گیانی واحد صاحب نے خادم صاحب سے بات کی تو خادم صاحب نے کہا مجھے منظور ہے............ پھر گیانی واحد صاحب نے ان سے بات کی اور اس طرح بات حضور تک فیصلے کے لیے پہنچی۔ حضور نے رضامندی کا اظہار فرمایا اور اس طرح خادم صاحب کا رشتہ خان بہادر زمان محمد صاحب کی بیٹی زمانی بیگم سے طے پایا۔

زمانی بیگم

راجہ غالب احمد صاحب فرماتے ہیں کہ ”ہماری ممانی (زمانی بیگم) اس لحاظ سے بہت ہی عظمت والی خاتون تھی کہ ایک عظیم الشان محل سے اور نہایت عمدہ رہن سہن ایک دیہاتی ماحول میں اچانک آئیں اور بالکل اپنے آپ کو اس کے مطابق ڈھال لیا اور یہ دیکھ کر ہمیں بہت حیرانی ہوتی تھی۔“

ملک عبدالباسط صاحب اپنی والدہ کے بارے میں کہتے ہیں کہ ہماری والدہ بہت سادہ طبیعت اور نیک دل خاتون تھی۔ ہمیشہ جماعت سے وابستہ رہیں اور ہمیں بھی اس بات کی نصیحت کیا کرتی تھی اسی نسبت میں ایک واقعہ بیان کرتا ہوں جب 1974ء میں جماعت کو غیر مسلم قرار دیا گیا تو میری والدہ کو کسی نے خبر دی کہ میرے چھوٹے بھائی ملک عبدالماجد نے

جو کہ آرمی میں ملازمت کرتا تھا خود کو غیر احمدی شمار کیا ہے۔ ہماری والدہ یہ خبر سن کر سخت بے چین ہو گئیں اور فوراً مجھے اس بارے میں معلوم کرنے کے لیے روانہ کر دیا۔ میں جب اپنے بھائی کے پاس پہنچا اور تحقیق کی تو پتہ چلا کہ وہ خبر غلط تھی۔ میں نے اپنی والدہ کو آ کر تمام حقیقت بتائی تو پھر ان کو سکون آیا۔

وفات محترمہ زبانی بیگم صاحبہ خادم صاحب کی وفات کے بعد تقریباً 40 سال تک زندہ رہیں اور اپنی اولاد کی بہترین تربیت کی۔ آپ کی وفات 1996ء میں ہوئی۔

جماعتی عہدے

ملک عبدالرحمن خادم گجراتی صاحب باوجود وکالت جیسے مصروف پیشہ سے منسلک ہونے کے جماعتی فرائض کو کبھی فراموش نہیں کرتے تھے۔ بلکہ آپ کی اولین یہ کوشش ہوتی تھی کہ پہلے جماعتی فرائض ادا کریں اس کے بعد اپنے نجی کام کریں۔

خادم صاحب کی انہی خوبیوں کے پیش نظر ایک لمبے عرصہ تک آپ کو گجرات ضلع کی امارت کا حقدار ٹھہرایا گیا اور امیر جماعت شہر و ضلع گجرات کی حیثیت سے بھی خادم صاحب کا ذکر بعض ان کی خصوصیات کی وجہ سے ضروری معلوم ہوتا ہے۔

راجہ علی محمد صاحب جو خادم صاحب کی وفات کے بعد گجرات کے امیر مقرر ہوئے خادم صاحب کی امارت کی خوبیاں بیان کرتے ہوئے اپنے ایک مضمون میں تحریر کرتے ہیں کہ

”خادم صاحب سال 1944ء سے برابر جماعت امیر جماعت شہر گجرات اور بعد میں امیر ضلع گجرات بالاتفاق بلا کسی خفیف تردد یا امکاناً شکایت کے منتخب ہوتے چلے آئے ہیں۔ اس کی وجہ ظاہر ہے خادم صاحب کا مقام کیا بلحاظ ایثار و قربانی اور کیا بلحاظ علم و فضیلت اور کیا بلحاظ خلوص و نمونہ پرہیزگاری اتنا اونچا تھا کہ کسی کے دل میں ان کے خلاف کوئی بھی تردد یا شکایت

پیدا ہی نہ ہوسکتی تھی۔ان کی خدمات کی پوری تفصیل پیش کرنا نہ میرا مقصد ہے اور نہ ہی میں کرسکتا ہوں۔لیکن میں صرف چند موٹی موٹی خصوصیات بطورذکر بقائے خیر کہ عرض کروں گا۔

وہ عالم دین تھے اور انہوں نے بے دریغ اپنی صحت وتوانائی کا لحاظ کیے بغیر اپنے اس رزق خداداد کو جماعت پر جو ان کی تربیت ان کی زیر تربیت تھی خرچ کیا ہے۔ وہ امیر شہر گجرات تو 1944ء میں منتخب ہوئے لیکن قران شریف کا درس دینا انہوں نے اس سے پہلے سے شروع کر دیا تھا۔خادم صاحب کے عہد امارت کی یہ بھی ایک خصوصیت ہے اور اس لیے قابل ذکر ہے کہ ان کے عام عہد امارت میں عام طور پر مرکز سے مبلغ یا مناظر منگوانے کی کم ہی ضرورت پڑی۔ وہ ان تمام ضروریات پر خود حاوی تھے گویا اپنی زیر امارت جماعتوں کے انتظامی نگران کے علاوہ ایک عالم دین یا مبلغ کی حیثیت سے بھی خدمت کرنے کی خصوصیت ان کو حاصل تھی۔علاوہ ازیں ضلع کے صدر مقام پر ان کی موجودگی جماعتی وقار کا موجب تھی۔ عالم تھے اور صائب الرائے تھے اور پبلک کے معزز طبقہ میں اصابت رائے کی بدولت ایک ممتاز شخصیت کے مالک تھے۔ان کا یہ اثر ورسوخ اور قانون دانی ایک ایسا سرمایہ تھا جس سے ضلع کی بیرون جماعتیں اور دیگر احمدیہ احباب متمتع ہوتے تھے اور ان کے ممنون احسان تھے ....ان کے 14 سالہ عہد کی امارت میں جہاں تک میں نے سنا ہے اور جیسا کہ مجھ کو معلوم ہوا ہے کبھی بھی کوئی ایسا اہم معاملہ پیش نہ آیا جس کو انہوں نے بروقت خود نہ سنبھال لیا ہو یا جس کو خود ہی خوش اسلوبی کے ساتھ طے نہ کیا ہو۔‘‘

جماعتی خدمات

ملک عبدالرحمن صاحب گجراتی نے اپنے لیے خادم تخلص چنا اور یہ حق ہے کہ آپ نے خادم کہلانے کا حق ادا کر دیا۔آپ خادم رہے زندگی بھر اسلام کے خادم رہے۔احمدیت کے خادم

رہے۔ مسلمانوں کے خادم رہے۔غرض دنیا کے ہر طبقہ کے خادم رہے انہوں نے صحیح معنوں میں اپنے آپ کو سلسلہ کی خدمت کے لیے وقف کیا ہوا تھا۔اول سے آخر تک اس عہد پر کہ ''دین کو دنیا پر مقدم کروں گا'' قائم رہ کر خدمت دین بجالاتے رہے۔کبھی کوئی روک اس راہ میں ان کے لیے روک نہ بنی اور نہ ہی کوئی مشکل ہی مشکل بنی اور یہ خدمت بغرض ثواب اور خوشنودی اور رضائے مولا کریم بصدق دل اور مومنانہ جذبہ اور عزم کے ساتھ سرانجام دیتے تھے اور جس طرح ان کی زندگی کے شروع میں یہ جذبہ کارفرما تھا۔اسی طرح ان کے دم واپسین تک وہ ان میں مجزن رہا۔

مکرم مولانا ابوالعطاء صاحب خادم صاحب کی اسی خوبی کا ذکر کرتے ہوئے اپنے ایک مضمون میں تحریر فرماتے ہیں۔

''اخویم محترم خادم صاحب مرحوم ان نوجوانوں میں نمایاں ترین شخصیت تھے جو ہمہ تن دین کی خدمت کو اپنا مقصد قرار دے کر مخلصانہ جدوّ جہد میں مشغول ہو جاتے ہیں۔آپ نے ساری زندگی سلسلہ کے سچے غیّور فرزند کے طور پر بسر کی ہے۔۔۔۔۔۔باوجود یہ کہ آپ گجرات میں بطور وکیل پریکٹس کرتے تھے مگر جب بھی سلسلہ کو کسی جگہ آپ کی ضرورت پیدا ہوئی آپ نے بلا تامل اُس کے لئے لبّیک کہا اور ہمیشہ پورے جوش اور خلوص سے خدمت کی۔جزاہ اللہ عن الاسلام والمسلمین خیراً۔(الفضل روزنامہ ربوہ مورخہ 7 جنوری1958ء)

لاہور میں سیرت النبیؐ کا عظیم الشان جلسہ۔مختلف مذاہب کے معززین کی دلچسپ تقریریں

خدا تعالیٰ کے خاص فضل سے لاہور میں سیرت النبیؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جلسہ بہت کامیاب ہوا۔

جلسہ کے صدر لالہ رام چند صاحب منجندہ ایڈووکیٹ تھے۔ جو لاہور کے مشہور مورخ وادیب ہیں۔ اور جو گذشتہ کئی سالوں سے تحریک یوم النبیؐ میں بہت نمایاں حصہ لے رہے ہیں۔ ٹاؤن ہال جس میں 2 بجے جلسہ کی کارروائی شروع ہوئی۔ حاضرین سے کھچا کھچ بھر گیا تھا۔ سٹیج کے اردگرد ہندو، مسلم، سکھ، عیسائی معززین بڑی توجہ سے تمام تقریروں کو جلسہ کے اختتام تک سنتے رہے۔ اور تقریروں کا معیار بہت ہی بلند تھا۔ انجمن احمدیہ لاہور کے سابق امیر اور جماعت احمدیہ کے مایہ ناز فرزند چوہدری ظفر اللہ خان صاحب نے بھی ایک برجستہ تقریر فرمائی اور مجموعی طور پر ان تقریروں کے نتیجہ میں خدا تعالیٰ کے فضل سے آنحضرت ﷺ کی عظمت ،آپ کی خدمات نوع انسانی کے لئے اور آپ کا کامل اسوہ حاضرین کے دلوں پر اچھی طرح منقش ہو گیا۔

ملک عبدالرحمٰن صاحب خادم صاحب کی تقریر

ملک صاحب نے اپنے مخصوص اور جوشیلے پیرایہ میں فرمایا ہم مسلمان مجبور ہیں کہ دوسرے مذاہب کے بزرگوں کی عزت کریں۔ کیونکہ اگر ہم ایسا نہ کریں۔ تو ہمارا آقا ہم سے ناراض ہوتا ہے۔ اسلام کی اشاعت تلوار سے ہوئی لیکن یہ تلوار مسلمانوں کی تلوار نہ تھی۔ بلکہ اس کے دشمنوں کی تلوار تھی۔ جس نے مسلمانوں کا ناحق خون گرایا اور اس ظلم سے دوسروں کے دل پگھل اٹھے اور وہ اسلام میں داخل ہو گئے۔

(الفضل 2 دسمبر 1934ء)

ریاست پٹیالہ اور فرقہ وارانہ ملازمتیں

18 اگست 1934ء فائننس منسٹر ریاست پٹیالہ نے فائننس اور اکونٹنٹ جنرل دفتروں کے متعلق یہ اعلان نافذ کیا ہے کہ اس حقیقت کے پیش نظر کہ ان دونوں دفتروں کی ملازمتوں

میں مسلمانوں اور سکھوں کا عنصر بہت کم ہے۔ آئندہ خالی آسامیوں پر ان دونوں قوموں کے افراد کا تقرر عمل میں لایا جائے۔ اس حکم کے ماتحت میں چند معروضات پیش کی جاتی ہیں۔ امید ہے افسران متعلقہ ہمدردانہ غور فرما کر مسلم رعایا پٹیالہ کو شکر گذاری کا موقعہ دیں گے۔

ریاست پٹیالہ کی کل آبادی پندرہ لاکھ کے قریب ہے۔ جس میں مسلم آبادی سکھوں اور ہندوؤں کی مجموعی تعداد کے برابر ہے۔ اور ریاست کی کل آمدنی ایک کروڑ ساڑھے سینتیس لاکھ میں سے نصف مالیہ تقریباً مسلمانوں کے پاس سے آتا ہے۔ لہذا عین مناسب ہوگا اگر سرکار پٹیالہ چھوٹی اور بڑی ملازمتوں میں مسلم آبادی کا تناسب ملحوظ رکھے اور اسی تناسب کے مطابق کلرک، گزیٹڈ افسران اور وزرا منتخب کئے جائیں۔ مسلمان وزرا کی اس لئے بھی ضرورت ہے کہ اس وقت سب کے سب وزرا غیر مسلم ہیں۔ جس سے اس حکم کی پوری تعمیل ہونی ناممکن ہے۔

اس کے علاوہ مہاراجہ صاحب پٹیالہ کی خدمت میں یہ بات بھی مؤدبانہ عرض کی جاتی ہے کہ اس حکم کو کسی خاص محکمہ تک محدود نہ رکھا جائے بلکہ سب پر حاوی کیا جائے کیونکہ مسلمان ملازم ہر محکمہ میں بہت کم ہیں۔ یہ امر بھی خاص توجہ کا محتاج ہے کہ یہ حکم محض سکھوں کے فائدہ کے لئے استعمال نہ کیا جائے بلکہ مسلمانوں کو بھی اس سے فائدہ پہنچایا جائے کیونکہ ملازمتوں میں مسلمانوں کی نمائندگی سکھوں سے بھی کم تر ہے۔ بحالیکہ آبادی اور ادائیگی مالیہ کے لحاظ سے مسلمان سکھوں سے کئی گنا زیادہ ہیں۔

آخیر میں یہ التماس ہے کہ اس حکم کو عملی جامہ پہنانے کے لئے کوئی خاص ذریعہ اختیار کیا جائے۔ اسی ذیل میں مناسب ہوگا کہ سہ ماہی، ششماہی یا سالانہ رپورٹ اخبارات میں پبلک کی آگاہی کے لئے شائع کرائی جائے۔ (الفضل 28 اگست 1934ء)

ملک عبدالرحمٰن صاحب خادم کی بنگلور آمد

چونکہ جماعت بنگلور کو غیر احمدیوں کی طرف سے مناظرہ کا چیلنج موصول ہوا تھا۔اس لئے جماعت مذکور نے چیلنج منظور کرتے ہوئے بتوسط الحاج مولوی عبدالرحیم صاحب نیر نظارت دعوت وتبلیغ سے ایک مناظر کی درخواست بذریعہ تار کی۔ چنانچہ ملک عبدالرحمٰن صاحب خادم بی اے اس غرض کے لئے 29 اگست کو سکندر آباد پہنچ گئے۔ جہاں جماعتہائے سکندر آباد حیدر آباد نے اسٹیشن پر ان کا استقبال کیا۔خادم صاحب نے یکم ستمبر ینگ مین ایسوسی ایشن کے ہفتہ واری اجلاس میں صداقت مسیح موعود علیہ السلام پر ایک نہایت مدلل تقریر کی۔ جو بے حد مقبول ہوئی۔ احمدیہ جوبلی ہال جہاں یہ تقریر ہوئی قریباً قریباً حاضرین سے پُر تھا۔اس کے بعد 2 ستمبر سے 5 ستمبر تک خادم صاحب روزانہ پانچ بجے سے سات بجے شام تک احمدیہ جوبلی ہال میں مختلف الخیال لوگوں سے تبادلہ خیالات کیا۔خادم صاحب نے آصفیہ لائبریری کی بعض نادر کتب کا مطالعہ بھی کیا۔اور کچھ حوالہ جات قلمی کتب مثلاً دیلمی وغیرہ سے نکالے جو نہایت کارآمد اور مفید ہیں۔

جماعت احمدیہ حیدرآباد کا سالانہ جلسہ

جماعت حیدرآباد نے ملک صاحب کی آمد سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنا سالانہ جلسہ 6 ستمبر سے 9 ستمبر تک کیا۔اس جلسے کے تین اجلاس تو ساڑھے 4 سے ساڑھے 6 تک احمدیہ لیکچر ہال میں ہوا۔ان جلسوں میں علاوہ دوسرے مقامی مقررین کے ملک عبدالرحمٰن صاحب خادم بی اے اور الحاج مولوی عبدالرحیم صاحب نیر نے تقاریر فرمائیں۔ حاضرین بفضلہٖ تعالیٰ معقول رہی اور سامعین اچھا اثر لے کر گئے۔بعض حق پسند غیر احمدی احباب نے اظہار پسندیدگی بھی فرمایا۔ (الفضل 19 ستمبر 1933ء صفحہ 10)

ایک نہایت اہم تاریخی یادداشت

جولائی 1952ء کی بات ہے۔ کہ حضرت امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی منظوری سے ایک وفد مشتمل ہوا۔

1۔ جناب مولانا عبدالرحیم صاحب درد ایم۔ اے ربوہ

2۔ جناب شیخ بشیر احمد صاحب ایڈووکیٹ لاہور۔

3۔ جناب مولانا جلال الدین صاحب شمس ربوہ۔

4۔ جناب ملک عبدالرحمٰن صاحب خادم ایڈووکیٹ گجرات۔

5۔ خاکسار عاجز ابوالعطاء جالندھری ربوہ اس وقت کی مرکزی وزارت گورنمنٹ پاکستان سے ملنے اور جماعت کے بارے میں بعض غلط فہمیوں کو دور کرنے کے لئے بھیجا گیا تھا۔ اس وقت کے وزیر اعظم جناب خواجہ ناظم الدین صاحب نے اپنے ساتھی وزراء (1) جناب مشتاق احمد صاحب گورمانی (2) جناب فضل الرحمن صاحب بنگالی (3) جناب عبدالرب صاحب نشتر (4) اور اپنے پرائیویٹ سیکرٹری کی موجودگی میں ہمیں ملاقات کا موقعہ دیا اور قریباً تین گھنٹے تک ہماری معروضات پوری توجہ سے سنتے رہے۔ دوران گفتگو میں وزراء صاحبان کبھی کبھی بعض استفسار بھی فرماتے رہے۔

وفد کے قائد حضرت مولانا درد صاحبؓ نے پروگرام کے مطابق تعارف کرانے کے بعد ہم سب کو باری باری اپنے مقررہ موضوع کے بارے میں وضاحت کرنے کا ارشاد فرمایا تھا ہمارے وفد کے ارکان میز کے ایک طرف اور وزراء صاحبان دوسری طرف آمنے سامنے بیٹھے تھے۔ گفتگو اس طرح ہوئی تھی۔ کہ سب سے پہلے خاکسار نے اپنے ذمہ کے مضمون کے بارے میں پورے حوالہ جات پیش کئے۔ پھر جناب مولانا شمس صاحب نے اپنے مضمون

کے متعلق پورا پورا حق ادا فرمایا۔ پھر جناب ملک خادم صاحبؓ نے اپنے متعلقہ موضوع کی کامل اور پوری تشریح کی۔ پھر جناب شیخ بشیر احمد صاحب نے اپنے حصہ کے امور پر پوری روشنی ڈالی اور آخر میں جناب درد صاحبؓ مرحوم نے امور متفرقہ کو اپنے مخصوص انداز میں بیان فرمایا۔(الفرقان خادم نمبر)

1953ء کے حالات میں جماعتی خدمات

عبدالرحمن خادم صاحب بحیثیت ایک وکیل اکثر جماعتی مقدمات میں حصہ لیتے تھے۔ انہی خدمات میں سے ایک خدمت وہ بھی ہے جو آپ نے 1953ء کے حالات میں سرانجام دی۔1953ء کا سال تاریخ پاکستان میں اس لحاظ سے ایک غیر معمولی سال شمار ہوگا کہ اس میں اپنے آپ کو مسلمان سمجھنے اور کہنے والی ایک چھوٹی سی جماعت کو اختلاف مذہبی کی بنا پر مظالم کا تختہ مشق بنایا گیا اور اس کی تباہی اور بربادی کے لیے تمام طاقتیں جمع ہوگئیں اور فسادات کا وہ شدید طوفان اٹھا کہ جس کی نظیر صرف اور صرف ازمنۂ قرون وسطی میں ہی مل سکتی ہے۔

(تحقیقاتی عدالت کی رپورٹ پر ایک نظر۔مرتبہ جلال الدین شمس صفحہ 1)

ان حالات میں خدا کے شیر اور خالد احمدیت عبدالرحمن خادم صاحب نے اسلام و احمدیت کی وہ عظیم والشان خدمت سرانجام دی کہ آپ کا نام جماعت کی تاریخ میں ہمیشہ سنہری حروف سے لکھا جائے گا۔(انشاءاللہ)

تحقیقاتی عدالت میں جب ختم نبوت پر بحث چلی اور مخالفین نے قرانی حوالوں سے اور احادیث کے حوالوں سے اور دوسری دینی کتب کے حوالے سے یہ نتیجہ نکالا کہ نبوت اب ختم ہو چکی ہے اور انبیاء علیہم السلام کا سلسلہ حضور پر آ کر ختم ہو چکا ہے تو خادم صاحب نے اس کا جو جواب دیا اس کا ذکر رپورٹ میں اس طرح ہے کہ۔

''جماعت احمدیہ کے فاضل وکیل مسٹر عبدالرحمن خادم نے اس کے برعکس سورۃ 4 آیت، 69۔سورۃ 57 آیت 19۔سورۃ 7 آیت 35۔اور سورۃ 23 آیت 51 کے حوالے دیئے ہیں۔ جو درج ذیل ہیں۔

وَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَئِكَ رَفِيقًا (النساء70)

وَالَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ أُولَئِكَ هُمُ الصِّدِّيقُونَ وَالشُّهَدَاءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ لَهُمْ أَجْرُهُمْ وَنُورُهُمْ وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا أُولَئِكَ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ (الحدید 20)

يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا إِنِّي بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ (المؤمنون52)

(رپورٹ تحقیقاتی عدالت برائے تحقیقات فسادات پنجاب صفحہ 197۔198)

پھر جب تحقیقاتی عدالت میں یہ اعتراض پیش کیا گیا کہ احمدی اپنے بزرگوں کے لیے بعض ایسے القاب استعمال کرتے ہیں جن کو سن کر عام مسلمانوں کو تکلیف ہوتی ہے مثلاً ام المومنین، امیر المومنین رضی اللہ عنہ یا صحابہ کرام وغیرہ فاضل ججوں نے مسلمانوں کی اس شکایت کا ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے۔

''مسٹر عبدالرحمن خادم نے جنہوں نے کتب قدیمہ کی تلاش وتجسس میں بڑی محنت کی ہے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ ان القاب میں سے اکثر بعض اولیاء کے خاندانوں میں بھی استعمال کیے جا چکے ہیں جن میں احراری لیڈر صاحبزادہ فیض الحسن کا خاندان بھی شامل ہے اور دوسرے فرقوں کے لیڈروں اور پیروں کے لیے بھی یہ القاب استعمال کیے گئے ہیں، جن میں ایک احراری لیڈر چوہدری افضل حق بھی ہیں۔''

(حاشیہ رپورٹ تحقیقاتی عدالت صفحہ 210)

مولانا جلال الدین صاحب شمس آپ کی ان ہی خدمات کا تذکرہ کرتے ہوئے اپنے ایک مضمون میں لکھتے ہیں۔

''تحقیقاتی عدالت کے سلسلہ میں اُنہوں (خادم صاحب) نے ہمارے ساتھ چھ سات ماہ کام کیا۔ روزانہ گجرات سے لاہور آیا کئے اور آخری بحث میں بھی حصہ لیا۔ بحث کے لئے تحقیقاتی عدالت نے دوسروں کی نسبت ہمیں تھوڑا وقت دیا تھا۔ خادم صاحب مرحوم نے تھوڑے وقت میں میں نہایت قابلیت کے ساتھ دوسری پارٹیوں کے اعتراضات کے ایسے دندان شکن جوابات دئے کہ تحقیقاتی عدالت کے جج صاحبان بھی اس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ چنانچہ تحقیقاتی عدالت کے صدر (محمد منیر) نے اس امر کا ظہار کیا کہ خادم صاحب نے بہت اچھی بحث کی ہے۔'' (روزنامہ الفضل ربوہ 5 جنوری 1958ء صفحہ 8)

درس قرآن

مکرم راجہ علی محمد صاحب خادم صاحب کے متعلق لکھتے ہیں کہ

''وہ (خادم صاحب) عالم دین تھے اور انہوں نے بے دریغ اپنی صحت وتوانائی کا لحاظ کیے بغیر اپنے رزقِ خداداد کو جماعت پر جوان کے زیر تربیت تھی خرچ کیا۔ وہ امیر شہر گجرات تو 1944ء میں منتخب ہوئے لیکن قران شریف کا درس دینا انہوں نے اس سے پہلے 1940 سے شروع کر دیا تھا۔ محترم جناب چوہدری اعظم علی صاحب سشن جج ریٹایرڈ جو ان دنوں گجرات میں سینر سب جج تعینات تھے۔ اور 1944ء تک جماعت احمدیہ کے امیر شہر بھی رہے تھے چند روز ہوئے کے خادم صاحب مرحوم کی والدہ صاحبہ اور ان کے محترمہ اہلیہ صاحبہ کی خدمت میں تعزیت کے لئے تشریف لائے۔ اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے خادم صاحب کو قرآن

شریف کے فہم میں خاص ذوق عطا فرمایا تھا وہ نہایت محنت اور ذوق اور شوق سے درس قرآن مجید دیا کرتے تھے اور بعض اعلیٰ طبقہ میں سے غیر احمدی تعلیم یافتہ بھی درس میں التزاماً شامل ہو کر استفادہ کرتے تھے۔ 1944ء کے بعد نہایت ہی اہتمام کے ساتھ سوائے ایک دو سال کے جبکہ وہ اپنی شدید بیماری کی وجہ سے درس نہ دے سکے۔۔۔۔۔ وہ ہر سال رمضان کے مہینے میں پورے قران مجید کا درس ختم کیا کرتے۔ علاوہ ازیں اور واقعات میں بھی وہ قرآن شریف کا درس کئی سالوں تک دیتے رہے۔ سال گذشتہ 1957ء کے ماہِ رمضان المبارک کا جب درس شروع کیا تو اس کے پہلے خطبہ جمعہ میں جماعت کے احباب کو درس سننے کی تلقین کرتے ہوئے کہا کہ شروع میں مجھے اپنی بیماری اور ناتوانی کی وجہ سے کچھ تردد تھا کہ درس دینا شروع کروں یا نہ کروں لیکن آخر یہ سوچ کر پھر شاید یہ موقع ملے نہ ملے میں نے درس دینا شروع کر دیا۔ آپ لوگوں کو بھی چاہیے کہ فائدہ اٹھائیں شاید پھر آپ کو یہ موقع ملے یا نہ ملے۔ اب ایسا معلوم ہوتا ہے کہ نوجوان متقی امیر جماعت کے منہ سے نکلے ہوئے یہ الفاظ مشیت ایزدی کو لبیک کہہ رہے تھے۔ ایسی کرامت اُن کے حصے میں ہی آئی ہے جو اپنی زندگی میں دین کو دنیا پر مقدم کر کے تادمِ آخر صادق القول ثابت ہوئے ہیں۔''

(الفرقان خادم نمبر جنوری 1959ء صفحہ 35)

اسی طرح مکرم جمیل الرحمن رفیق صاحب اپنے ایک مضمون میں ایک واقعہ کا ذکر کچھ اس طرح کرتے ہیں کہ

''1951ء کے رمضان میں مَیں گجرات میں تھا۔ خادم صاحب مرحوم روزانہ فجر کی نماز کے بعد ایک پارے کا درس دیا کرتے۔ پہلے دن جب مَیں نے آپ کا درس سنا تو اس سے بہت متاثر ہوا۔ بڑے عمدہ اور سلجھے ہوئے انداز میں قرآن کے متعلق حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کے

بیان کردہ تفسیر کی روشنی میں بیان کرتے تھے گاہے گاہے کوئی لطیفہ بیان کردیتے جس سے مجلس کشت زعفران بن جاتی۔۔۔۔۔۔ایک دفعہ درس کے دوران ایسی بات بیان کی جو مجھے پہلے معلوم نہ تھی کسی آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے قتل لیکھرام کی پیشگوئی کا ذکر ہوا تو خادم صاحب نے بیان کیا کہ لیکھرام کے متعلق واضح طور پر پیشگوئی احادیث میں بھی آئی ہے یہ بات اس وقت میرے لیے نئی تھی اس وقت مَیں میٹرک میں تھا۔ بعد میں جب مَیں لاہور میں ایف ایس میں داخل ہوا تو میں نے خادم صاحب کو خط لکھ کر وہ حدیث دریاف کی جس کا انہوں نے درس میں ذکر کیا تھا۔ چنانچہ خادم صاحب نے وہ روایت مجھے لکھی اگرچہ اب سلسلہ کے لٹریچر کے مطالعہ سے معلوم ہو یہ حدیث ہماری لٹریچر میں پہلے سے موجود ہے۔ چنانچہ مولوی شیرعلی صاحب نے ریو آف ریلیجنز نومبر 1908ء کے پرچہ میں اپنے مضمون میں اسے درج کیا ہے لیکن سب سے پہلے میں نے یہ بات محترم خادم صاحب سے سنی۔ وہ حدیث یہ ہے

وفی اخر النهار صوت النهار صوت العین ابلیس ینادی الا ان فلانا قد قتل مظلوما لیشکل علی الناس یفتنهم فکم فی الیوم من شاك ت حیر فاذا سمعتم الصوت فی رمضان یعنی الاول فلاتشکوا انه صوت جنریل علامة ذلك انه ینادی باسم المهدی و اسم ابیه"

خادم صاحب نے بتایا کہ اس میں قتل لیکھرام کی طرف اشارہ ہے۔ انہوں نے بیان کیا کہ لیکھرام آخری دن کے حصہ میں قتل ہوا تھا۔ اُس وقت مخالفین نے شور مچایا کے بے گناہ مظلوم لیکھرام کو (حضرت) مرزا صاحب نے قتل قرار دیا۔ اس طرح بہت سے لوگ فتنہ میں پڑ گئے اور صداقت و پہچاننے میں اُن کو دقّت ہوگئی۔ خادم صاحب نے بتایا کہ رمضان والی آواز سے مُراد پیشگوئی لیکھرام ہے۔ کیونکہ یہ پیشگوئی حضور علیہ السلام نے رمضان میں کی

تھی۔۔۔۔۔۔بہرحال خادم صاحب بہت عمدہ دلچسپ طور پر قرآن کا درس دیا کرتے تھے اس لیے جب مَیں نے پہلے دن آپ کا درس سُنا اس کے بعد روزانہ کافی فاصلہ پیدل چل کر آپ کا درس سننے کے لیے جایا کرتا۔(روزنامہ الفضل ربوہ 9 جنوری 1958 صفحہ 5)

تقاریر۔اِنَّ مِنَ الْبَیَانِ لَسِحْرٌ

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے حضرت عبدالرحمٰن خادم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کو قوت بیانیہ سے وافر حصہ عطا ہوا تھا آپ پیچیدہ سے پیچیدہ مضمون کو بھی اتنے سہل انداز میں بیان کرتے کہ بالکل اَن پڑھ بھی آپ کی بات کو مکمل طور پر سمجھ جاتا تھا اور اعلیٰ تعلیم یافتہ لوگ بھی کما حقہ اس سے متمتع ہوتے۔آپ ہمیشہ کلم الناس علی قدر عقولهم کے تحت لوگوں سے مخاطب ہوتے۔الفاظ کی بندش اور بیان کی روانی قدرت نے آپ کو خوب عطا کر رکھی تھی۔آپ ہر مجلس میں اور ہر موقع پر مناسب حال تقریر کرتے ایسا کبھی نہ ہوا کہ آپ کی تقریر سن کر کوئی بیزاری محسوس کرے یا دوران تقریر گھبراہٹ کا اظہار کرے آپ کی تقریر اس قدر دلکش اور انداز تخاطب اس قدر پیارا ہوتا تھا کہ دل یہی چاہتا تھا کہ خطاب جاری رہے اور سنتے رہیں۔

آپ نے گجرات میں اور گجرات سے باہر بھی مختلف شہروں میں تربیتی اخلاقی اور جماعتی امور کے علاوہ اخلاقی مسائل پر بھی تقاریر کی عقائد اسلامیہ کے متعلق لیکچر دیے خدا کے فضل سے سامعین نے آپ کی تقریر کا ہمیشہ اچھے الفاظ میں ذکر کیا اور نہایت اچھا تاثر لیا۔آپ اپنی تقریر کے دوران ایسے ایسے معارف بیان کرتے کہ عقل دنگ رہ جاتی آپ کی تقریر کو سن کر ہر احمدی یوں محسوس کرتا جیسے اس نے کوئی تقویت بخش مشروب پی لیا ہے۔

خادم صاحب کی آخری تقریر

مکرم چوہدری مشتاق احمد صاحب باجوہ سابق وکیل زراعت اپنے ایک مضمون میں

لکھتے ہیں۔

''ملک صاحب مرحومؓ نے کمال حکمت سے اپنی تقریر کے لئے حضرت نبی کریم ﷺ کے اس احسان کا ذکر انتخاب فرمایا کہ کس طرح اللہ کریم نے آپ کے ذریعہ مرد وعورت دونوں کی عزت عصمت وعفت ونیک نامی کی حفاظت کا قانون جاری فرمایا۔آپ نے سورہ نور کی متعلقہ آیات تلاوت فرمائیں اور حضرت ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر بہتان اوران کی بریت اور آئندہ کیلئے اس برائی کے سد باب کے لئے الٰہی قانون کا ذکر فرمایا۔اس قانون کی روشنی میں آپ نے مصلح موعود ایدہ اللہ الودود کی خلافت پر بہتان تراشی کرنے والوں کا ذکر کیا۔اور بتایا کہ وہ کتنا بڑا ظلم کررہے ہیں۔اس ضمن میں آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات بھی پیش فرمائے۔

مکرم ملک صاحب مرحومؓ نے اس مبارک تقریب کے موقع پر نہ صرف اس دنیا کے محسن اعظم کو والہانہ انداز میں خراج عقیدت پیش کیا بلکہ ایسا موضوع چنا جو گذشتہ فتنہ مخرجین اور جماعتی تربیت کے لحاظ سے جماعت کیلئے مفید تھا۔ میں مکرم ملک صاحب مرحوم کے اس پر حکمت موضوع اور عالمانہ خطاب سے بہت متاثر ہوا۔اور اپنی صدارتی تقریر میں انہیں داد دی اور اس طرح میں نے درحقیقت سامعین کی ترجمانی کی۔''

(ماہنامہ الفرقان خادم نمبر صفحہ 5)

حضرت ملک عبدالرحمن خادم صاحب نے تقریر کرنا اپنے تعلیمی زمانہ سے شروع کیا تھا۔مگر جلسہ سالانہ میں آپ کی پہلی تقریر 1936 کو ہوئی۔جناب محمد رمضان صاحب پوسٹل پینشنر گجرات اپنے ایک مضمون میں تحریر کرتے ہیں۔

''جلسہ سالانہ پر جب سے آپ کی تقریر شروع ہوئی جلسہ سالانہ ایسا نہیں گذرا کہ آپ

مقررین میں شامل نہ ہوئے ہوں۔ گویا محض خدا تعالیٰ کے فضل سے آپ اول درجہ کے مقررین میں اپنا مقام رکھتے تھے۔ جلسہ سالانہ پر آپکی تقریر کا بڑے شوق سے احباب جماعت انتظار کرتے۔ آپ کے بلند پایہ مقرر ہونے کا پتہ اس سے چلتا ہے کہ آپ کی تقریر کے دوران نعرہ ہائے تکبیر سے جلسہ گاہ بار بار گونج اٹھتی تھی۔ آپ ہمیشہ اپنے مدعا کو ثابت کرنے کے لئے ایسے دلائل محکم پیش فرماتے۔ اور ایسے طرز اور لہجہ میں پیش فرماتے کہ کسی دیانتدار سامع کو ان دلائل کی صداقت سے انکار نہیں ہوسکتا تھا۔''

(ماہ نامہ الفرقان ربوہ خادم نمبر صفحہ 5)

تصانیف

حضرت ملک عبدالرحمن خادم صاحب کو اللہ تعالی کے فضل کرم سے تقاریر ومناظرات کے ذریعہ تبلیغ اسلام اور احمدیت کے علاوہ قلمی جہاد میں بھی حصہ لینے کی توفیق ملی۔ آپ نے اپنے مضامین وتصانیف کے ذریعہ دشمنان اسلام واحمدیت کے سوالات کے جوابات دیےان کے اعتراضات کے رد لکھےاوران کے عقائد کا بطلان ثابت کر کے اس بات حق اور تبلیغ احمدیت کی توفیق ملی۔ اللہ تعالی کے فضل وکرم سے خادم صاحب نے بے شمار جو سلسلہ کے اخبار ورسائل میں اور ٹریکٹروں کی صورت میں شائع ہوتے رہے کے علاوہ کئی کتب یادگار چھوڑی ہیں ان کتب میں اسلام واحمدیت کی صداقت ثابت کرنے کے علاوہ حضرت خادم صاحب نے اسلام کی حسین ترین تعلیم کا دیگر ادیان کی تعلیمات سے موازنہ کر کے ان پر افضلیت ثابت کی ہے۔ بعض کتب میں اختلافی مسائل پر بحث کر کے دشمنان اسلام احمدیت کے اعتراضات کا کافی وشافی جواب دیا گیا ہے۔

مکرم ملک عبدالباسط صاحب لکھتے ہیں۔

''جب چیمہ صاحب کے مضمون کے جواب میں آپ مضمون لکھ رہے تھے تو بعض دفعہ ساری ساری رات بیٹھے لکھتے رہتے تھے۔ ہم کہتے تھے کہ آپ اتنا کام نہ کریں۔ اس سے آپ کی صحت پر برا اثر پڑے گا۔ اس پر آپ بڑے جوش سے فرماتے کہ اگر احمدیت اور حضرت صاحب کی تائید میں مضمون لکھتے لکھتے میری زندگی ختم ہو جائے تو میں سمجھوں گا کہ میں نے سب کچھ پالیا۔'' (الفرقان خادم نمبر)

احمدیہ فیلوشپ آف یوتھ

خادم صاحب کی قلمی مساعی میں لاہور کے احمدی نوجوانوں کی ایک انجمن کا ذکر آتا ہے جس کا نام احمدیہ فیلوشپ آف یوتھ تھا۔ اس کے کرتا دھرتا خادم صاحب ہی تھے۔ لاہور کے جتنے کالج میں احمدی سٹوڈنٹ تھے وہ اس کی وہ اس کے تحت کام کرتے تھے۔ اس کے صدر اور بانی خادم صاحب تھے۔ احمدیہ ہوسٹل لاہور بھی اس کے تحت چلتا تھا۔

محترم جناب پروفیسر قاضی محمد اسلم صاحب ایم اے جو کہ لاہور کے امیر بھی رہے اس کے متعلق تحریر فرماتے ہیں۔

''خادم صاحب کی قلمی مساعی لاہور کے احمدی نوجوان کی ایک انجمن کا ذکر آتا ہے۔ جس کا نام احمدیہ فیلوشپ آف یوتھ تھا۔ اس کے کرتا دھرتا خادم صاحب ہی تھے۔ انہی کا ایک حلقہ تھا جو اس کے لئے چندہ دیتا یا جمع کرتا تھا۔ جس سے اس کے پمفلسٹ شائع ہوتے تھے۔ بالعموم کسی یوم التبلیغ پر یا کسی اور اہم تقریب پر ایک پمفلٹ حضور ایدہ اللہ بنصرہ نے بھی رقم فرمایا اور اسی فیلوشپ کو چھاپنے کے لئے دیا۔

احمدیہ فیلوشپ آف یوتھ کے پمفلٹوں کا فائل محفوظ کرنے کے قابل ہے۔ امید ہے ہماری لائبریریاں اس کی طرف توجہ کریں گی۔

میں اس فلیوشپ کے کاموں کو قریب سے جانتا تھا۔ میرے مشورے اس میں شامل ہوتے تھے۔ بلکہ اس زمانے میں لاہور کا امیر ہونے کی وجہ سے ان پمفلٹوں کی اشاعت میں میری عام ذمہ داری بھی شامل ہوتی تھی۔ احمدیہ فیلوشپ آف یوتھ میرا ہی تجویز کیا ہوا نام تھا۔ انگلستان کی ایک ایسی ایسوسی ایشن کا نام تھا جو مجھے پسند آ گیا۔ اس زمانے میں لاہور میں ہم نے ایک سٹڈی سرکل کی بنیاد رکھی۔ جس میں علمی مقالے پڑھے جاتے۔ سال بھر کا پروگرام طے کر لیا جاتا۔ ہر مقال کے وقت مخصوص اور محدود حاضری ہوتی اور مقالے پڑھے جانے کے بعد سوال وجواب کا سلسلہ ہوتا۔ ہماری جماعت کے مشاہیرے نے مثلاً اخویم سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب نے آدم فی القرآن پر حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ نے بشارات بائیبل پر' مولانا جلال الدین صاحب شمس نے جہاد فی القرآن پر بیش قیمت مقالے خاص تیاری کے بعد پڑھے۔ جہاں تک مجھے یاد ہے یہ شائع بھی ہوئے غالباً یہ تینوں تو ضرور شائع شدہ ہیں۔ بیرون جماعت دوست بھی جو ہمارے ساتھ تعاون کرتے۔ اس سرکل میں شامل ہوتے اور مقالے بھی پڑھے۔ اور ایک خوشگوار اور مفید علمی و دینی تحقیق کا سلسلہ باہمی ادب اور تعاون کی شکل میں جاری رہتا۔

اس سٹڈی سرکل میں خادم صاحب نے نہایت عمدہ مقالہ پڑھا۔ ان کو جب دعوت دی گئی تو مجھے خیال ہوا خادم صاحب کی طبیعت کے لئے بحث کا میدان جس میں ترکی بہ ترکی جواب دینا ہوتا ہے شاید زیادہ موزوں ہو۔ سٹڈی سرکل کا ماحول ان کیلئے موزوں نہ ہو۔ کیونکہ اس میں نسبتاً ٹھنڈے طریق کی ضرورت تھی۔ اور کچھ رسمی قسم کے علمی طریق کی جس کی ایک شرط یہ ہوتی ہے کہ ایسی علمی باتیں بیان کی جائیں جنکا کسی جذباتی اور وقتی بحث سے زیادہ تعلق نہ ہو۔ خادم صاحب نے موضوع کیا چنا؟ حسان بن ثابتؓ کی شاعری۔ ہمارے دوست جانتے ہیں

کہ حسان بن ثابتؓ کے ایک شعر نے ابتداء اسلام کے اس شاعر اور نبی اکرم ﷺ کے صحابی اور عاشق کو زندہ جاوید کر دیا ہے۔اس شعر کی تقریب کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اور آپ کے متبعین نے اور علی الخصوص ہمارے موجودہ امام اور خلیفہ ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے خوب اجاگر کیا ہے۔حسان بن ثابت نابینا تھے۔نبی کریم ﷺ کی وفات پر انہوں نے اس شعر میں کہا:۔

تو میری آنکھ کی پتلی تھا۔یعنی مجھے اندھے کی دنیا تیری وجہ سے روشن تھی اب تیرے مرنے کے بعد مجھے پرواہ نہیں کون جیتا اور کون مرتا ہے۔

خادم صاحب کے دل و دماغ میں سلسلہ کی تحریریں سلسلہ کا مخصوص علم۔اور طرز کلام پوری طرح راسخ تھا۔(ہاں اس طالب علمی کے زمانے میں) آپ نے ایک علمی موضوع کے لئے اسی خزانے کی طرف رجوع کیا۔اشارہ وہاں سے مل گیا۔اپنے مطالعے سے اسی اشارے کو پھیلا کر آپ نے پورا مضمون تیار کر لیا۔حسان بن ثابتؓ کا مجموعہ کلام لائبریری سے لے کر چھان مارا۔زندگی کے حالات سب قسم کے ماخذوں سے جمع کر کے مرتب کر لئے۔اور سیرت نبویؐ اور زمانہ ابتداء اسلام کے اس فدائی رسول اور فدائی اسلام کی سیرت اور شاعری کو ایسے عمدہ طریق سے مربوط کیا کہ سننے والے عش عش کر اٹھے۔مقالہ سٹڈی سرکل کا شاہکار ثابت ہوا۔احمدیہ ہوسٹل ایمپرس روڈ میں اجلاس ہوا۔اجلاس میں لاہور کے کئی پروفیسر موجود تھے ان میں عربی ادب اور اسلامی تاریخ کے استاد بھی تھے۔'' (الفرقان خادم نمبر)

احمدیہ فیلوشپ آف یوتھ کے متعلق مولانا دوست محمد شاہد صاحب مؤرخ احمدیت تحریر فرماتے ہیں کہ وسط 1932ء میں لاہور کے احمدی نوجوانوں نے ''ینگ مین احمدیہ ایسوسی ایشن'' کے نام سے ایک تبلیغی انجمن قائم کی جس کے پریزیڈنٹ سید محمود احمد صاحب بی اے

اور سیکرٹری چوہدری بشیر احمد صاحب صادق مقرر کیے گئے۔ یہ انجمن جلسوں کے علاوہ ہر ماہ ایک تبلیغی پمفلٹ بھی شائع کرتی تھی چند ماہ بعد اس کا نام احمدیہ فیلوشپ آف یوتھ رکھ دیا گیا اور 34 ۔ 1933ء کے مندرجہ ذیل عہدے دار تجویز کیے گئے۔ (پریزیڈنٹ) ملک عبدالرحمن خادم صاحب بی۔ اے۔ (سیکرٹری) محمد ابراہیم صاحب ناصر۔ (اسسٹنٹ سیکرٹری) قاضی محمود صادق صاحب (فنانشل سیکرٹری) عطاالله خان صاحب۔

ملک عبدالرحمن خادم صاحب انجمن کی قیام ہی سے اس کے سرگرم اور پرجوش ممبر رہا۔ ممبر بلکہ روح رواں تھے۔ اس کے بعد ہر سال انجمن کا نیا انتخاب ہوتا رہا۔

(تاریخ احمدیت جلد 7 صفحہ 117)

احراری غنڈے کے وحشیانہ حملہ کے خلاف اظہارِ غم وغصہ

ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن قادیان کا عظیم الشان جلسہ

احمدی نوجوانوں کی پُرجوش تقریریں

11 جولائی (1935ء) دس بجے بعد نماز عشا ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن قادیان کا ایک عظیم الشان جلسہ زیر صدارت خانصاحب مولوی فرزند علی صاحب مسجد اقصیٰ میں منعقد ہوا۔ جس میں احمدی نوجوانوں نے جونہایت پُرجوش تقریریں کیں ان کا ملخص درج ذیل کیا جاتا ہے۔

ملک عبدالرحمٰن صاحب خادم بی۔اے کی تقریر

ملک محمد عبداللہ صاحب کے بعد ملک عبدالرحمٰن صاحب خادم بی اے نے حسب ذیل تقریر کی۔

حضرات! قرآن مجید کے اسلوب بیان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس میں انبیاء گذشتہ کے حالات اور قصص جہاں ہمارے لئے بطور عبرت بیان ہوئے ہیں وہاں ان میں آئندہ ہونے

والے واقعات کی پیشگوئیاں بھی ہیں۔ان قصص سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جس قدر انبیاء مبعوث ہوئے اشرار اور مفسدہ پرداز لوگوں نے ان کو ان کے متعلقین اور ان کے متبعین کو طرح طرح کے مصائب اور مظالم میں مبتلا کیا۔انبیاء اور ان کی مقدس جماعتیں ہمیشہ تختہ ظلم وستم اور نشانہ مصائب و آلام بنائی گئیں اشرار نے ان کے مٹانے کے لئے طرح طرح کے منصوبے اور سازشیں کیں۔جن کا ذکر قرآن مجید میں موجود ہے۔عوام بھی ان کے مقابلہ میں اٹھے اور حکام بھی ان کے مخالفین کی پشت پناہ بنے۔مگر انجام کار اللہ تعالیٰ کی قہری تجلیات اور جلالی صفات ظاہر ہوئیں۔ اور ان حد درجہ تکبر اور مجنونانہ تبختر کرنے والے معاندین کو نیست و نابود کر گئیں یوسف علیہ السلام کے بھائی اس وقت جب کہ وہ حضرت یوسفؑ کو نیست و نابود کرنے کی سازشیں کر رہے تھے۔ یہ خیال بھی کر سکتے تھے کہ ایک دن آنے والا ہے جب ان کی یہ سب سازشیں ناکام ہو جائیں گی۔ اور وہ خائب و خاسر ہو کر حضرت یوسفؑ سے خواستگارِ عفو ہوں گے؟ کیا وہ نمرود اور اس کے حوالی موالی جو اپنی طاقت و جبروت کے بل بوتے پر خدا کے پیارے بندے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں جھونک رہے تھے۔ یہ خیال بھی کر سکتے تھے کہ عنقریب عذاب الٰہی ان کے منصوبوں کو خاک میں ملا کر خود ان منصوبہ بازوں کو تباہ و برباد کر دے گا؟ کیا حضرت نوح اور حضرت لوط علیہما السلام کے دشمن جب ان مقدسین اور ان کے متبعین کو طرح طرح کی اذیتیں دیتے تھے یہ خیال بھی کر سکتے تھے۔کہ خدا کا قہر خود ان موذیوں پر طوفان، زلزلہ اور آگ کی صورت میں نمودار ہو کر انہیں آناً فاناً بھسم کر جائے گا۔غرضیکہ قرآن مجید کے یہ تمام قصص ہمارے زمانہ کے لئے پیشگوئیاں ہیں۔ضرور تھا کہ وہ تمام مصائب و شدائد جو گذشتہ انبیاء۔ ان کے متعلقین اور متبعین پر ڈھائے گئے۔اس زمانہ کے جری اللہ فی حلل الانبیاء آپ کے اہل بیت

اور آپ کی جماعت پر بھی ڈھائے جاتے۔

اور پھر ان کے نتیجہ میں یہ بھی ضروری ہے کہ وہ ظالم اور مفسدہ پرداز خدا تعالیٰ کی قہری تجلیات کے ماتحت آسمانی عذابوں سے اسی طرح نیست و نابود ہوں۔ جس طرح حضرت موسیٰ، ابراہیم، نوح اور لوط علیھم السلام کے دشمن نیست و نابود کئے گئے۔ خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پاک وحی میں اس قسم کے واقعات کی خبر دی گئی ہے۔ چنانچہ حضور علیہ السلام کا الہام ہے۔ **انی معك و مع اهلك** میں تیرا اور تیرے اہل کا محافظ ہوں۔ دشمن شرارتیں کریں گے۔ میں انہیں ناکام کروں گا اسی طرح سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک الہام یہ ہے اخرج منہ الیزیدیون۔ ضرور ہے کہ بعض ایسے یزیدی طبع لوگ اٹھ کھڑے ہوں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اہل بیت پر قاتلانہ حملے کر کے یا ان کے خلاف طرح طرح کی منصوبہ بازیاں کر کے اپنے یزیدی الطبع ہونے کا ثبوت دیں۔ پس اس حملہ کو معمولی حملہ نہ سمجھو۔ کیونکہ عذاب الٰہی کے نزول سے قبل اس قسم کے حملوں اور اس طرح کی کمینہ اور ذلیل سازشوں کا ہونا ضروری ہے۔ خدا رحیم ہے اور علیم بھی وہ معاندین اور مفسدین کو ایک وقت تک ڈھیل دیتا ہے مگر اس قسم کی شرارتیں اور مقدسین کے پاک وجودوں پر اس طرح کے ظالمانہ حملے خدا کی قہری تجلیات کو ظاہر کرنے والے ہوتے ہیں۔ جس طرح کابل میں جب چند مظلوموں کا خون انتہائی بے دردی کے ساتھ بہایا گیا تو اس کے بعد عذاب الٰہی غیر معمولی رنگ میں اس سرزمین پر مسلط کر دیا گیا۔ پس میں آج بھی یقین اور بصیرت کے ساتھ کہتا ہوں۔ کہ اب بھی ایسا ہی ہوگا۔ **فانتظروا انا معكم من المنتظرين** حضرت مرزا شریف احمد صاحب پر یہ حملہ ہماری آنکھوں کو کھول دینے والا واقعہ ہے۔ ایک سال قبل ہمیں کہا جاتا تھا کہ تم باہر سے احمدیوں کو اپنے مقدس مقامات اور واجب الاحترام وجودوں کی حفاظت کرنے کے لئے مت بلاؤ کیونکہ ان کی حفاظت کرنے کے لئے ہماری پولیس موجود ہے۔ آج اس حملہ نے ہمیں بتا

دیا ہے کہ وہ تمام دعوے ہماری نقطہ نظر سے کچھ حقیقت نہیں رکھتے۔ نیز یہ کہ اپنے مقدس مقامات اور جان سے پیارے وجودوں کی حفاظت ہمارا اپنا کام ہے۔ کیونکہ جو محبت قدر اور منزلت ہمارے دلوں میں قادیان اور مقدسین قادیان کی ہے کسی دوسرے کے دل میں نہیں ہوسکتی۔ پس جماعت احمدیہ کے لئے یہ واقعہ تازیانہ عبرت ہے۔ ان مقدس وجودوں کی اصل حفاظت کرنے والا تو وہ قادر خدا ہی ہے جس کی برکتیں اور رحمتیں ان مقدس وجودوں پر نازل ہورہی ہیں۔ مگر ہمارا فرض ہے کہ ہم اس طرح مفت کا ثواب حاصل کریں۔

پس آج ہر احمدی خواہ وہ نوجوان ہو یا بوڑھا۔ اپنے اس فرض کو سمجھے اور قانون، اسلام اور احمدیت کی پُرامن تعلیم اور حضرت امیر المومنین کی ہدایات کے ماتحت ان مقدس وجودوں کی حفاظت کرے۔ (الفضل 14 جولائی 1935ء صفحہ 1، 2، 6، 7)

تبلیغی پاکٹ

اب اس کے بعد خاکسار خادم صاحب کی اس عظیم الشان تصنیف کا ذکر کرتا ہے۔ جس کو جماعت کے بزرگان نے جماعت احمدیہ کا انسائیکلو پیڈیا قرار دیا اور جس کے اندر محترم خادم صاحب کی زندگی کا تمام تجربہ اور نچوڑ شامل تھا۔

مولانا دوست محمد شاہد صاحب فرماتے ہیں کہ پاکٹ بک سب سے پہلے حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں شائع ہوئی جو کہ عبدالمغنی صاحب عرب نے تالیف فرمائی تھی، جس کے بعد غلام احمد صاحب بدوملہی نے اس کو شائع کیا۔ پھر مولانا ابوالعطا جالندھری نے اس کو تالیف کیا۔ اس کے بعد آخر میں حضرت ملک عبدالرحمن خادم صاحب نے اس کو مکمل تبلیغی پاکٹ بک کی صورت میں تصنیف کیا۔

مکرم راجہ علی محمد صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ

’’خادم صاحب کی احمدیہ پاکٹ بک ان کے مختلف مذاہب کے مذہبی لٹریچر کے وسیع اور گہرے مطالعہ پر شاہد ہے۔ پہلی پاکٹ بک میرے علم کے مطابق انہوں نے جبکہ ان کی عمر 17، 18 سال کی تھی مرتب کی تھی۔ وہ چھوٹی تقطیع پر اسم بامسمٰی مختصر پاکٹ بک تھی۔ بعد میں اس کی نظر ثانی کرتے رہے اور آخری پاکٹ بک جس کے شروع میں ان کی تصویر بھی لگی ہوئی ہے۔ا اور جس پر ایک نظر پڑتے ہی دل میں غم واندوہ کے احساسات تازہ ہو جاتے ہیں۔ اسی کے چھٹے ایڈیشن پر مشتمل ہے۔ یہ اب 1200 صفحات کی ایک ضخیم کتاب ہے۔ مؤلف کی محنت کوشش اور اس کے وسیع مذہبی مطالعہ اور ناقدانہ نظر کی گواہ تو یہ خود پاکٹ بک اور اس کا قیمتی اور مفید مواد ہے۔ اور اس کی افادیت اور قبولیت عامہ اس کے بار بار چھپنے اور حجم میں متواتر اضافہ سے ظاہر ہے۔‘‘ (الفرقان خادم نمبر)

تبلیغی پاکٹ بک کے متعلق الفضل کا ایک نوٹ

ہر وہ شخص جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قبول کر کے احمدیت میں داخل ہوتا ہے تمام ادیان کے مقابلہ میں اسلام کی صداقت ثابت کرنے اور ہر قوم وملت کے لوگوں کو اسلام کے نور سے منور کرنے والی فوج کا سپاہی ہے لیکن کوئی سپاہی اس وقت تک اپنے فرائض منصبی ادا نہیں کر سکتا جب تک ضروری سامان اور مضبوط اسلحہ نہ رکھتا ہو۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ہر میدان میں کامیابی اور کامرانی حاصل کرنے کے لیے ایسے اسلحہ جات مہیا فرما دیئے ہیں جن سے کام لینے والوں کے لیے آسانی اور سہولت کو پیش نظر رکھتے ہوئے کتاب گھر قادیان میں تبلیغی پاکٹ بک کے نام سے ایک مستند کتاب سلسلہ احمدیہ کے قابل علماء کی امداد سے اب پانچویں بار شائع کی ہے جسے سلسلہ کے قابل مناظر ملک عبدالرحمٰن صاحب خادم بی اے گجراتی نے نہایت محنت اور عرق ریزی سے گویا ازسرنو مرتب کر کے پہلے سے قریباً چار گنا

بڑھا دیا ہے۔سلسلہ اور اسلام کے متعلق کوئی ایسا اعتراض نہیں جس کا جواب عقلی ونقلی، الزامی اور حقیقی طور پر اس میں نہیں دیا گیا۔آریوں اور عیسائیوں کے متعلق نہایت بیش بہا خزانہ دلائل اور حوالہ جات کا بھر دیا ہے۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہامات پیش گوئیوں اور دیگر متشابہ امور کے متعلق جس قدر اعتراضات آج تک مخالفین کی طرف سے پیش کیے جا چکے ہیں۔ان سب کا نہایت خوبی کے ساتھ قلع قمع کیا گیا ہے۔کامل یقین ہے کہ ہر ایک احمدی جو ان دلائل سے مسلح ہوگا۔انشاءاللہ کسی میدان میں بھی شرمندہ نہیں ہوگا۔

غرض ایسی ضروری اور مفید کتاب کا ہر پڑھے لکھے آدمی کے پاس ہونا ضروری ہے۔لکھائی چھپائی عمدہ ہے حجم پاکٹ سائز پر پونے چھ سو صفحہ کے قریب ہے۔اور قیمت مجلد...... احباب کتاب گھر قادیان سے منگوا کر مستفید ہوں۔(الفضل 20 دسمبر 1932ء)

ملک عبدالرحمن صاحب خادم کا آخری پیغام

اب خاکسار خادم صاحب کے اس آخری پیغام کا ذکر کرے گا۔جو آپ نے بوجہ بیماری جلسہ میں شرکت نہ کرنے سے حاضرین جلسہ کے نام دیا۔فرمایا۔

مکرم خادم صاحب کا یہ پیغام جو انہوں نے حاضرین جلسہ سالانہ کے لئے ارسال کیا۔مورخہ 24 دسمبر 1957 کو مولانا ابوالعطاء صاحب نے جلسہ میں پڑھ کر سنایا۔

احباب!السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ۔

آپ خوش نصیب ہیں کہ ربوہ کی مقدس سرزمین میں ہیں۔اس مقدس اجتماع میں شامل ہو کر خدا کے مقدس خلیفہ حضرت مصلح موعود ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے بابرکت اور پر معارف

کلمات سننے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔اور میں اپنی بدقسمتی کے باعث اس سعادت سے محروم ہوں میں سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کی شفقت توجہ اور دعاؤں کے لئے ممنون احسان ہوں نیز آپ سب احباب جماعت کا دلی شکریہ ادا کرتا ہوں۔کہ آپ نے میری تشویشناک علالت کے دوران میں انتہائی خشوع وخضوع سے دعائیں کیں اور صداقت دیئے جو اللہ تعالیٰ کے فضل اور رحمت کو جذب کرنے کا باعث ہوئے۔اور جو چیز بظاہر ناممکن تھی۔وہ ممکن ہوگئی۔یعنی اللہ تعالیٰ نے مجھے صحت عطا فرمائی بقول حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز۔

غیر ممکن کو یہ ممکن میں بدل دیتی ہے اے مرے فلسفیو زورِ دعا دیکھو تو

اصل بیماری سے تو میں خدا تعالیٰ کے فضل سے صحت یاب ہو چکا تھا۔محض کمزوری باقی تھی۔اور یہ امید تھی کہ جلسہ سالانہ پر حاضر ہونے اور سیدنا حضرت امیر المومنین کے کلمات طیبات سے مستفید ہونے کی سعادت حاصل کر سکوں گا۔لیکن اچانک 24 دسمبر بعد دوپہر دائیں ٹانگ میں سوجن پیدا ہوگئی۔اور اس کے ساتھ بائیں ران میں شدید درد شروع ہو گیا ہے۔جس کے باعث 24 دسمبر کا بقیہ دن اور 25 کی درمیانی رات بے آرامی اور بے چینی سے گذری۔یہ نئی تکلیف ہے۔جس کے دور ہونے میں کافی وقت لگتا ہے۔اور مجھے ہسپتال میں ابھی کچھ عرصہ اور ٹھہرنا ہوگا۔جہاں میں آپ احباب کی گذشتہ دعاؤں کے لئے آپ کا شکرگذار ہوں۔وہاں مزید دعاؤں کے لئے درخواست کرتا ہوں۔کہ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ جلد سے جلد صحت کاملہ عطا فرمائے۔اور دین کی بے لوث خدمت کرنے اور رضائے الٰہی کی راہوں پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔(آمین) والسلام احقر ملک عبدالرحمٰن خادم از میوٗ ہسپتال۔البرٹ وکٹر وارڈ کمرہ نمبر 5 لاہور 57۔12۔25 (الفضل 2 جنوری 58ء)

(ماہنامہ الفرقان ربوہ، خادم نمبر جنوری 1959ء)

تعارف کتب

چوہدری محمد حسن چیمہ کی افترا پردازیوں کا جواب

ناشر: انجمن احمدیہ گجرات۔ مطبع: پنجاب الیکٹرک پریس۔ اشاعت 1957ء

تعارف

چوہدری محمد حسن چیمہ ایڈووکیٹ گجرات جو غیر مبائعین کے گروہ میں سے تھے نے 31 اکتوبر 56ء کو ایک مضمون بعنوان ''فتنہ ہائے دور حاضر'' تحریر کیا۔ اس کا جامع اور مکمل جواب ملک عبدالرحمن خادم صاحب نے دسمبر 56ء کو بعنوان ''چوہدری محمد حسن چیمہ صاحب کی پریشان خیالیاں'' شائع کروایا۔ امید تھی کہ اس جواب کے بعد چیمہ صاحب خاموشی اختیار کریں گے۔ لیکن بعض لوگوں کے مجبور کرنے پر چیمہ صاحب نے پھر قلم اٹھایا اور ایک رسالہ بعنوان ''ملک عبدالرحمن خادم صاحب کی افترا پردازیاں اور بہتان طرازیاں'' لکھ کر مفت تقسیم کرایا۔ اس رسالہ کا جواب رسالہ ہذا مذکور میں شائع کیا گیا ہے۔ اس رسالہ کے آخر میں چیمہ صاحب کے رسالہ ''خادم صاحب پھر برسے'' کا جواب بطور ضمیمہ شائع ہے۔ رسالہ ہذا میں خادم صاحب نے جہاں جہاں قرآنی آیات واحادیث نقل کی ہے۔ وہاں حوالہ بھی دیا ہے۔ اور اسی طرح امیر غیر مبائعین کے اقوال نقل کرنے پر بھی حوالہ دیا ہے۔ یہ رسالہ ضمیمہ سمیت 160 صفحات پر مشتمل ہے۔

پیشگوئی متعلقہ احمد بیگ (وغیرہ)

سن اشاعت: دسمبر 1933ء پبلشر: چوہدری نور محمد بسرائی مطبع: اللہ بخش سٹیم پریس قادیان

تعارف

کتاب چھوٹے سائز کے 48 صفحات پر مشتمل ہے۔اس کتاب میں مخالف علماء کی پیشگوئی احمد بیگ سے متعلق غلط بیانیاں درج ہیں۔پیشگوئی کی غرض وغایت اور تفصیل بیان کی گئی ہے۔پیشگوئی کس طرح پوری ہوئی یہ بتایا گیا ہے اور سلطان محمد کی توبہ کا ثبوت بھی دیا گیا ہے۔

اب خاکسار خادم صاحب کی ان کتب کی فہرست درج کرے گا جو خاکسار کو کہیں سے بھی دستیاب نہ ہوسکیں؛۔

(1) اجرائے نبوت برد انقطاع نبوت۔(2) معیار صداقت (3) خدا کی عبادت کیوں اور کیسے کرنی چاہیے۔(4) اسلام اور عیسائیت (5) احمدی فریق لاہور کے عقائد (6) قران کریم کی رو سے سلسلہ نبوت جاری ہے۔(7) 1340 ہجری بھی گزر گیا۔(8) معیار الصادق (9) کیا مسیح ناصری نے مردے زندہ کیے ہیں؟ (10) یاجوج ماجوج (11) کشف الحجاب فی تعبیر الخواب (12) چودھویں کا چاند مسیح محمدی (13) امام وقت کی بیعت ضروری ہے۔(14) ردفضیلت مسیحؑ بمقابلہ رسول کریمؐ (15) نیر صداقت (رد اہل پیغام)

مناظرات

خالد احمدیت حضرت مولانا ملک عبدالرحمن خادم صاحب نے ملک کے طول وعرض میں ہر مکتب فکر کے علماء سے مختلف موضوعات پر مباحثے ومناظرے کیے۔ خادم صاحب نے بالکل نوعمری میں ہی مناظرے اور مباحثے شروع کر دیے تھے۔ خادم صاحب کے ایک گہرے دوست اور کلاس فیلو جناب بشیر احمد صاحب چغتائی اپنے ایک مضمون میں لکھتے ہیں کہ

''میں 25ء میں گجرات انٹرمیڈیٹ کالج میں دسویں میں جا کر داخل ہوا۔ تو محترم بھائی ملک عبدالرحمن صاحب خادم مرحوم ومغفور سے تعارف حاصل ہوا۔ عربی اور اردو ہمارے مشترک مضامین تھے۔ چند دن ان کے گھر پر میٹرک کے امتحان کی تیاری کے سلسلہ میں عربی اکٹھی بھی پڑھتے رہے دوستانہ تعلقات بڑھے تو پھر رفتہ رفتہ گہرے برادرانہ تعلقات ہو گئے۔ اس زمانہ میں بھی ان کا بہترین اور محبوب شغلہ تبلیغ ہی تھا۔ لوگ احمدیت پر اعتراض کرتے اور وہ ان کا رد کیا کرتے۔ بازار میں ہی بعض اوقات گفتگو شروع ہو جاتی تو گھنٹوں جاری رہتی لوگ اکٹھے ہو جایا کرتے اور احمدیت کی صداقت کے دلائل ایک طالب علم کی زبانی سنا کرتے۔ اس زمانہ میں بھی کسی کے علم سے مرعوب نہ ہوتے اور کامل وثوق کے ساتھ مدلل طور پر اپنی بات کو پیش کرتے۔'' (الفرقان خادم نمبر جنوری 1959ء)

مولانا جلال الدین شمس صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ

''مکرم خادم صاحب مرحوم ومغفور سے میں اس وقت سے واقف ہوں جبکہ وہ ابھی کالج میں تعلیم پا رہے تھے۔ طالب علمی کے زمانہ میں بھی آپ کو تبلیغ احمدیت کا شوق تھا۔ اکثر مباحثات سننے کے لئے آیا کرتے۔ جب میں نے ابتداء میں مخالفین سے مناظرات شروع کئے تو ان میں سے بھی وہ بعض مناظرات میں حاضر ہوئے۔ ان کے دل میں بھی اللہ تعالیٰ نے

احمدیہ لٹریچر کے مطالعہ کا شوق پیدا کیا۔جس کے نتیجہ میں وہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے مقررین اور مناظرین کی صف اول میں شمار ہوئے۔''(الفرقان خادم نمبر جنوری1959ء)

مکرم عبدالباسط صاحب اپنے والد صاحب کا ذکر کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ کہ والد صاحب بیان کرتے تھے کہ

''خدا تعالیٰ کے فضل سے مجھے کبھی بھی شکست نہ ہوئی تھی۔ بلکہ ہمیشہ ہی سیدنا حضرت خلیفہ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی خدمت میں کامیاب وکامران ہی واپس آتا تھا۔اور شاید یہی وجہ تھی کہ حضور ایدہ اللہ بنصرہ کئی مناظروں کے لئے مجھے منتخب فرماتے تھے۔

آپ فرماتے تھے کہ اکثر مخالف مناظر مجھے دیکھ کر ہنس پڑتے تھے۔کہ اس کل کے بچے نے ہمارے ساتھ کیا مناظرہ کرنا ہے۔لیکن انہیں یہ نہیں معلوم تھا کہ بچہ اکیلا ہی نہیں ہے۔ بلکہ اس کے ساتھ احمدیت کی صداقت تمام احمدی جماعت اور خصوصاً حضرت امیرالمومنین خلیفہ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی دعاؤں کی عظیم اور بے پناہ طاقت ہے۔جن کا مقابلہ دنیا کی کوئی ہستی نہیں کرسکتی۔''(روزنامہ الفضل ربوہ 2 مئی 1958ء صفحہ 7)

خادم صاحب کا پہلا مناظرہ

''خادم صاحب کا پہلا مناظرہ مشہور عیسائی مبلغ پادری عبدالحق سے گجرات میں ہوا جس میں انجام کار عیسائی مبلغ نے راہ فرار اختیار کی۔اُس وقت ابھی آپ نویں جماعت میں پڑھتے تھے۔پھر آپ میٹرک میں یا ایف اے میں پڑھتے تھے کہ آپ کا مناظرہ مولوی ثناء اللہ صاحب سے وزیر آباد میں ہوا۔ابا جان مرحوم فرماتے تھے کہ

''جب ثناء اللہ نے مجھے دیکھا تو کہنے لگا کہ ''اس بچے نے میرے ساتھ کیا مناظرہ کرنا ہے۔'' میں یہ سُن کر خاموش ہو گیا۔ جب مناظرہ شروع ہوا تو پہلے تو مولوی صاحب ذرا

ٹھٹکے پھر ذرا گھبرائے اور تھوڑی دیر میں راہِ فرار اختیار کر گئے۔۔۔۔۔‘‘

پتھروں والا مناظرہ

ملک عبدالباسط صاحب مزید لکھتے ہیں کہ

’’ اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے تھے۔ ہمیشہ حق بات ہر کسی کے سامنے بیان کر دیتے۔ ایک دفعہ سیالکوٹ میں جلسہ ہو رہا تھا۔ آپ نے بھی اُس میں تقریر کرنی تھی۔ جلسہ کے دوران احراریوں نے حسبِ عادت گڑ بڑ مچا دی۔ اور لگے اینٹ پتھر برسانے۔ آپ پتھروں کی بارش میں ڈٹے رہے۔ اور اپنی جگہ سے نہیں ہلے۔ کسی نے زور سے کہا۔’’ خادم صاحب اس طرف آ جایئے کہیں کوئی پتھر نہ لگ جائے۔‘‘ آپ پیچھے دیکھ کر مسکرائے اور بڑے تحکم سے وہیں کھڑے کھڑے فرمایا۔’’ خادم کی ایسی قسمت کہاں کہ اُس کے بھی خون کے چند قطرے اسلام اور احمدیت کی راہ میں بہیں۔‘‘ اور واقعی سینکڑوں دوست زخمی ہوئے اور آپ کا بال بھی بیکا نہ ہو سکا۔ خاکسار خود اس واقعہ کا چشم دید گواہ ہے۔‘‘

(مضمون مولانا عبدالباسط صاحب ابن ملک عبدالرحمٰن خادم صاحب روزنامہ الفضل ربوہ مورخہ 2 مارچ 1958ء صفحہ 3)

اسی طرح ایک دفعہ اسماعیلیہ ضلع گجرات میں مناظرہ تھا۔ پہلے مناظرہ کے بعد کھانے وغیرہ سے فارغ ہو کر احمدی احباب باہر نہر پر جو گاؤں کے قریب ہی بہتی تھی چلے گئے وہاں جا کر کھیتوں میں جماعت کے نوجوانوں نے کبڈی کھیلی اور خادم صاحب بھی شریک ہوئے اس کے بعد کلائی پکڑنے کا مقابلہ ہوا۔ جس میں خادم صاحب نے بھی بھرپور حصہ لیا۔ دوسرے وقت جب مناظرہ شروع ہوا اور خادم صاحب اپنی باری پر کھڑے ہوئے۔ تو ایک غیر احمدی نے اپنے مولوی سے کہا کہ

''مولویو! ایہہ منشی تے ہنے کوڈی تے بینی پکڑ داسی۔ ہن آکے تہاڑے نال مناظرہ کردا اے تسیں اہدے نال کدی پورے نئیں ہوسکدے۔''یعنی ''یہ منشی (خادم صاحب) تو تھوڑی دیر ہوئی کبڈی کھیل رہا تھا اور کلائی پکڑ رہا تھا اور اب آ کر تمہارے ساتھ مناظرہ کر رہا ہے۔ آپ لوگ بھلا ان کے ساتھ مقابلہ میں کس طرح پورے اتر سکتے ہیں۔''

اس پر غیر احمدی علماء نے مناظرہ بند کر دیا اور کہا کہ گاؤں والوں نے ہماری حد تک بے عزتی کی ہے۔(روزنامہ الفضل ربوہ 14 ستمبر 1989ء صفحہ 7)

اب خاکسار ان مناظروں اور مباحثوں کا ذکر کرے گا۔ جن کی رپورٹ جماعتی اخبارات میں الفضل یا فاروق میں متواتر شائع ہوتی رہیں۔

موضع تر گڑی میں احمدیت کی فتح

9 ستمبر 29ء مولوی سراج الدین اہل حدیث سے ملک عبدالرحمن صاحب خادم کا مناظرہ ہوا پہلی تقریر ملک صاحب نے کی جس میں انہوں نے قرآن مجید کی آٹھ آیات اور بخاری کی پانچ احادیث سے حضرت مسیح کی وفات ثابت کی جس کے جواب میں اہل حدیث مناظر نے ایک کاپی پر سے حضرت مسیح موعود کا پرانا عقیدہ حیات مسیح پڑھ دیا اور نصف گھنٹہ تک بار بار اسی کو پیش کرتا رہا۔ اپنے دعویٰ کے ثبوت میں نہ کوئی آیت پڑھی اور نہ کوئی حدیث پیش کی غیر احمدی مناظر کے اس طریق کو تمام پبلک نے ناپسند کیا حتی کہ غیر مسلم زمینداروں نے بھی اسے روکا اور قرآن کی طرف توجہ دلائی کہ اس سے حیات مسیح دکھاؤ۔ مگر غیر احمدی مناظر نے آخر وقت تک کوئی آیت نہ پڑھی یہاں تک کہ بل رفعہ اللہ کو بھی بھول گیا۔ ملک عبدالرحمٰن صاحب نے اس کی پیش کردہ عبارت کے جواب میں حضرت مسیح موعود کی کتب کے متعدد حوالہ جات پیش کیے۔ اس کے بعد قرآن سے لفظ رفع کے معنی آسمان پر اٹھائے جانے کے دکھانے پر

100 روپیہ انعام کا چیلنج دیا۔ جسے غیر احمدی مناظر قبول نہ کر سکا۔ مرزا خاکسار مرزا محمد حسین سیکرٹری تبلیغ تنگڑی ضلع گجرانوالہ (الفضل 27 ستمبر 1929ء)

لالہ موسیٰ میں کامیاب مناظرہ

3 اکتوبر بروز اتوار جماعت احمدیہ لالہ موسیٰ اور اہل حدیث کے درمیان مناظرہ وفات وحیات مسیح ناصری اور صداقت مسیح موعود پر ساڑھے آٹھ بجے رات سے لے کر ساڑھے 12 بجے تک زیر صدارت جناب چوہدری شیر علی صاحب ذیلدار موضع دھامہ قرار پایا۔ جماعت احمدیہ کی طرف سے ملک عبدالرحمن صاحب خادم گجراتی اور جماعت اہل حدیث کی طرف سے حافظ فضل الرحمن صاحب تھے۔ خدا کے فضل سے مناظرہ نہایت کامیاب رہا۔ وفات مسیح کے مضمون پر متعدد آیات و احادیث سے دلائل پیش کیے گئے۔ فریق مخالف ان کو آخر تک توڑ نہ سکا غیر احمدی پبلک نے اپنے مناظر کی اس کمزوری کو محسوس کیا چنانچہ جب وفات مسیح پر مناظرہ کا وقت ختم ہو گیا اور صداقت مسیح موعود کا مضمون شروع ہونے لگا۔ تو تمام غیر احمدی پبلک نے اپنے مولویوں سے کہا کہ اب دوسرا مناظرہ نہ کرو۔ مگر مولوی صاحب نے فرمایا کہ پہلے مضمون پر قیاس نہ کرو اصل اور مزیدار مضمون تو اب آتا ہے مگر جب صداقت مسیح موعود کے مضمون پر قرآن کریم کی سات آیات حضور کی تائید میں پیش کیں تو جناب ادھر ادھر کی باتیں کر کے وقت ٹالنے لگے اور آخر کار دوران مناظرہ میں ہی اختتام مناظرہ سے ایک گھنٹہ قبل میدان مناظرہ سے اٹھ کر چل دیے۔ (نامہ نگار) (الفضل 22 نومبر 1929ء)

روپڑ ضلع انبالہ میں مناظرہ

مولوی عبدالمجید خان صاحب سیکرٹری انجمن احمدیہ............اطلاع دیتے ہیں کہ 20،21 مارچ 1932ء روپڑ ضلع انبالہ میں غیر احمدیوں اور احمدیوں کے درمیان مناظرہ ہوا چونکہ اس

مناظرہ کی شہرت بہت ہو چکی تھی اس لیے اردگرد کے اضلاع لدھیانہ، انبالا اور ریاست پٹیالہ کے چار ہزار کی تعداد میں سامعین جمع ہو گئے اردگرد کے احمدی احباب بھی ساڑھے چار سو کے قریب آ گئے، پہلا مناظرہ وفات مسیح ناصری پر اور دوسرا مناظرہ صداقت مسیح موعود پر ہوا۔ غیر احمدیوں کی طرف سے مولوی ابراہیم صاحب سیالکوٹی اور مولوی احمد دین صاحب مناظر تھے، احمدی جماعت کی طرف سے مولوی محمد سلیم صاحب مولوی فاضل اور ملک عبدالرحمن صاحب خادم بی اے گجراتی تھے اللہ تعالیٰ کے فضل سے مناظرہ بہت کامیاب ہوا کہ مولوی ابراہیم صاحب سیالکوٹی صرف ایک دن مناظرہ کر کے چلے گئے اور مولوی احمد الدین صاحب بھی احمدی مناظر کے زبردست دلائل کی جو صداقت مسیح موعود پر تھے۔ تردید نہ کر سکا۔ ایک شخص نے اسی وقت بیعت کا اعلان کیا۔

بعض غیر احمدی معززین نے خواہش کی کہ ایک احمدی مبلغ اس عرصہ کے لیے روپڑ مقرر کیا جائے تا کہ ہم پوری معلومات حاصل کر سکیں چنانچہ اس غرض کو پورا کرنے کے لیے مولوی محمد حسین صاحب بھجوائے گئے ہیں۔

جمال احمدیہ کاٹھگڑھ اور انبالہ ماچھی واڑہ کے تمام عہدے داران جنہوں نے اس مناظرہ کی کامیابی کے لیے پرزور جدوجہد کی ہے ان اصحاب کا شکریہ ادا کیا جاتا ہے۔

(الفضل 10 اپریل 1932ء)

ڈیڑ چک نمبر 39 ضلع شیخوپورہ میں کامیاب مناظرہ

مکرمی ملک شیر محمد دین صاحب رئیس کوٹ رحمت خالد سے اطلاع دیتے ہیں کہ ....فروری 1932ء ڈیڑ چک نمبر 29 میں احمدیوں اور غیر احمدیوں کے درمیان وفات مسیح، صداقت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر مناظرہ ہوا غیر احمدیوں کی طرف سے مولوی محمد

حسین صاحب گوجرانوالہ۔ مولوی محمد مسلم صاحب اور مولوی نور شاہ صاحب تھے۔ ہماری طرف سے ملک عبدالرحمن صاحب خادم بی اے گجراتی مناظر تھے۔ دو دن دونوں مضامین پر تین شاندار اور کامیاب مناظرے ہوئے۔ غیر احمدی مولوی صاحبان ابھی مناظرہ کا وقت باقی تھا کہ میدان مناظرہ چھوڑ کر چلے گئے۔ مناظرہ کے آخر پر کوٹ رحمت خان کے دو اشخاص غلام قادر اور محمد بخش اور چک ڈیڑ میں سے نظام الدین صاحب سلسلہ احمدیہ میں داخل ہوئے۔

گیانی واحد حسین صاحب کا بھی گرو بابا نانک صاحب علیہ الرحمہ کے مسلمان ہونے پر لیکچر ہوا جو نہایت دلچسپی کے ساتھ سنا گیا۔ (الفضل 15 مارچ 1932ء)

''تحفظ شریعت'' لاہور کا چیلنج منظور

''تحفظ شریعت'' مزنگ لاہور کا ایک ضمیمہ شائع ہوا ہے جو اصل اخبار کے شائع ہونے سے بھی پہلے شائع کر دیا گیا ہے اس کے ''زندہ دل'' ایڈیٹر ''ابوالمناظر'' حافظ محمد ابراہیم کاٹھوی لکھنوی ہیں ان کی علمی قابلیت تو ''ابوالمناظر'' کی ''دیدہ زیب'' ترکیب ہی سے ظاہر ہے تاہم اس پرچہ سے چند فقرات بطور نمونہ نقل کیے جاتے ہیں چند اس لیے کہ تمام پُر از اغلاط فقرات کا بوجھ الفضل متحمل نہیں ہوسکتا۔

پہلی سطر ہی میں ارشاد ہوتا ہے۔ ''خدا کا شکر ہے کہ رسالہ تحفظ شریعت کے اجراء کا اعلان اخبارات میں ہو چکا ہے ارادہ ہے کہ............ پہلا پرچہ 8 مئی 1930 کو شائع ہو جائے گا۔'' اس رسالہ کی غرض یہ ہے کہ السلام .... کے در پردہ دشمنوں کا جواب دے اور ان کے ''کنسجة النعکبوت'' کے مانند وعدوں کی حقیقت اور اندرونی سربستہ رازوں کا انکشاف کر کے حق کو حق اور باطل کو باطل کر دکھائے۔''

''مجلس تحفظ شریعت دہلی ....جس نے علمائے اسلام کی زندہ دلی اور اقتدار کا بین

ثبوت پیش کرنے کے لیے فیصلہ کیا ہے کہ مزنگ سے ایک رسالہ ''تحفظ شریعت'' جاری کیا جائے اس نام نہاد رسالہ کا پہلا نمبر انشاءاللہ 10 مئی 1930ء کے دن عید نمبر کے ساتھ شائع کیا جائے گا۔ یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ اس کے مضامین کس پایہ کے ہوں گے کیونکہ یہ علمائے اسلام کی متفقہ آواز اور فرزند فرزندان اسلام کا ترجمان ہوگا اور اس کے تمام مضامین اور بڑی بڑی نام نہاد ہستیوں کے کلک باطل شکن کا اثر ہوں گے۔''بلفظہٖ

مستری محمد حسین مقتول کے متعلق فرماتے ہیں:۔''ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی قربانی کو قبول فرمائے اور انہیں صبر جمیل عطا فرمائے۔آمین ایڈیٹر۔'' حضرات یہ ہے۔''نام نہاد رسالہ ''تحفظ شریعت''اور یہ ہیں اس کے''زندہ دل''ایڈیٹر جنہیں بیٹھے بیٹھے

لہو لگا کے شہیدوں میں نام کر لیں گے

کے مطابق حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ کو تفسیر قران کا چیلنج دینے کی سوجھی۔آپ نے اس کے لیے چند شرائط بھی تحریر فرمائی ہیں۔ملاحظہ ہو:۔

''قران پاک کی تفسیر پہلے آیات قرآنیہ سے اس کے بعد احادیث نبویہ سے اور پھر آثار قرون ثلاثہ سے لکھنی ہوں گی اور حوالہ کتب وابواب ضروری ہوگا۔تفسیر لکھنے کے وقت کوئی کتاب کسی کی قسم کی موجود نہ ہوگی۔'' بھلا ان سے کوئی پوچھے جب حوالہ دینا ضروری ہے تو کتابیں پاس رکھنا کیوں ممنوع ہے نیز قران تو کہتا ہے **لا یمسه الا المطھرون** کہ حقائق قرآنی سوائے''مطہرون'' کے کسی اور پر کھولے نہیں جاتے پھر اگر تمام حقائق کو بخاری مسلم و دیگر کتب سے بصورت ظاہر مقید تسلیم کر لیا جائے تو ان کے جاننے میں پاک یا ناپاک کی تمیز کے کیا معنی۔حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ کا دعوی تو یہ ہے کہ خدا تعالیٰ اپنے ارشاد کے مطابق مجھ پر اپنے کلام کے حقائق اور معارف اس کثرت اور تواتر سے کھولتا ہے

کہ اس میں کوئی میرا مقابلہ نہیں کرسکتا اگر آپ میں ہمت تھی تو میدان میں آتے تا کہ آپ کے تعلق باللہ کے ڈھول کا پول کھل جاتا۔ جناب ''ابوالمناظر'' صاحب آپ کے ''کبیر ہم'' بھی جانتے ہیں کہ یہ کام آسان نہیں ورنہ سید انور شاہ دیوبندی، مولوی ثناءاللہ امرتسری، پیر مہر علی شاہ گولڑوی اور دیگر ''کبائر'' کیوں صُمٌّ بُکمٌ کے مصداق بن رہے ہیں۔ کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے

جناب ابوالمناظر صاحب اگر آپ اپنی علمی بے مائگی اور بے بضاعتی کا مظاہرہ کرنا ہی چاہتے ہیں تو ہماری طرف سے آپ کو کھلی اجازت ہے۔ نیز آپ کوئی وقت تجویز کریں ہم وہیں آپ کے لاہور ہی میں آپ کے ساتھ عربی میں نظم ونثر میں تفسیر کے مقابلے کے لیے بھی تیار ہیں۔ تاریخ کا تقرر بمرضی فریقین ہوگا۔ ہمارے آدمی وقت پر پہنچ جائیں گے۔''

احقر (ملک) عبدالرحمٰن خادم گجراتی (الفضل 3 جولائی 1930ء)

مراسلات فیروز والا میں کامیاب مناظرہ

25، 26 مئی 34ء بمقام فیروز والا مابین جماعت احمدیہ واہل سنت مناظرہ منعقد ہوا۔ جماعت احمدیہ کی طرف سے ملک عبدالرحمن صاحب خادم بی اے، مولوی محمد نظیر صاحب مولوی فاضل مناظر تھے۔ علاوہ ان کے مولوی غلام رسول صاحب راجیکی حافظ غلام رسول صاحب وزیر آبادی۔ چوہدری دل محمد صاحب مولوی فاضل و مولوی غلام مصطفی صاحب بدوملہوی بھی تشریف لائے تھے۔ اہل سنت کی طرف سے میاں لال حسین صاحب لاہوری و مولوی محمد چراغ صاحب گجرانوالہ و مولوی محمد حسین صاحب کولوتارڑوی مناظر تھے۔ مضامین مناظرہ صداقت مسیح موعود، حیات ووفات مسیح ناصری واجرائے نبوت تھے۔ پہلے روز رات کو بعد نماز عشاء مناظرہ مابین ملک عبدالرحمن صاحب خادم بی۔ اے ومیاں لال حسین صاحب

صداقت مسیح موعود پر ہوا۔ جس کی نسبت پبلک کی رائے باستثناء چند اعدائے ملت احمدیہ و عقل وانصاف یہ ہے کہ مناظر جماعت احمدیہ کو نمایاں طور پر کامیابی حاصل ہوئی اور جو محرومی علم اخلاق میاں لال حسین صاحب کی دیکھنے میں آئی۔ اس کی نسبت خود اراکین اہل سنت نے اس خیال کا اظہار کیا کہ اگر اس کی نسبت اس قدر کم بضاعت ہونے کا علم ہوتا تو اس کو بطور مناظر کبھی نہ بلواتے۔ دوسرے روز مولوی محمد حسین صاحب اور خادم صاحب کے درمیان وفات مسیح پر مناظرہ ہوا۔ بحث نہایت متانت سے ہوتی رہی۔ خادم صاحب کی سحر بیانی نے اپنے اور بیگانوں سے خراج تحسین حاصل کیا۔

تیسرے روز اجرائے نبوت پر مابین مولوی محمد چراغ صاحب و مولوی محمد نذیر صاحب مولوی فاضل مناظرہ ہوا۔ گو مناظرہ پیش از وقت ختم کر دیا گیا تاہم امن وامان سے سرانجام ہوا۔ جناب چوہدری سردار خان صاحب کا ہم ممبران جماعت احمدیہ شکریہ ادا کرتے ہیں کہ ان کے انتظام کے ماتحت جلسہ امن واطمینان سے ہوا۔ سیکرٹری تبلیغ فیروز والا ضلع گجرانوالہ

(الفضل 17 جون 1934ء)

مکیانہ ضلع گجرات میں عظیم الشان مناظرہ

28، 29 اگست 34ء کو جماعت احمدیہ فتح پور کا اہلسنت مکیانہ ساتھ مناظرہ قرار پایا تھا اور شرط تھی کہ جو فریق 28 اگست صبح سات بجے میدان مناظرہ میں نہ پہنچے وہ کاذب متصور ہوگا۔ جماعت احمدیہ اپنے مبلغین مولوی محمد عبداللہ صاحب اعجاز مولوی فاضل و ملک عبدالرحمن صاحب خادم بی اے گجراتی ٹھیک سات بجے میدان مناظرہ میں پہنچ گئے لیکن غیر احمدیوں میں سے کوئی نہ آیا اور رقعہ بھیجا کہ اگرچہ ہم بروئے شرائط کاذب ٹھہرتے ہیں مگر شام تک انتظار کریں چونکہ لوگ جمع تھے ہم نے صداقت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر

تقریریں شروع کرادی جو پسند کی گئیں۔نو بجے شام غیر احمدیوں کے مبلغین آ گئے اور کہا کہ ہم حیات وفات عیسیٰ علیہ السلام واجرائے نبوت کے مسائل پر بحث نہیں کرتے اور بہت ردوکد کے بعد حیات وفات مسیح علیہ السلام وصداقت مسیح موعود علیہ السلام پر دو مناظرے قرار پائے۔ 28 اگست مولوی محمد عبداللہ صاحب نے وفات مسیح علیہ السلام کے موضوع پر مولوی احمد الدین صاحب گکھڑوی سے مناظرہ کیا۔ مدعی حیات مسیح غیر احمدی تھے۔احمدی مناظر نے قرآن کریم احادیث نبویہ واقوال بزرگان سے وفات مسیح علیہ السلام کو ثابت کرتے ہوئے دلائل کا انبار غیر احمدی مناظر کے سامنے رکھ دیا۔لیکن اس نے ایک دلیل کو چھوا تک نہیں تمام تعلیم یافتہ طبقہ نے تسلیم کیا کہ احمدی مناظر کے دلائل فی الواقعہ پختہ ہیں۔ اور ان کا کوئی جواب نہیں دیا گیا۔

دوسرا مناظرہ صداقت مسیح موعود علیہ السلام پر تین بجے بعد دوپہر شروع ہوا جو ملک عبدالرحمن صاحب خادم بی اے گجراتی نے حافظ احمد الدین صاحب گکھڑوی سے کیا مدعی جماعت احمدیہ تھی۔ملک صاحب نے 49 دلائل صداقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر پیش کیے۔جن میں سے ایک کا بھی جواب حافظ احمد الدین صاحب نہ دے سکے۔خادم صاحب کی تقریر جو اس قدر موثر اور لاجواب تھی کہ غیر احمدی تعلیم یافتہ بھی عش عش کر رہے تھے آخری تقریر ہماری تھی لیکن غیر احمدی میدان چھوڑ کر بھاگ گئے اور تقریر نہ سنی بلکہ تالیاں بجانی شروع کر دیں خدائے تعالیٰ کے فضل وکرم سے یہ مناظرہ بہت کامیاب ہوا اور نواہی علاقہ میں تبلیغ کا دروازہ کھل گیا۔حق پسند طبائع ہماری باتیں سننے کے لیے مستعد ہیں۔ ہم چوہدری رحمت علی صاحب وسردار علی صاحب آف کمیانہ کا شکریہ ادا کرتے ہیں کہ انہوں نے قیام امن میں بہت مدد دی۔خاکسار مرزا محمد حسین احمدی۔(الفضل 20 ستمبر 1934ء)

بٹالہ میں اہلحدیثوں سے کامیاب مناظرہ

انجمن شباب المسلمین بٹالہ کے جلسہ پر عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری، مولوی حبیب الرحمن صاحب لدھیانوی اور دیگر مخالفین نے اس بات پر انتہائی زور دیا تھا کہ مسلمان احمدیوں سے کسی قسم کے تعلقات نہ رکھے ان کے لیکچر نہ سنیں ان سے مناظرات نہ کریں۔ ان کی مجالس میں شریک نہ ہوں اور یہ سمجھ لیں کہ گویا ان کا وجود ہی دنیا میں نہیں ہے۔

اس جلسہ سے تیسرے ہی دن انجمن احمدیہ بٹالہ کی طرف سے مولوی عبدالغفور صاحب مولوی فاضل کا ایک پبلک لیکچر کرایا گیا۔ جس میں مخالفوں کی انتہائی رکاوٹوں اور پروپگنڈا کے باوجود غیر احمدی مسلمان بکثرت شامل ہوئے اس کے ایک ہفتہ بعد 17 دسمبر کو اہلحدیثوں سے ہمارا ایک کامیاب مناظرہ ہوا۔ انجمن شباب المسلمین کے کارکنوں نے کئی دنوں تک لوگوں کو مباحثہ سننے سے روکنے کے لیے پرزور جدوجہد کی ہر مسجد میں اعلان کر کے محلہ محلہ کے ذی اثر اشخاص کی معرفت زور ڈالا، تقریریں کی اور متعدد مرتبہ منادی کرائی کہ اس مناظرہ میں شامل ہونے والا کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہو کر مرزائی ہو جائے گا۔ لیکن مخالفوں کے ایڑی چوٹی تک زور لگانے کے باوجود خدائے تعالیٰ کے فضل سے ہزارہا غیر احمدی مناظرہ میں شامل ہوئے اور نہایت دلچسپی سے آخر تک سنتے رہے۔ مناظرہ صداقت مسیح موعود اور امکان نبوت پر تھا۔ ہماری طرف سے پہلے مضمون کے لیے مولوی عبدالغفور صاحب مولوی فاضل اور دوسرے کے لیے ملک عبدالرحمن صاحب خادم بی اے پیش ہوئے اور خدا کے فضل سے ہمیں نمایاں فتح و کامیابی حاصل ہوئی مخالفین کے مناظر مولوی محمد یوسف صاحب بدتہذیبی و درشت کلامی کے علاوہ اپنی ہمہ دانی و منطق پر بہت اترا آتے تھے۔ لیکن 10 منٹ میں ہی خادم صاحب نے ایسا ہموار کیا کہ آخر مناظرہ تک سراسیمہ رہے اور انعام کے اعلان اور بار بار کے مطالبوں کے

باوجود خاتم النبیین بمعنی آخری نبی کے متعلق اپنی تائید میں ایک سند بھی پیش نہ کر سکے۔

مناظرہ منعقد کرنے کے باعث شباب المسلمین نے اہلحدیثوں پر بھی طرح طرح کے اتہامات لگائے۔ انہیں احمدیوں کے ایجنٹ بتایا اور تقریروں میں کہا گیا کہ ان کے لیے قادیان سے روپیہ آتا ہے۔ حالانکہ اہل حدیث ہمیشہ ڈر کر ان لوگوں کو خوش کرنے کی کوشش کرتے رہتے اور اپنے عقائد پیش کرنے سے جھکتے ہیں۔ (الفضل 2 جنوری 1934ء)

ڈنڈوت میں کامیاب مناظرہ

ڈنڈوت تحصیل پنڈ دادن خان میں 9 اگست 1929ء کو جماعت احمدیہ اور اہل سنت والجماعت کے درمیان صداقت حضرت مرزا صاحب کے عنوان پر چھ بجے صبح سے لے کر 11 بجے تک مباحثہ قرار پایا۔ اہل سنت والجماعت کے مناظر مولوی محمد احسن صاحب نے بلاوجہ اس بات پر اصرار کیا کہ صداقت مسیح موعود علیہ السلام کے مسئلہ پر وہ خود مدعی ہوں گے۔ حالانکہ جماعت احمدیہ کے مناظر ملک عبدالرحمن صاحب خادم گجراتی نے رشیدیہ کا حوالہ پیش کیا کہ مدعی من حیث انہ اتباع ہوتا ہے۔ لہذا مسئلہ صداقت مسیح موعود پر جماعت احمدیہ مدعی ہے۔ مگر مولوی محمد احسن صاحب نے اپنی بات پر اصرار کیا۔ ملک عبدالرحمان صاحب خادم نے مولوی صاحب کے اصرار پر ان کے اس مطالبہ کو بھی منظور کر لیا۔ اہل سنت کے مناظر مولوی محمد احسن صاحب نے 10 منٹ تقریر کی جس میں قرآن کریم سے کوئی دلیل جناب مرزا صاحب کے دعوی کے خلاف پیش نہ کی صرف حدیث یدفن معی فی قبری پیش کر کے بیٹھ گئے۔ ملک عبدالرحمن صاحب خادم نے ان کی اس دلیل کا نہایت مدلل جواب دیا اور کہا کہ وہ کون سا مسلمان ہے جو حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر کو اکھیڑے گا نیز حضرت عیسیٰ کا رسول کریم کی قبر میں مدفون ہونا اس لیے بھی باطل ہے کہ حضرت عائشہ نے جو رویا دیکھی تھی جس میں رأیت ثلاثۃ

اقمار سقطن فی حجرتی لکھا ہے کہ میں نے تین چاند اپنے حجرہ میں گرتے دیکھے اور تینوں چاند آنحضرت ﷺ، حضرت ابوبکر اور حضرت عمر اس حجرہ میں گر چکے ہیں۔ اب اگر حضرت مسیح بھی اس میں مدفون ہوں۔ تو پھر حضرت عائشہ کا یہ خواب غلط ہو جاتا ہے پھر اس جگہ رسول کریم ﷺ نے حدیث زیر بحث میں حضرت مسیح کی قبر کا تعین فرمایا ہے وہ بین ابی بکر و عمر فی قبر واحد ہے ثابت ہے کہ حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کی قبر کے درمیان کوئی خالی جگہ ہو لہذا اس کا اعتراض باطل ہے حدیث مذکور کے مدلل اور مکمل جواب کے بعد ملک عبدالرحمن صاحب خادم نے قرآن کریم سے حضرت مرزا صاحب کی صداقت کے لیے آیات پیش کیں۔ یدفن معی فی قبری کے متعلق مولوی صاحب سے جب کوئی جواب بن نہ آیا تو نہایت مضطرب ہو کر فرمانے لگے قبر بمعنی مقبرہ ہے۔ اس پر ملک صاحب نے مولوی صاحب کو چیلنج دیا 20 روپے انعام بھی مقرر کیا کہ مولوی صاحب کسی لغات میں سے ''قبر کے معنی'' مقبرہ دکھائیں۔ مگر مولوی صاحب قطعاً جواب نہ دے سکے اس مسکت جواب پر مولوی صاحب نے یدفن معی فی قبری کی حدیث چھوڑ کر ایک اور حدیث پیش کی کہ نبی جہاں مرتا ہے وہیں دفن ہوتا ہے۔ لیکن مرزا صاحب اپنے مقام وفات لاہور میں مدفون نہ ہوئے۔ ملک صاحب نے فرمایا کہ اس حدیث کا ایک راوی الحسن عبداللہ ہے جس کے متعلق لکھا ہے قال البخاری انه كان يتهم .... (حاشیہ علامہ سندھی بر حاشیہ ابن ماجہ صفحہ 256) کہ امام بخاری نے کہا ہے کہ وہ............ اور متروک ہے۔ پھر حضرت یعقوبؑ و یوسفؑ کا بعد از وفات دوسری جگہ............ مدفون ہونا کتب اہل سنت سے دکھایا۔ مولوی محمد احسن صاحب نے اپنے عالم ہونے کے دعوی کیا مگر ملک صاحب نے ان کی عربی غلطیاں اور صرفی نحوی کمزوریاں............ یہاں پر واضح کر کے ان کو لاجواب کر دیا نتیجہ یہ ہوا کہ مولوی صاحب سخت گھبرا گئے اور ان کے منہ سے درست

الفاظ بھی نہ نکلتے تھے حتی کہ یقتل الخنزیر کو تقتل الخنزیر پڑھنے لگے۔ جس سے ان کی عربی دانی کی حقیقت طشت از بام ہوگئی حتی کہ مولوی صاحب دوران تقریر میں ہی مفرور ہو گئے۔ (الفضل 2 اگست 1929ء)

چھنمبی میں کامیاب مناظرہ

موضع چھنمبی تحصیل پنڈ دادنخان میں 12 اگست جماعت احمدیہ واہل سنت مسلمانوں کے درمیان صداقت مسیح موعود اور وفات مسیح ناصری پر مناظرہ قرار پایا۔ جماعت احمدیہ کی طرف سے ملک عبدالرحمن صاحب خادم گجراتی مناظر تھے اور اہل سنت کی طرف سے سید لال شاہ صاحب پہلا مناظرہ صداقت مسیح موعود علیہ السلام کے مسئلہ پر دو بجے دن سے لے کر پانچ بجے تک ہوا۔ ملک عبدالرحمن صاحب نے اپنی پہلی نصف گھنٹہ کی تقریر میں قرآن کریم کی سات آیات سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت ثابت کی۔ اور متعدد کتب حدیث سے دکھایا کہ مسیح موعود کے ظہور کا وقت گزر چکا ہے۔ اگر حضرت مرزا صاحب مسیح موعود نہیں جیسا کہ مخالف مولویوں کا خیال ہے تو اس سے نعوذ باللہ رسول کریم ﷺ پر الزام آتا ہے۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ السلام صادق ہیں۔ آپ نے حضرت مسیح موعود کی صداقت کو قرآن شریف واحادیث سے روز روشن کی طرح واضح کر دیا۔

سید لال شاہ صاحب نے اپنی تقریر میں ملک صاحب کی ایک دلیل کو بھی توڑنا تو کجا ہاتھ تک نہیں لگایا اور ایک رسالہ مصنفہ منشی پیر بخش لاہوری کو ہی پڑھتے رہے اور پھر احمدی مناظر کی مضبوطی دیکھ کر آپ نے صداقت مسیح موعود کے مسئلہ میں ختم نبوت کا مسئلہ چھیڑ دیا۔ مگر ختم نبوت کے مسئلہ پر بھی ان کو ایسی زبردست شکست ہوئی کہ غیر احمدی پبلک کو بھی اس شکست کا اعتراف کرنا پڑا۔ آپ نے دعوی کیا کہ مرزا صاحب نے لکھا ہے مجھے وحی ہوئی ہے کہ حضرت

عیسیٰ علیہ السلام زندہ آسمان پر موجود ہیں۔ اس پر ملک صاحب نے دس روپیہ انعام مقرر کیا کہ مولوی صاحب حضرت صاحب کی کسی کتاب سے ایسی وحی دکھا دیں۔ مگر سید صاحب آخر دم تک کوئی ایسی وحی نہ دکھا سکے اور بھی متعدد غلط اور بے بنیاد حوالہ جات دیے۔ جن کا مطالبہ کرنے پر کوئی پتہ نہ دے سکے۔

صداقت مسیح موعود کے مسئلہ پر ملک صاحب کے دلائل بالکل مسکت رہے جن کا آخر تک کوئی جواب نہ دیا بلکہ جواب دینے کی کوشش بھی نہ کی گئی۔ غیر احمدی پبلک بھی اپنے مناظر کی اس کمزوری کو محسوس کرتی تھی غرضکہ مباحثہ خدا کے فضل سے بہت کامیاب رہا۔

اس کے بعد 6 بجے بعد عصر سے لے کر نو بجے رات تک حیات و وفات مسیح علیہ السلام پر مناظرہ ہوا۔ غیر احمدی مناظر نے اپنی نصف گھنٹہ کی پہلی تقریر میں صرف بل رفعہ اللہ الیہ اور ینزل عیسیٰ ابن مریم کی حدیث پیش کی اور تمام تقریر نصف گھنٹہ تک ظفر الرحمانی فی کسف القادیانی مصنفہ مفتی غلام مرتضیٰ سکنہ میانی پڑھتے رہے۔ احمدی مناظر نے اپنی نصف گھنٹہ کی تقریر میں رفع کے معنی قرآن شریف احادیث اور لغت عرب سے دکھا کر 50 روپیہ کے نوٹ مولوی صاحب کی خدمت میں پیش کیے۔ کہ اگر وہ قرآن حدیث اور لغت عرب سے جب خدا فاعل اور کوئی انسان مفعول ہو اور لفظ رفع مستعمل ہو تو اس کے معنی آسمان پر اٹھائے جانے کے دکھا دیں اور 50 روپے لے لیں۔ مگر سید صاحب آخر تک کوئی ایسا حوالہ پیش نہ کر سکے اس کا بھی پبلک پر بہت اچھا اثر ہوا اسی طرح توفی کے لفظ پر انعام مقرر کیا اور نزول کے لفظ پر بھی انعام مقرر کیا گیا مگر غیر احمدی مناظر کسی چیلنج کو قبول نہ کر سکا۔ احمدی مناظر نے قرآن شریف احادیث اور اقوال ائمہ سے بیسیوں حوالہ جات پیش کر کے وفات مسیح کو ثابت کر دیا اور پبلک پر روز روشن کی طرح واضح کر دیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پا چکے ہیں۔

(الفضل 6 ستمبر 1929ء)

لاہور میں اہل حدیثوں سے کامیاب مباحثہ

انجمن اہل حدیث لاہور نے 30 دسمبر کی شام کو ایک اشتہار شائع کیا اور بلا ہماری اطلاع اور باہمی سمجھوتہ کے مناظرہ کا اعلان کر دیا۔ اگر چہ اصولاً ہم پر کوئی پابندی عائد نہ ہوتی تھی۔ تاہم ان کے چیلنج کو ہم نے منظور کر لیا اور یکم جنوری کو ایک بجے بعد دوپہر ہمارے مبلغین مولوی محمد سلیم صاحب مولوی فاضل اور ملک عبدالرحمن صاحب خادم بی اے مقام مناظرہ پر پہنچ گئے۔

پہلا لیکچر میاں عبداللہ صاحب معمار نامی کا تھا جس نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام پر توہین انبیاء کا الزام لگایا اس کا جواب مولوی محمد سلیم صاحب نے باوجود تنگی وقت کے اپنی برجستہ تقریر میں نہایت قابلیت سے دیا اور حاضرین پر اچھا اثر ہوا۔ پانچ پانچ منٹ کے سوال و جواب کے وقت بھی مولوی صاحب موصوف نے اچھی طرح واضح کر دیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تمام انبیاء پر جن میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اسم گرامی خصوصیت سے ہے۔ ایمان لانے اور ان کی عزت کرنے پر زور دیا ہے۔ چنانچہ آپ نے تحریر فرمایا ہے۔

اگر یہ اعتراض ہے کہ کسی نبی کی توہین کی ہے اور وہ کلمہ کفر ہے تو اس کا جواب بھی یہی ہے کہ لعنة الله علی الكاذبين اور ہم سب نبیوں پر ایمان لاتے ہیں اور تعظیم سے دیکھتے ہیں۔ بعض عبارات جو اپنے محل پر چسپاں ہیں۔ وہ بہ نیت توہین نہیں۔ بلکہ بتائید توحید ہیں۔ انما الاعمال بالنيات اور تمہارے جیسے عقل والوں نے صاحب تقویۃ الایمان کو بھی اسی خیال سے کافر کہا تھا کہ بعض کلمات ان کو اس کتاب میں ایسے معلوم ہوئے کہ گویا وہ انبیاء کی توہین کرتا ہے اور چوہڑوں اور چماروں کو ان کے برابر جانتا ہے۔ ہماری طرح ان کا بھی یہی جواب تھا کہ انما الاعمال بالنیات (انوار الاسلام صفحہ 34)

دوسرا لیکچر مولوی ثنااللہ صاحب امرتسری کا تھا۔مولوی صاحب نے حسب معمول اپنا لیکچر شروع کیا اور بجائے ایک گھنٹہ کے 45 منٹ میں ادھر ادھر کی باتیں کر کے ختم کر دیا۔

(جناب خادم صاحب گجراتی نے نہایت خوبی سے مولوی صاحب کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اشتہار 15 اپریل 1907ء اور اہل حدیث 26 اپریل 1907ء سے جواب پیش کیا۔جس سے حاضرین پر سناٹا چھا گیا۔اس کے بعد مولوی ثناء اللہ صاحب نے مذبوحی حرکات شروع کردیں۔جس پر مجمع میں سے آواز آئی،ان باتوں سے کیا فائدہ غرض ساڑھے پانچ بجے مناظرہ بخیر بخوبی ختم ہوا۔الحمدللہ اور تعلیم یافتہ اور سمجھدار طبقہ پر اچھا اثر ہوا۔)دوران جلسہ میں اہل سنت والجماعت ایسوسی ایشن کی طرف سے ایک اشتہار شائع کیا گیا جس میں مولوی صاحب سے مطالبہ کیا گیا کہ مرزا صاحب کا ....اشتہار اپریل 1907ء کے اہل حدیث والا جواب شائع کیا جائے پبلک خود نتیجہ نکال سکے۔

(الفضل 16 جنوری 1934ء)

بنگلور میں نہایت کامیاب مناظرہ

بنگلور 21 ستمبر۔غلام قادر صاحب شرق بذریعہ تار مطلع فرماتے ہیں کہ وہ مناظرہ جو احمدیوں اور حنفیوں میں تجویز ہوا تھا۔اور جسے بنگلور چھاؤنی میں ملتوی کرنا پڑا۔وہ عثمانیہ تھیئٹر ہال بنگلور شہر میں منعقد ہوا۔احمدیوں کے نمائندہ ملک عبدالرحمٰن صاحب خادم بی اے کی ختم نبوت پر تقریر اور عالمانہ بحث نہایت تعریف کے قابل اور مؤثر تھی۔یہ مناظرہ اپنی نوعیت کے لحاظ سے اس علاقہ میں پہلا مناظرہ تھا۔حنفیوں نے پہلے دن کے مناظرہ کے اثر کو دیکھ کر دوسرے دن کا مناظرہ جو صداقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر تھا۔جبراً روک دیا۔ جماعت احمدیہ کے پریذیڈنٹ مولوی عبدالرحیم صاحب نیر تھے جنہوں نے مناظرہ سے قبل

ایک مؤثر تقریر کی۔ جماعت ہائے احمدیہ علاقہ میسور نے پہلی کانفرنس اور اکیسواں سالانہ جلسہ بنگلور میں منعقد کیا۔ ایک بچہ کی تدفین میں سخت مخالفت کا سامنا کرنا پڑا۔ مبلغین گزشتہ رات حیدرآباد دکن کو روانہ ہو گئے۔(الفضل 24 ستمبر 1933ء)

مباحثۂ بنگلور کی تفصیل

جیسا کہ پہلے اطلاع دی جا چکی ہے۔ 16، 17 ستمبر کو بنگلور میں غیر احمدیوں سے مباحثہ طے پایا تھا۔ اس کے لیے الحاج مولوی عبدالرحیم صاحب نیر اور ملک عبدالرحمٰن صاحب خادم گجراتی اور نوجوان اور چند نوجوان تاریخ ہائے مقررہ سے قبل بنگلور پہنچ گئے۔ بعض اشرار کی وجہ سے پولیس کو فساد کا اندیشہ پیدا ہوا۔ اس لیے بنگلور چھاونی میں پولیس کی طرف سے مناظرے کی ممانعت کر دی گئی اور مجبوراً بنگلور شہر کے عثمانیہ تھیٹریکل ہال میں ٹکٹوں کے ذریعہ جو فریقین نے اپنے اپنے دوستوں میں تقسیم کرائے۔ 19، 20 ستمبر کو مناظرے کا انتظام کرنا پڑا۔ غیر احمدیوں کی طرف سے مولوی عبدالواحد صاحب نیاز مناظر مقرر ہوئے۔ مضامین مناظرہ ختم نبوت اور صداقت مسیح موعود تھے۔

مناظرہ کا پہلا دن

مولوی عبدالغفور صاحب دونوں فریق کی طرف سے صدر منتخب ہوئے۔ پہلے مدعی (غیر احمدی مناظر) نے 45 منٹ تک ختم نبوت پر تقریر کی۔ دوران تقریر میں پبلک کو اس امر کا احساس ہو رہا تھا کہ نیاز صاحب محض وقت کو پورا کر رہے ہیں۔ جواباً احمدی مناظر خادم گجراتی نے 45 منٹ پر نہ صرف مخالف کے دلائل کو رد کیا بلکہ 30 زبردست دلائل امکان نبوت کے پیش کیے۔ جن میں سے 6 آیات قرآنی اور 14 احادیث تھیں اس کے بعد 15 منٹ مخالف کو جواب الجواب کے لیے دیئے گئے۔ مگر اس نے آیات قرآنی میں سے کسی ایک کو بھی نہ چھوا۔

احادیث میں سے ایک دوحدیثوں کو لیا مگر ترجمہ از روئے قواعد عربی غلط کیا جس کا احساس خود سامعین کو ہوا۔

اس کے بعد 20 منٹ نماز عصر کے لیے دیئے گئے بعد از خادم صاحب نے 15 منٹ میں حضرت عائشہ صدیقہ حضرت......الدین، امام شعرانی، امام محمد طاہر، ملا علی قاری، سید عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ، شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی، مولانا محمد قاسم نانوتوی کے اقوال پیش کیے اور اپنے سابقہ دلائل کے ساتھ ملا کر تقریر کو مکمل کر دیا۔ غیر احمدی مناظر نے کہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کسی نبی کی ضرورت نہیں خادم صاحب نے کہا اگر ضرورت نہیں تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کیا کرنے آئیں گے معلوم ہوا ضرورت کے آپ بھی قائل ہیں اس کے جواب میں غیر احمدی مناظر نے کہا ہم ہرگز عیسیٰ علیہ السلام کے منتظر نہیں اس کا غیر احمدی پبلک پر خاص اثر ہوا چنانچہ سنا گیا کہ بعد میں غیر احمدیوں نے اپنے مناظر کو ڈانٹا کہ تم نے کیوں ایسا جواب دیا اور جب مندرجہ بالا علماء کے اقوال پیش کیے پیش ہوئے تو غیر احمدی مناظر نے ان کتب کو جن میں سے یہ حوالے دیئے گئے تھے نامنظور کر دیا اور کہا کہ ان کا کیا اعتبار تحریف سے خالی صرف قرآن مجید ہے۔ اس پر خادم صاحب نے کہا آپ اہل سنت کے نمائندہ ہیں آپ ذرا بلند آواز سے اس امر کا اعلان تو فرما دیجیے کہ اہل سنت والجماعت کی جس قدر کتب ہیں ان کا کوئی اعتبار نہیں کتب احادیث اور کتب فقہ بھی آپ کے نزدیک قابل اعتبار نہیں۔ لطف یہ کہ انہوں نے خود ان میں سے بعض کتب سے حوالے دیے تھے۔ لیکن جب ہماری طرف سے حوالہ دیا گیا تو سب محرف ہو گئیں۔ پھر کہا قرآن کریم کے سوا اور کسی کا اعتبار نہیں تو آیئے صرف قرآن مجید سے فیصلہ کر رہے ہیں اور میں نے جو 26 آیات قرآن پیش کی ہیں۔ ان کا جواب دیں مگر غیر احمدی مناظر نے اس طرف رخ نہ کیا اس پر غیر احمدی پبلک کو اپنے مناظر کی

کمزوری کا احساس بڑھ گیا آخر لوگوں پر اثر ہوتا دیکھ کر مناظرہ مالک تھیٹریکل ہال کو دھمکا کر بند کرا دیا۔ اور اس طرح ملک عبدالرحمن صاحب خادم کی بقیہ دو 15، 15 منٹ کی تقاریر نہ ہونے دی۔

مناظرہ کا دوسرا دن

پہلے دن کی کھلی ناکامی سے متاثر ہوکر اور یہ دیکھ کر کہ احمدی مناظر کا پبلک میں پر بہت گہرا اثر ہو رہا ہے مناظرہ کو روکنا چاہا۔ جس پر وہ کامیاب ہو گئے مفت لوگوں نے شرائط مناظرہ کی خلاف ورزی کرتے ہوئے۔ اس ہال کے قریب ایک جلسہ شروع کر دیا۔ جس میں اپنی عادت سے مجبور ہو کر گالیاں دینی شروع کر دیں۔ فساد میں مچانے کا ارادہ ظاہر کیا چنانچہ ان حالات اور دیگر خارجی اثرات سے متاثر ہو کر مالک ہال نے دوسرے دن ہال دینے سے قطعاً انکار کر دیا۔ مگر خدا کے فضل سے مناظرہ کی اصلی غرض پہلے ہی پوری ہو چکی تھی اور حق پسند طبقہ احمدی دلائل کی پختگی کا معترف ہو گیا تھا۔ (الفضل 10 اکتوبر 1933ء)

شیخوپورہ میں کامیاب مناظرہ

انجمن محمدیہ شیخوپورہ نے قریباً ایک ماہ سے اپنا اشتہار شائع کر کے ہمیں مناظرہ کے لیے چیلنج دے رکھا تھا ان کا جلسہ 20 تا 25 اکتوبر 35ء مقرر تھا کیونکہ انجمن سیاسی اغراض کے ماتحت چند یوم سے ہی معروض میں آئی ہے اور اس میں کوئی معقول آدمی نہیں ہے۔ اس لیے ہمیں شرائط مناظرہ طے کرنے میں بڑی دقت پیش آئی آخر ان جہلا کے بے حد اصرار پر مناظرہ کے مضامین یہ تجویز ہوئے یعنی ''کذبیات مرزا'' منجانب انجمن محمدیہ اور ''توہین انبیاء کا ثبوت مسلمانوں کی کتب سے'' منجانب جماعت احمدیہ۔

مناظرہ 27 اکتوبر 35ء بعد دوپہر شروع ہوا۔ پہلا مضمون دو سے پانچ بجے شام تک اور

دوسرا ساڑھے آٹھ سے 11 بجے تک پہلے مناظرہ میں انجمن محمدیہ کو پہلی ناکامی یہ ہوئی کہ ان کے پریزیڈنٹ نے ترتیب مناظرہ کو بدلنا چاہا۔ جس میں وہ کامیاب نہ ہوسکا۔ پھر مولوی محمد سلیم صاحب نے بار بار وفات، مسیح پیشگوئی عبدالحکیم مرتد اور آخری فیصلہ مولوی ثنا اللہ پر باقاعدہ مناظرہ کے لیے مولوی نور حسین گھرجاکھی کو چیلنج دیا مگر منظور نہ کیا گیا جس سے حاضرین پر بہت اچھا اثر ہوا۔

دوسرے مناظرہ میں ہماری طرف سے ملک عبدالرحمن صاحب خادم اور مدمقابل مولوی احمد دین صاحب گکھڑوی تھے چونکہ مناظرہ شروع ہونے سے قبل لوگوں کو اشتعال دلایا گیا تھا کہ احمدی انبیاء کی توہین کریں گے اور ایسی باتیں پیش کریں گے، جنہیں مسلمان برداشت نہیں کرسکتے، اس لیے خادم صاحب نے سب سے اول اپنی پوزیشن واضح کی اور کہا اگر میں یہ نہ دکھاؤں کہ (1) کتاب آپ لوگوں کی مسلمہ ہے۔ (2) پیش کردہ حوالہ اس میں موجود ہے۔ (3) ترجمہ جو کیا گیا ہے وہ صحیح ہے۔ (4) حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت بلکہ پیدائش سے بھی پہلے کی کتاب ہے تو آپ لوگ بے شک مجھے ملزم گردان سکتے ہیں۔ لیکن اگر یہ سب باتیں موجود ہوں تو پھر ہم پر الزام کیسا ہم تو وہ لوگ ہیں جو عصمت انبیاء کے قائل اور تمام انبیاء کی تعظیم نہ صرف زبان سے بلکہ دل سے کرتے ہیں۔

غرض اس تمہید کے بعد ملک صاحب نے حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آنحضرت ﷺ تک انبیاء کے متعلق چند ایک دلخراش حوالے۔ جلالین، بخاری، مجمع البیان اور تفسیر محمدی وغیرہ کتب سے پڑھ کر سنائے۔ مخالف مناظر بجائے ان کا جواب دینے کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر رکیک اعتراض کرتا رہا اور نہایت ہی گندا دہانی سے کام لیتا رہا۔ ملک صاحب نے حضور علیہ السلام کی صداقت پر خود حلف مؤکد عذاب اٹھایا اور مولوی احمد الدین

صاحب سے بھی مطالبہ کیا۔ وہ گالیاں تو دیتے رہے مگر قسم مؤکد عذاب آخر تک نہ کھا سکے اس کا بھی حاضرین پر اچھا اثر ہوا۔ اختتام مناظرہ پر مخالفین نے اپنی ناکامی اور نامرادی سے جل کر ہم پر اینٹوں کے روڑوں، مٹی کے ڈھیلوں کی بارش کی۔ مگر خدا کے فضل سے انہیں اس میں بھی کامیابی نصیب نہ ہوئی۔ اس بداخلاقی کے مظاہرہ کا بھی شہر کے مسلمان، ہندو، سکھ پبلک پر بہت اچھا اثر ہوا بعض لوگوں نے ہمیں دلی مبارکباد دی مخالف پارٹی کے پریزیڈنٹ مولوی امین الحق صاحب نے ہمارے مکان پر آکر معافی مانگی اور اس ناواجب سلوک پر سخت ندامت اور شرمندہ ہوئے۔ ....(الفضل چھ نومبر 1935ء)

جماعت احمدیہ حافظ آباد کا پہلا سالانہ جلسہ اور کامیاب مناظرہ

اللہ تعالی کا شکر ہے کہ اس نے جماعت احمدیہ حافظ آباد کو پہلا سالانہ جلسہ کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ اس جلسہ کے اخراجات میں جماعت ہائے پیر کوٹ، پریم کوٹ، مانگٹ اونچے، بھاگا بھٹیاں نے بھی حصہ لیا۔ جلسہ دو روز 26، 27 مئی ہوا ہر اجلاس میں ہر مذہب وملت کے اور ہر طبقہ کے لوگ شامل ہوتے رہے۔

26 مئی صبح کے اجلاس میں محمد اسماعیل صاحب خادم مسجد احمدیہ گوجرانوالہ نے سلسلہ عالیہ احمدیہ کی خدمات کے متعلق اور شیخ عبدالقادر صاحب مولوی فاضل نے ''اسلام عالمگیر مذہب ہے۔'' پر نہایت دلچسپ تقریر کی دوسرے اجلاس میں حافظ مبارک احمد صاحب مولوی فاضل اور شیخ عبدالقادر صاحب نے جماعت احمدیہ کی خدمات اور اجرائے نبوت پر علی الترتیب موثر تقاریر فرمائی۔ تیسرے اجلاس میں مہاشہ محمد عمر صاحب مولوی فاضل اور گیانی واحد صاحب نے اسلام اور ویدک دھرم پر نہایت عمدہ تقاریر کیں۔

دوسرے روز پہلے اجلاس میں شیخ عبدالقادر صاحب مولوی فاضل نے اسلام اور عیسائیت

پر مدلل تقریر فرمائی پھر اسلام اور آریہ مذہب پر نہایت وضاحت سے روشنی ڈالی۔ بعد ازاں گیانی واحد حسین صاحب نے اسی مضمون پر پنجابی زبان میں تقریر کی ایک آریہ پنڈت مسمی تلسی رام صاحب ٹیچر آریہ ہائی سکول حافظ آباد نے اعتراضات کے لیے وقت مانگا جو کہ دیا گیا انہوں نے کہا یہ غلط ہے کہ وید تین ہیں بلکہ وید چار ہیں جس کے جواب میں مہاشہ صاحب نے کئی ایک حوالوں سے تین وید ثابت کیے۔ بعد ازاں گیانی واحد حسین صاحب نے بابا نانک علیہ الرحمہ کا مذہب سکھوں کی کتب سے اسلام ثابت کیا یعنی صاحب کی تقریر کے دوران میں ایک سکھ صاحب نے وقت مانگا جو دیا گیا۔لیکن وہ سٹیج پر نہ آئے۔

دوسرا اجلاس حنفیوں سے مناظرے کی وجہ سے تین بجے شروع کیا گیا۔ پہلا مناظرہ حیات وفات مسیح ناصری علیہ السلام پر اور دوسرا مناظرہ صداقت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ہوا۔ پہلے مناظرہ میں جماعت احمدیہ کی طرف سے حافظ مبارک احمد صاحب مولوی فاضل اور حنفیوں کی طرف سے مولوی محمد حسین صاحب مولوی فاضل کولوتارڑوی کھڑے ہوئے حافظ صاحب نے قرآن مجید اور احادیث صحیحہ سے 18 زبردست دلائل وفات مسیح ناصری علیہ السلام پر دیے۔لفظ توفیؔ کے معنی نہایت واضع طور پر حاضرین کے سامنے پیش کیے اور فرمایا کہ قرآن کریم میں جہاں اللہ فاعل ہو اور ذی روح **مفعول به** ہو تو توفی کے معنی سوائے قبض روح کے اور کوئی نہیں اور چیلنج دیا کہ اگر مولوی محمد حسین صاحب اس کے خلاف ثابت کریں۔تو وہ .... ہزار روپیہ انعام مقرر کردہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلو ۃ والسلام 10 روپے اپنی گرہ سے اسی وقت دینے کو تیار ہیں۔لیکن کولوتارڑوی مولوی صاحب بالکل ثابت نہ کر سکے۔

دوسرا مناظرہ صداقت مسیح موعود علیہ الصلو ۃ والسلام پہ شروع ہوا جماعت احمدیہ کی طرف سے ملک عبدالرحمن صاحب خادم بی اے گجراتی اور حنفیوں کی طرف سے لال حسین اختر

کھڑے ہوئے مناظرہ کی شرائط میں دو شرطیں یہ بھی تھیں کہ مناظرین دائرہ تہذیب کے اندر رہیں گے اور دوم شور وشر ڈالنے والی جماعت شکست خوردہ سمجھی جائے گی۔لیکن لال حسین اختر نے ابتدائی جوابی تقریر میں ہی گند بکنا شروع کر دیا۔جس پر خادم صاحب نے حنفیوں کے صدر کو توجہ دلائی۔مگر اس کا کوئی اثر نہ ہوا اور حنفی تالیاں بجاتے اور شور بھی برپا کرتے رہے۔جس سے سعید الفطرت سامعین پر اچھا اثر ہوا اور انہوں نے سمجھ لیا کہ حنفی شرائط مناظرہ کی پابندی نہیں کر رہے اور گرے ہوئے اخلاق کا ثبوت دے رہے ہیں۔آخر حنفیوں کے صدر نے بہت ردوکد کے بعد اپنے مناظر کو احاطہ تہذیب میں رہنے کی ہدایت کی مگر اس کی کوئی پرواہ نہ کی گئی۔خدا کے فضل وکرم سے جلسہ اور ہر دو مناظرے نہایت کامیاب ہوئے۔

(الفضل 21 جون 1934ء)

گجرات میں آریوں سے مناظرہ

آریہ سماج گجرات نے 30 دسمبر 1938ء ''ضروری دھرم چرچا'' کہ عنوان سے ایک اشتہار دیا جس میں لکھا دو بجے دوپہر آریہ سماج کے مشہور مناظر فاضل عربی جناب پنڈت کلچرن صاحب'' دنیا کا آئندہ مذہب ویدک دھرم ہوگا کے عنوان پر لیکچر دیں گے۔ہر ایک مذہب والے کو اجازت ہے کہ وہ آریہ سماج سے مناظرہ کرلے۔ینگ مین احمدیہ ایسوی ایشن گجرات نے فوراً ان کے اس چیلنج کو ایک چٹھی کے ذریعے منظور کرلیا اور لیکچر کے بعد مناظرہ ہونا قرار پایا۔عین دو بجے آریوں کے مایا ناز پنڈت ''اسمہ بکالی چرن'' لیکچر شروع ہوا۔جس میں انہوں نے اپنی عادت سے مجبور ہو کر بجائے ویدک دھرم کی صداقت کے دلائل پیش کرنے کے قرآن کریم پر ناواجب حملے کیے۔اور بے موقعہ و محل قرآن کریم کی آیات پڑھ کر پبلک پر اثر ڈالنے کی کوشش کی۔ہماری طرف سے ملک عبدالرحمن صاحب خادم جواب کے لیے اٹھے

انہوں نے پنڈت مذکور کی عربی دانی کو چیلنج دے کر طشت از بام کر دیا کہ وہ قرآن کریم کی ایک ہی آیت صحیح پڑھ دیں۔ جس کا جواب دینے کی ''اسمه بکالی چرن'' کو آخر تک جرأت نہ ہوئی۔ ملک صاحب موصوف نے بتایا۔ عالمگیر مذہب وہی ہوسکتا ہے جو اپنے عالمگیر ہونے کا دعویٰ بھی کرے جیسا کہ قرآن کریم نے انا ارسلناك رحمة للعالمین اور انا ارسلناك كافة للناس کہہ کر اپنے عالمگیر ہونے کا دعویٰ پیش کیا ہے۔ مگر اس کے بالمقابل ویدوں میں لکھا ہے۔

''پرمیشور خود فرماتا ہے کہ ہم نے براہمن کھشتری، ویش، شودر۔ ملازم اور عورت وغیرہ اور نیچ سے نیچ درجہ کے شودر وغیرہ لوگوں کے واسطے ویدوں کا ظہور کیا ہے۔ (ستیارتھ پرکاش باب 31 دفعہ 15) پھر ''سمرتی وغیرہ کتابوں میں براہمن وکھشتری وویش ہی تو ویدوں کے پڑھنے کا حق لکھا ہے۔'' (ستیارتھ پرکاش باب 3 دفعہ 15)

اس کے بعد آپ نے کہا۔ عالمگیر مذہب وہی ہوسکتا ہے۔ جو خدا تعالیٰ کے متعلق نہایت اعلیٰ اور اکمل تعلیم دے قرآن کریم نے لہ الاسماء الحسنیٰ کہہ کر خدا تعالیٰ کو تمام کمالات کا جامع اور تمام عیوب سے منزہ قرار دیا ہے مگر اس کے بالمقابل ویدوں میں خدا کو ''فریبی'' (رگوید اشٹک دو۔ انوکا 3۔ سکت 4۔ شرتی 7) اور ''لاعلم'' (ستیارتھ پرکاش باب 4 دفعہ 130۔ بھونکا 223 اور یجروید 24/19) ''چور'' رگوید اشٹک 1۔ انوکا 7۔ سکت 19 شرتی 8) سکھ کی خواہش کرنے والا (یجروید۔ ادھیائے 26 منتر 2) مجسّم (رگوید منڈل 1۔ سوکت 91۔ منتر 12، 13) قرار دیا گیا ہے۔ ایسا مذہب عالمگیر نہیں ہوسکتا۔ جو منبع ہدائی (خدا) کے متعلق ایسی لایعقل تعلیم دے۔

تیسرا میں ملک صاحب نے یہ بیان کیا کہ عالمگیر مذہب وہی ہوسکتا ہے۔ جو فطرت انسانی

کے عین مطابق ہو۔اسی لیے قرآن شریف فرماتا ہے۔فطرۃ اللہ التی فطر الناس علیھا مگر ویدوں میں نیوگ کی تعلیم اس قدر حیا سوز ہے کہ فطرت انسانی اسے دھکے دے رہی ہے۔اس پر عالمگیر مذہب کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ اپنے متبعین کی عملی زندگی کی رہنمائی کے لیے کوئی نمونہ پیش کرے۔اسی ضرورت کو مدنظر رکھتے ہوئے۔خدا تعالیٰ نے لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ کہہ کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام دنیا کے لیے بطور نمونہ پیش کیا۔مگر اس کے برعکس یہ بھی متحقق نہیں۔کہ وید کا نزول کس پر ہوا اور ان ملہموں نے کس طرح اس پر عمل کیا تا کہ ہمارے لیے اس پر عمل کرنے میں آسانی ہو۔

غرض ملک صاحب نے 15 منٹ کی مختصر تقریر میں پنڈت ''اسمہ بکالی چرن'' صاحب کی ایک گھنٹہ کی تقریر کا مسکت اور مدلل جواب دیا۔جس کا پنڈت صاحب موصوف آخر تک کوئی جواب نہ دے سکے اور اپنے وقت میں قرآن پر بیہودہ اعتراضات کرتے چلے گئے۔ آپ نے قرآناً عربیًا کا ترجمہ یہ قرآن عربوں کے لیے ہے کر کے اپنی عربی دانی کا راز فاش کر دیا۔ملک عبدالرحمن صاحب خادم نے ان اعترا ان تمام اعتراضات کا مدلل جواب دے کر اپنے مطالبات کا جواب طلب کیا مگر پنڈت صاحب موصوف آخر تک جواب نہ دے سکے۔ پبلک پر بہت اچھا اثر ہوا حتی کہ ایک معزز ہندو وکیل پنڈت صاحب کی تقریر کے دوران میں بول اٹھے۔آپ ملک صاحب کے اعتراضات کا جواب کیوں نہیں دیتے مگر پنڈت صاحب معذور تھے الیوم نختم علی افواھھم کے پورے مصداق بن رہے تھے۔ جواب کہاں سے لاتے۔خدا کے فضل سے ان کو سخت ہزیمت اٹھانا پڑی۔اور باوجود ملک صاحب کے چیلنج کے ایک فقرہ بھی عربی میں نہ بول سکے۔فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

(الفضل 8 جنوری 1929ء)

ایک کامیاب مناظرہ آریہ سماج کو شکست فاش

موضع ہریال تحصیل شکرگڑھ میں آریہ سماج سے مورخہ 13 اگست کو ایک کامیاب مباحثہ ہوا۔ مباحثہ دو مضمون پر تھا۔ پہلا مضمون یہ تھا کہ ''کیا وید الہامی کتاب ہے۔'' دوسرا مضمون یہ تھا ''کیا قرآن مجید الہامی کتاب ہے'' پہلے مضمون میں اہل اسلام کی طرف سے مہاشہ محمد عمر صاحب شرما مناظر تھے۔ اور آریہ سماج کی طرف سے پنڈت ستیہ دیو۔ اپدیشک پرتی ندہی صبح پنجاب مناظر تھے۔ پہلے مضمون میں اہل سماج مدعی اور ہل اسلام معترض۔ دوسرے مضمون میں اہل اسلام مدعی تھے اور آریہ سماج معترض مہاشہ محمد عمر صاحب نے دو گھنٹے تک کامیابی کے ساتھ مناظرہ کیا۔ آپ خالص سنسکرت زبان میں وید منتر پڑھ کر سناتے اور پھر تفصیل کرتے تھے سامعین پر اس کا ایک خاص اثر ہوتا تھا اور مسلمان اس کامیابی پر بہت خوش ہو رہے تھے۔ مہاشہ محمد عمر صاحب کے اعتراضوں کا آریہ مناظر آخر وقت تک سوائے لایعنی تاویلوں کے کوئی جواب نہیں دے سکا۔

دوسرا مناظرہ قرآن مجید کے الہامی ہونے پر تھا اس مناظرہ میں اہل اسلام کی طرف سے مولوی عبدالرحمن صاحب احمدی خادم گجراتی مناظر تھے چونکہ اس مضمون میں اہل اسلام مدعی تھے۔ اس لیے پہلی تقریر اسلامی مناظر کی تھی۔ ملک عبدالرحمن صاحب خادم ابھی 17 منٹ تقریر کرنے پائے تھے کہ آریہ سماج کیمپ میں کھلبلی پڑ گئی اور انہوں نے تاب مقابلہ نہ لاکر شور ڈال دیا اور اپنی خیر اسی میں سمجھی کہ مناظرہ نہ ہو اور ویدوں کے حیا سوز تعلیم پر پردہ پڑا رہے۔ وجہ یہ تھی کہ خادم صاحب کی تقریر اس قدر ٹھوس اور زبردست تھی کہ جس کا جواب آریہ مناظر سے کسی طرح ممکن نہ تھا اس لیے انہوں نے ہندو مہاشوں کو یہ کہہ کر اشتعال دلایا کہ وید بھگوان اور سوامی دیانند کی سخت توہین کی جارہی ہے۔ ادھر آریہ

مشتعل ہو گئے اور ادھر مسلمان جوش میں آ گئے۔ ڈھائی تین سو کے قریب ہندو تھے اور پانچ چھ سو کے قریب مسلمان تھے چونکہ فریقین مشتعل ہو چکے تھے اس لیے پولیس نے مداخلت کر کے مناظرہ بند کرا دیا کیونکہ اسلامی مناظر ملک عبدالرحمن خادم کی تقریر کا جس میں وید کی تعلیم کو عریاں کر کے دکھایا گیا تھا۔ آریوں کی طرف سے کوئی جواب نہیں دیا گیا۔ اور بغیر جواب دیئے آریہ میدان مناظرہ سے اٹھ کر چلے گئے۔ لوگوں پر اس بات کا بڑا اثر ہوا۔ مسلمان کہتے تھے کہ آیندہ اس گاؤں میں کبھی آریہ نہیں آئیں گے۔ میدان مباحثہ سے چونکہ آریہ فرار ہو چکے تھے۔ اس لئے مسلمانوں نے الگ جلسہ کا انتظام کیا۔ اور تین گھنٹے تک جلسہ ہوتا رہا۔ پہلے ملک عبدالرحمان نے وید کی تعلیم پر تقریر کی اور مسئلہ نیوگ پر خوب روشنی ڈالی۔ پھر مہاشہ محمد عمر صاحب نے تقریر کی۔ اور ثابت کیا کہ اسلام بزور شمشیر نہیں پھیلا۔ مہاشہ صاحب کی یہ تقریر بہت پُر اثر تھی۔ مسلمان اس تقریر سے بہت متاثر ہوئے۔ ان کے بعد مولوی محمد تقی صاحب نے نہایت عالمانہ تقریر کی۔ مسلمانوں کو غیرت دلائی اور مسئلہ چھوت چھات پر روشنی ڈالتے ہوئے اس کے فوائد بتلائے۔ اور اختتام تقریر پر مسلمان نمبرداروں سے قرآن شریف ہاتھ میں دے کر حلف لیا۔ کہ حتی الامکان ہندوؤں سے لین دین نہیں کریں گے۔ اور اپنے اپنے گاؤں میں مسلمانوں کی دکانیں کھلوائیں گے۔

آخر میں ہم اس کامیابی پر ملک عبدالرحمان صاحب خادم مہاشہ محمد عمر صاحب اور مولوی محمد تقی صاحب کو مبارک باد کہتے ہیں۔ اور منتظمین مناظرہ جناب چوہدری علم الدین صاحب نمبردار موضع عکا، ماسٹر مولا داد صاحب اور ماسٹر فضل داد صاحب کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔ جنہوں نے ہر طرح امداد دے کر جلسہ کا انتظام کیا۔ (الفاروق 20 اگست 1928ء)

آریہ سماج گجرات سے زبردست مناظرہ

3 جنوری 30ء آریہ سماج گجرات نے بذریعہ اشتہار اعلان کیا کہ پنڈت شانتی سروپ سابق مولانا محمد علی فاضل قرآن کا لیکچر میں نے اسلام کو چھوڑا کے مضمون پر ہوگا۔ لیکچر کے بعد اعتراضات کا موقعہ دیا جائے گا۔ وقت مقررہ پر جماعت احمدیہ سماج مندر میں پہنچ گئی۔ لیکچر میں پنڈت مذکور نے ھدی للمتقین۔ فزادھم اللہ مرضا اور سواء علیھم ء انذرتھم ام لم تنذرھم لا یؤمنون ان تین آیات پر اعتراضات کیے لیکچر کے بعد پریزیڈنٹ کی اجازت اعتراض پر جب ملک عبدالرحمن صاحب خادم گجراتی اٹھے تو سماج مندر میں کھلبلی مچ گئی اور وقت دینے سے صاف انکار کر دیا۔ مگر جب تمام مسلمانوں نے متفقہ طور پر کہا کہ یہ ہمارے نمائندے ہیں تو سماجیوں نے جواب دینے کے لیے صرف 15 منٹ دیے جوابی تقریر میں ملک عبدالرحمٰن صاحب نے پنڈت مذکور کے تینوں اعتراضوں کا مسکت اور مکمل جواب دیا اور بتایا قرآن نے جہاں ہونے کا دعوی کیا ہے۔ وہاں خدا ھدی للمتقین ہونے کا دعویٰ اور بتایا۔ قرآن نے جہاں ھدی للمتقین اور للعالمین نذیرا ہونے کا بھی اعلان کیا ہے کہ میں تمام انسانوں کے لیے خواہ وہ متقی ہوں یا غیر متقی موجب ہدایت ہوں۔ ھدی للمتقین میں متقین کی تخصیص اس لیے کی کہ قرآن وہ کتاب ہے کہ نہ صرف عوام کے لیے ہدایت کا موجب ہے بلکہ متقی بھی باوجود اپنے ارتقا کے اس کی ہدایت اور رہنمائی کے محتاج ہیں۔ گویا یہ بتایا ہے کہ انسان ہر حالت میں خدا تعالیٰ کے فضل و کرم اور راہنمائی کا محتاج رہتا ہے۔

فزادھم اللہ مرضا پر اعتراض کے جواب میں کہا ہمیشہ انسان کے ایک فعل کے مقابلہ یا نتیجہ میں خدا تعالیٰ کا ایک فعل ہوتا ہے۔ مثلاً اگر پنڈت شانتی سروپ صاحب کمرے

میں بیٹھ کر دروازے کھڑکیاں اور روشندان بند کر لیں تو خدا تعالی کا فعل یہ ہوگا کہ اس کمرے میں اندھیرا کر دے گا اب اندھیرا کرنا بے شک خدا تعالی کا فعل ہے مگر انسان کے فعل کے نتیجہ میں ایسا ہی اگر روحانی مریض روحانی بد پرہیزی کرے تو خدا تعالیٰ کا فعل یہ ہوگا اس کا مرض بڑھا دے۔ علاوہ ازیں اس آیت میں بتایا ہے کہ منافقین میں جو مرض نفاق ہے وہ محض بزدلی کی وجہ سے ہے وہ لوگ مسلمانوں کے دبدبہ سے ڈرتے ہیں اور اس کے نتیجہ میں مرض منافقت کے مریض ہیں خدا تعالی فرماتا ہے ابھی تو اسلام نے ترقی بھی کچھ نہیں کی تم میں ابھی سے مرض نفاق پیدا ہو گیا ہے جب اسلام اور ترقی کرے گا اور اس کی شوکت وسطوت بڑھے گی اور تو اس وقت تمہارا مرض اور زیادہ ہو جائے گا۔

سواء علیھم ء انذرتھم الخ کے متعلق ملک صاحب نے بتایا اس آیت کا قطعا یہ مطلب نہیں کہ وہ لوگ ایمان نہیں لائیں گے گویا یہ بطور پیشگوئی نہیں بلکہ اس میں امر واقعہ کا اظہار کیا گیا ہے کہ اے نبی تو ان لوگوں کو ڈراتا ہے مگر یہ ایمان نہیں لائے۔ گویا تیرا ڈرانا یا نہ ڈرانا برابر ہے۔ جس طرح میں پنڈت شانتی سروپ سے کہوں کہ پنڈت صاحب آپ مسلمان ہو جائیں مگر آپ نہ ہوں تو میں کہوں کہ میرا ان کو دعوت اسلام دینا یا نہ دینا برابر ہی ہے۔ آپ اسلام تو لاتے نہیں۔ لا یؤمنون کے معنی ایمان نہیں لائیں گے۔ نہیں بلکہ ”ایمان نہیں لاتے ہیں“

پنڈت شانتی سروپ نے بجائے ان کے جوابات کو توڑنے کے پہلی تقریر ہی کو دہرانا شروع کر دیا جس کا پبلک پر بہت ہی برا اثر پڑا آخر تنگ آ کر ان اعتراضات کو چھوڑ کر نئے طرح نئے اعتراض شروع کر دیے مگر جب ان کے بھی مسکت اور دندان شکن جواب ملے اور وید مقدس کی قابل نمائش تعلیم پیش ہونے لگی تو چلا اٹھے کہ ویدوں کا نام نہ لو۔ اس پر ملک

عبدالرحمٰن صاحب نے کہا کہ پنڈت صاحب مجھ سے غلطی ہوگئی ہے۔آئندہ ویدوں کا نام تک نہ لوں گااور پنڈت سارے گھسیانے ہوکررہ گئے۔

بفضلہٖ تعالی ہماری طرف سے ان کے تمام مایہ ناز اعتراضوں کے جواب دیے گئے۔جن کو آریہ مناظر آخر وقت تک نہ توڑ سکااور سچ تو یہ ہے کہ پنڈت صاحب نے ہمارے دلائل کو توڑنے کی کوشش بھی نہیں کی۔آخر کار مناظرہ اللہ اکبر کے فلک بوس نعروں کے درمیان ختم ہوا۔پبلک بہت ہی اچھا اثر لے کرگئی۔

ہاں یادرہے کہ یہ پنڈت شانتی سروپ وہی ہیں جنہوں نے حضرت علامہ حافظ روشن علی صاحب سے گجرات میں مناظرہ کر کے سخت ندامت اٹھائی تھی۔ بشیر احمد چغتائی غیر احمدی (الفضل 24 جنوری 1930ء)

لالہ موسی میں جماعت احمدیہ کے کامیاب مناظرے

24 ستمبر لالہ موسیٰ میں صداقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور مسئلہ اجراءنبوت پر مباحثہ ہوا پہلے مناظرہ میں جماعت احمدیہ کی طرف سے مناظر مولوی محمد سلیم صاحب فاضل اور صدر مولوی غلام احمد صاحب ارشد تھے۔احمدی مناظر نے قرآن وحدیث سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کے ثبوت میں سورہ دلائل پیش کیے جو کہ پبلک اور مدمقابل علماء پر اثر انداز ہوئے۔مخالف مناظر مولوی ظہور احمد صاحب نے تردیدی تقریر میں سوائے استہزاءاور ٹھٹھے کے معقول طور پر دلائل قرآنیہ وحدیثیہ کا کوئی جواب نہ دیااور کوشش کی کہ کسی طرح پبلک میں اشتعال پیدا کرکے اس اثر کو زائل کیا جائے۔اس نے ڈاکٹر عبدالحکیم مولوی محمد حسین بٹالوی مولوی محمد ثنا اللہ امرتسری عبداللہ آتھم اور محمدی بیگم والی پیشگوئیوں پر اعتراضات کیے۔جن کے فاضل مناظر نے تسلی بخش جواب دیے۔ایک بات جو کہ آخر تک

مخالف مناظر کہتے چلے گئے۔ وہ یہ تھی کہ اپنے بزرگوں کے متعلق سخت توہین آمیز الفاظ استعمال کرتے رہے مثلاً یہ کہ آیرا غیرا نتھو خیرا۔ ہم کسی کی بات نہیں سن سکتے ہیں۔ ہم ان لوگوں کو نہیں مانتے۔

دوسرا مناظرہ اڑھائی بجے بعد دوپہر شروع ہوا۔ جس میں ہماری طرف سے مناظر جناب ملک عبدالرحمن صاحب خادم گجراتی ایل ایل بی پلیڈر اور صدر مولوی محمد سلیم صاحب تھے۔ مدّمقابل کی طرف سے مناظر مولوی محمد شفیع صاحب تھے۔ ان کے مناظر نے جو دلائل دیے ہمارے فاضل نے ان کے تسلی بخش جواب دیے۔ اور زبردست اعتراضات کیے جن کے آخر تک مدلل جواب نہ دے سکا اور ہر دفعہ شور ڈلوا کر ہمارے مناظر کی تقریر کا اثر زائل کرنے کی کوشش کرتا رہا۔ مگر خدا تعالیٰ کے فضل سے شرفا پر بہت اچھا اثر ہوا اور کئی لوگوں سے سنا گیا کہ ہمارے مولویوں کے پاس سوائے ٹھٹے اور بقول کے اور کچھ نہیں ہے اور یہ بھی کہتے کہ ہمارے مناظر خواہ مخواہ وقت ضائع کرنے کی کوشش کرتے رہے ہیں۔ ان کے پاس کچھ نہیں۔ دوسرے دن صبح ساڑھے نو بجے حیات مسیح کے مسئلہ پر مناظرہ شروع ہوا۔ جس کے مدعی غیر احمدی تھے ان کی طرف سے مناظر نے آدھ گھنٹہ تقریر کی اور آخر تک یہی کہتے چلے گئے کہ مرزا صاحب نے پہلے حیات مسیح کا عقیدہ پیش کیا۔ جس کے ہمارے فاضل مناظر ملک عبدالرحمن صاحب خادم گجراتی نے تسلی بخش جوابات دیے۔

اس دن دوسرا مناظرہ ڈھائی بجے بعد دوپہر وفات مسیح علیہ السلام پر شروع ہوا۔ جماعت احمدیہ کی طرف سے مولوی محمد سلیم صاحب مناظر تھے۔ جنہوں نے 14 دلائل قرآن وحدیث سے وفات مسیح کے ثبوت میں پیش کیے جس کا اثر پبلک پر نمایاں طور پر نظر آرہا تھا۔ مخالف مناظر آخر تک یہی کہتا چلا گیا کہ مرزا صاحب نے خود پہلے عیسیٰ علیہ السلام کی حیات کا عقیدہ

پیش کیا ہے اور استہزا کر کے شور ڈلواتا رہا۔تاہم خدا تعالیٰ کے فضل وکرم سے آخری مناظرہ بہت شاندار طور پر کامیاب ہوا۔انہوں نے اپنی شکست پر پردہ ڈالنے کے لیے آخر میں کسی غیر احمدی کو کھڑا کر دیا کہ تم کہو میں احمدیت سے توبہ کرتا ہوں اور اس نے اعلان کر دیا حالانکہ نہ وہ احمدی تھا نہ اس نے بیعت کی۔حکیم محمد قاسم پریزیڈنٹ جماعت احمدیہ لالہ موسیٰ۔

(الفضل 6اکتوبر 1938ء)

جماعت احمدیہ و جماعت حنفیہ مونگ ضلع گجرات میں مناظرہ

24اکتوبر کی شام کو مولوی لال حسین یہاں آئے اور جمعرات کو ڈھنڈورا پٹوایا کہ جمعہ کے بعد وعظ ہوگا جس میں مرزائیت کی تردید کی جاوے گی۔اس پر احباب جماعت نے مشورہ کیا اور اس فتنہ کا سدباب کرنا چاہیے آخر قرار پایا کہ مرکز سے کوئی مبلغ مانگا جائے۔بذریعہ تار مناظر صاحب دعوت وتبلیغ کو اطلاع دی گئی جس کا جواب یہ پہنچا کہ چوہدری محمد یار صاحب عارف سابق مبلغ انگلستان پیر کی صبح کو پہنچیں گے۔اس سے قبل مولوی لال حسین یہ چیلنج دے چکا تھا کہ احمدی اگر کوئی چوٹی کا مولوی لے آئے تو میں اس کو دن کے وقت تارے دکھا دوں گا اور احمدیت کے بخیے ادھیڑ دوں گا۔جب ہمیں مولوی صاحب کی آمد کا تار مل گیا تو اسی وقت گاؤں میں ڈھنڈورا پٹوایا گیا کہ جماعت احمدیہ کے مرکز قادیان سے مولوی صاحب تشریف لا رہے ہیں۔اب لال حسین صاحب جانے نہ پائیں۔ان کے نمائندوں کو بلا کر بھی کہہ دیا گیا کہ ان کو روکا جائے اور ان سے یہ مطالبہ کیا گیا کہ زبانی چیلنج کو تحریر کر دیں مگر انہوں نے نہ مانا۔تار کے آتے ہی فضا بدل گئی۔غیر احمدیوں میں گھبراہٹ کے آثار پیدا ہو گئے۔مولوی لال حسین رات کو یہاں تقریریں کر کے موضع کوٹلی افغاناں چلے گئے جو اس گاؤں سے ایک کوس کے فاصلے پر ہے اور جہاں کے رہنے والے احمدیت کے اشد مخالف ہیں۔اتوار کی

صبح نو بجے مرکز سے بجائے ایک کے دو مبلغ مونگ میں وارد ہوئے۔ اور اسی دن مباحثہ کی شرائط طے ہونی شروع ہوئیں۔ پونے چار گھنٹے بہت سی ردو کد کے بعد شرائط کا تصفیہ ہوا۔ اب شرائط طے ہوگئیں۔تو مولوی لال حسین نے کہا کہ مہربانی فرما کر مباحثہ ایک روز بعد کیا جائے کیونکہ میرے پاس کوئی کتاب نہیں میں آج لاہور جاؤں گا اور صبح آ کر مباحثہ میں شامل ہو جاؤں گا۔ کہاں یہ تعلّی کہ چوٹی کا عالم لائیں کہ میں اس کو دن کے وقت تارے دکھا دوں گا اور کہاں یہ بے بسی کا عالم کہ مجھے ایک روز کا وقفہ دیا جائے تا کہ میں کتابیں لاسکوں۔ ہم نے ان کی درخواست منظور کر لی اور وہ مباحثہ 29،30 تاریخ کو ہونا قرار پایا۔ شرائط پر فریقین کے دستخط ہو گئے۔ شرائط حسب ذیل تھیں۔

1۔ بحث تین ہوں گے۔ 1۔ وفات مسیح۔ 2۔ ختم نبوت۔ 3۔ صداقت حضرت مسیح موعود

2۔ مابہ الاستدلال قرآن۔ حدیث واقوال اہل سنت والجماعت واقوال حضرت مرزا صاحب و بزرگان احمدی۔ 3۔ پہلی تقریر 20،20 منٹ کی اور اس کے بعد ہر تقریر 10 منٹ کی مباحثہ تین گھنٹے 10 منٹ ہوگا پہلی اور پچھلی تقریر مدعی کی ہوگی۔

4۔ مباحثہ زبانی ہوگا۔ 5۔ ہر فریق کے مناظر دائرہ تہذیب میں رہ کر مناظرہ کریں گے۔ ہر فریق جو بدزبانی کرے یا تالی بجائے شکست خوردہ سمجھا جائے گا۔

6۔ ہر فریق کے تین تین آدمی حفظ امن کے ذمہ دار ہوں گے۔ جماعت احمدیہ کی طرف سے سید حیدر شاہ۔ خان محمد درویش خان قرار پائے فریق مخالف کی طرف سے راجہ مہدی خان مولوی اللہ دتا۔ راجہ حاکم خان۔ 7۔ مباحثہ دائرہ راجہ احمد خان میں ہوگا۔

8۔ حضرت مرزا صاحب کا صرف قول ہی پیش کیا جائے گا تشریح نہیں کرنی ہوگی۔

حسب قرارداد 29 اکتوبر کو ٹھیک ساڑھے آٹھ بجے مناظرہ شروع ہوا۔ سامعین کی تعداد

کافی تھی اور سامعین میں ہندو اور سکھ بھی شامل تھے۔ پہلے مباحثہ میں جو حیات ممات مسیح پر تھا۔ مدعی لال حسین صاحب تھے اور مجیب عارف صاحب نہایت خوش سلوبی سے ہوا۔ اگرچہ لال حسین صاحب نے لوگوں کو مشتعل کرنے کی کوشش کی مگر عارف صاحب کی تقریر کچھ ایسی موثر ہوئی تھیں کہ لوگ لال حسین کے دھوکا میں نہ آئے۔ میدان مناظرہ میں بالکل سکوت چھایا ہوا تھا۔ مخالفین بھی آپ کی تقریر کے وقت ہمہ تن گوش ہو کر سنتے۔ دوسرا مباحثہ اسی تاریخ کو زیر صدارت عارف صاحب شیخ عبدالقادر صاحب نومسلم نے کیا شیخ صاحب نے بھی اپنے وقت میں اچھے دلائل دیے اور ختم نبوت کے مسئلہ کو بہت واضح کیا۔

تیسرا مباحثہ 30 اکتوبر کی صبح کو نو بجے شروع ہوا اور ایک بجے ختم ہوا اس مباحثے میں جو صداقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر تھا۔ ملک عبدالرحمن صاحب خادم بی اے ایل ایل بی پلیڈر گجرات کی زیر صدارت منعقد ہوا اور مناظر چوہدری محمد یار صاحب عارف تھے۔ اس مباحثہ میں نقص امن کا زیادہ خطرہ تھا۔ مگر قابل صدر کی کوشش سے اور قابل مقرر کی عالمانہ تقریر سے جو درحقیقت خدا کے فضل سے اسباب تھے۔ کوئی ناگوار واقعہ پیش نہ آیا اگرچہ مخالف احمدیت نے بڑی کوششیں کی کہ لوگوں کو مشتعل کرنے کے لئے غلط باتیں پیش کر کے حاضرین کو اکسایا مگر وہ اپنے بد ارادے میں کامیاب نہ ہوا۔ آخر میں ملک صاحب نے کھڑے ہو کر حاضرین کا شکریہ ادا کیا کہ انہوں نے نہایت صبر وسکون سے تقریریں سنی اور پبلک سے اپیل کی کہ وہ ان حقائق پر ٹھنڈے دل سے غور کرے۔ جو ان کے سامنے پیش کیے گئے ہیں۔ خاکسار صدرالدین از مونگ (الفضل 9 نومبر 1940ء)

بھینی (ضلع شیخوپورہ) میں کامیاب مناظرہ

شرائط مناظرہ پہلے سے خاکسار و ملک حسین علی شرق پور کے درمیان طے ہو چکے تھے۔

منجملہ ان کے ایک یہ بھی شرط تھی کہ کوئی فریق اپنے مدمقابل سے تمسخرانہ رنگ اختیار نہ کرے گا اور نہ ہی تالیاں وغیرہ بجائی جائیں گی مگر افسوس کہ ہمارے مقابلین نے تمسخر اور تالیاں وغیرہ لگانے میں حد کر دی اور تشابہت قلوبھم کا پورا پورا مصداق بن کر دکھایا۔ اور اس شرط کی کوئی پرواہ نہ کی اور نہ ہی دوسری شرائط طے شدہ پر عمل درآمد کیا۔

اگرچہ جناب شاہ صاحب سید نادر شاہ صاحب سب انسپکٹر پولیس شرق پور معہ اپنے معاونین سپاہیوں کے بھی موجود تھے اور نہایت نرمی سے مفسدین کو فتنہ سے باز رکھنے کی کوشش کرتے رہے۔ مگر پھر بھی وہ ہنسی اور تالیاں لگانے سے باز نہ آئے۔

سب انسپیکٹر صاحب نے یہ بھی فرمایا کہ احمدی جماعت تھوڑی ہے اور تمہاری طرف کثرت ہے۔ اگر کوئی فتنہ برپا ہوا اور کسی کو لاٹھی چلا دی گئی تو دراصل وہ لاٹھی میرے سر پر پڑے گی۔ کیونکہ میں ذمہ دار ہوں۔

مناظرہ مورخہ 17، 18 اکتوبر 31ء کو دو یوم رہا۔ ہمارے مناظر مولوی محمد سلیم صاحب مولوی فاضل و ملک عبدالرحمن صاحب خادم گجراتی تھے مورخہ 16 کی شام بمعیت جناب مولوی عبدالسلام صاحب خلف الرشید حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ تشریف فرما ہوئے۔

مسائل متنازعہ وفات مسیح، نبوت اور صداقت مسیح موعود تھے۔ 17 کو پہلا مناظرہ 2 گھنٹے چار منٹ تک وفات مسیح پر رہا۔ سوا دس بجے مناظرہ شروع ہوا مولوی محمد سلیم صاحب فاضل مناظر نے ایسے زبردست دلائل سے وفات مسیح کو واضح کر دیا کہ مولوی محمد شفیع کے جملہ اعتراضات کو ھباً منثورا کر دیا گیا۔

دوسرا مناظرہ دو بج کر 30 منٹ پر امکان نبوت پر ملک عبدالرحمن صاحب فاضل ایم اے سے ہوا۔ اور پانچ بجے ختم ہوا فاضل گجراتی نے مسئلہ نبوت پر ایسی شرح و بست سے روشنی ڈالی

کہ دلائل بینہ کے ایسے انبار جمع کر دیے کہ پبلک عش عش کر رہی تھی اور حافظ احمد الدین ان کو توڑنے کی تاب نہ لا سکے اور ہر کہ تنگ آمد بجنگ آمد کے مصداق ہو کر بات بات پر ہنسی مخول کرنے لگے۔ جس سے پبلک سخت بیزار ہو گئی۔ خصوصاً غیر مذہب کے احباب نے اس پر ملامت بھی کی بلکہ اس ملامت کرنے پر ایک پنڈت صاحب کو شرقپوری چند خوجوں نے دھکے بھی دیے۔ فاضل گجراتی نے اجراء غیر تشریعی نبوت کا ثبوت ایسے ایسے طریق سے پیش کیا کہ جملہ اعتراضات کا قلع قمع کر دیا اور اپنی قابلیت کا ثبوت دیا۔ الحق یعلوا ولا یعلیٰ صدر ہر دو مناظروں میں مولوی عبدالسلام صاحب رہے۔ مخالف مولویوں کو اگرچہ صدر صاحب بار بار روکتے رہے۔ مگر طریق استہزاء سے باز نہ آئے اور احمدی مناظرین کے دلائل قاطع کو توڑ نہ سکے۔ سچ ہے انا لننصر رسلنا والذین اٰمنوا فی الحیاۃ الدنیا ۔

دوسرے روز صداقت مسیح موعود علیہ السلام پر فاضل گجراتی اور حافظ احمد الدین کے درمیان مناظرہ ہوا جو کہ 11 بجے سے شروع ہوا اور دو بج کر 20 منٹ پر ختم ہوا۔ فاضل مناظر نے صداقت مسیح موعود علیہ السلام کو قرآن کریم و احادیث نبویہ الاقوال ائمہ سے ایسے طریق سے نمایاں کیا کہ مخالفین کے کیمپ میں کھلبلی مچ گئی اور اپنی ندامت کو شور شر سے مٹانے لگے اور جھوٹ اور تعلّی سے کام لینا شروع کیا۔ بعد از اختتام مناظرہ دو فرضی آدمی سٹیج پر کھڑے کیے کہ یہ پہلے احمدی تھے۔ آج تائب ہوتے ہیں حالانکہ حالانکہ وہ دونوں غیر احمدی تھے اس کے علاوہ شرق پور کے خوجوں نے بہت سے لوگوں کو لالچ اور خوف دلا کر اس بات پر آمادہ کرنے کی کوشش کی کہ ان سے اعلان کرائیں۔ مگر انہوں نے یہی جواب دیا کہ ہم جب کہ آج تک احمدی نہیں ہوئے اور نہ ہی بیعت کی ہے تو ہم کس طرح اعلان کر سکتے ہیں کہ ہم احمدیت سے توبہ کرتے ہیں۔ ایسا صریح جھوٹ بول کر ہم خدا کے حضور کیا جواب دیں گے۔ غرض بہت

سے لوگوں نے اس روش سے انکار کیا۔

بہت سے تعلیم یافتہ سمجھدار اور غیر مذاہب کے لوگوں نے ان کے اس طریق سے سخت نفرت کا اظہار کیا اور ان کو لعن و ملامت کی ان کی اس فتنہ برداری کو یہ نتیجہ ہوا کہ خدا کے فضل سے ایک شخص نے اسی وقت سٹیج پر احمدیت کا اعلان کر دیا اور چند احمدی افراد بھی تیار ہو گئے جو کہ جلسہ سالانہ پر بیعت کریں گے۔ انشاءاللہ تعالیٰ۔

غرض مخالفین نے فتنہ کی غرض سے گاؤں کے گرد جلوس نکالنا چاہا۔ مگر جناب سب انسپکٹر صاحب پولیس نے بڑی ہوشیاری سے کام لیا اور اس جلوس کو روک دیا اور ان کو شرق پور کی طرف روانہ کر دیا۔ دوسرے روز جناب نائب تحصیل دار صاحب لالہ کرم چند صاحب بھی موجود تھے۔ اہل شرقپور ایسے خطرناک مفسدہ پر تلے ہوئے تھے کہ اگر جناب سب انسپکٹر صاحب پولیس اور نائب تحصیلدار صاحب موجود نہ ہوتے تو بڑے زبردست فتنہ برپا ہو جانے کا اندیشہ تھا۔ خدا کے فضل نے یہ سب سامان پیدا کر دیے یہ خاکسار معہ جملہ جماعت احمدیہ بھینی جناب تھانہ دار صاحب اور نائب تحصیلدار صاحب کا ان کی کمال ہوشیاری سے اس فتنہ کو فرو کرنے کی کوشش پر شکریہ ادا کرتے ہیں۔ ورنہ خطرہ تھا کہ یہ تھوڑی سی جماعت احمدیہ ایک بہت بڑی کثرت کے نرغہ میں آ کر پس جاتی۔ مگر جس کا خدا حافظ ہو اس کو کون مٹا سکتا ہے الحمدللہ رب العالمین علیٰ ذالک۔ غرض خدا کے فضل سے یہ مناظرہ خیر و خوبی سے ختم ہوا اور احمدیت کو نمایاں فتح نصیب ہوئی۔ جو لوگ احمدیت حقیقی اسلام کی آواز سننے تک کے روادار نہ تھے۔ ان سب نے طوعاً کرھاً اس آواز کو سنا اور ان پر اتمام حجت ہو گئی۔ (الفاروق 7 دسمبر 31ء)

گنج (لاہور) میں کامیاب مناظرہ

17 جولائی 1932 کو موزہ گنج متصل لاہور جماعت احمدیہ اور اہل حدیث کے درمیان

مناظرہ ہوا خدا کے فضل سے جماعت احمدیہ کو نمایاں کامیابی حاصل ہوئی۔شرائط مناظرہ کے مطابق صبح 7 بجے سے 9 بجے تک اور ساڑھے 9 بجے سے ساڑھے 11 بجے تک اور ساڑھے 5 بجے شام سے ساڑھے 7 بجے تک علی الترتیب ختم نبوت، حیات مسیح اور صداقت حضرت مسیح موعود پر مناظرے تھے۔

ختم نبوت پر مناظرہ:: ختم نبوت کے مسئلہ پر جماعت احمدیہ کی طرف سے مولوی محمد سلیم صاحب مولوی فاضل اور اہل حدیث کی طرف سے مولوی نور حسین صاحب گھر جاکھی مناظر تھے۔مناظر اہل حدیث نے اپنے دعوی کی تائید میں آیت خاتم النبیین حدیث لا نبی بعدی اور آیت انا ارسلناک کافۃ للناس کو پیش کیا۔احمدی مناظر نے بدلائل قویہ ان آیات و احادیث سے مناظر اہل حدیث کے غلط استدلال کی تردید کی ''خاتم النبیین'' کے متعلق انعامی چیلنج دیا کہ ''خاتم'' بفتحہ تاء کہ کسی قوم کی طرف مضاف ہونے کی صورت میں اس کے معنی آخری کے دکھائے جائیں۔مناظر اہل حدیث نے اس کے جواب میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب میں سے ''خاتم الاولاد'' کا فقرہ پیش کیا۔اس کے جواب میں احمدی مناظر نے کہا کہ ہمارا مطالبہ تو یہ ہے کہ خاتم بفتحہ تاء کسی قوم کی طرف مضاف ہونے کی صورت میں افضل کے معنوں میں آتا ہے اس سے آخری مراد نہیں ہوتا۔آپ اس قسم کی کوئی مثال پیش کریں۔جس طرح ہم نے غیاث الاعیان لابن خلقان جلد 1 صفحہ 123 سے خاتم الشعراء اور آنحضرت ﷺ کی حدیث سے **خاتم المھاجرین** کو پیش کیا ہے۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عبارت میں **خاتم الاولاد بکسر تاء** ہے۔مگر قرآن مجید میں خاتم النبیین بفتحہ تاء ہے۔اس کے جواب میں مناظر اہل حدیث نے مکمل خاموشی اختیار کر لی۔ اسی طرح کافۃ للناس کے جواب میں بتایا گیا کہ جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام صرف بنی اسرائیل

کی طرف رسول ہو کر آئے تھے۔اسی طرح اب آنحضرت ﷺ تمام دنیا کی طرف رسول ہو کر آئے ہیں اگر آپ کے متبعین میں کوئی رسول قرآن مجید کی اشاعت کے لیے ساری دنیا کے لیے آئے تو اس میں کیا خرچ ہے۔خصوصا جبکہ قرآن مجید لیکون للعالمین نذیرا (ساری دنیا کے لیے ہے) تو جو نبی قرآن مجید کی اشاعت کے لیے آئے گا۔ضروری ہے کہ وہ ساری دنیا کے لیے ہو جیسا کہ حضرت مسیح موعود ہیں۔مناظر اہل حدیث نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب سے انکار نبوت کے حوالے پیش کیے۔مگر جب ہماری طرف سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ اعلان عام پیش کیا گیا کہ جس جس جگہ میں نے نبوت یا رسالت سے انکار کیا ہے۔صرف ان معنوں سے کیا ہے کہ میں شریعت لانے والا نبی نہیں ہوں تو مخالف مناظر نے خود اقرار کر لیا کہ ہاں حضرت مرزا صاحب نے نبوت کا دعویٰ بھی کیا ہے مگر انکار بھی کرتے رہے۔آخر احمدی مناظر نے امکان نبوت کی تائید میں 6 آیات پیش کیں۔جنہیں غیر احمدی مناظر رد نہ کر سکا۔

حیات و وفات مسیح ناصری پر مناظرہ

دوسرا مناظرہ حیات و وفات مسیح علیہ السلام کے مسئلہ پر تھا۔جس میں جماعت احمدیہ کی طرف سے ملک عبدالرحمن صاحب خادم بی اے اور جماعت اہل حدیث کی طرف سے مولوی احمد دین مناظر تھے۔اس مناظرہ میں بھی خدا کے فضل سے زبردست کامیابی ہوئی اور پبلک پر وفات مسیح کا مسئلہ پوری طرح واضح ہو گیا۔مناظر اہل حدیث نے حیات مسیح کی تائید میں بل رفع اللہ الیہ اور ینزل عیسیٰ ابن مریم کو پیش کیا۔مناظر جماعت احمدیہ نے دس دس روپے کے دو انعام اس لیے پیش کیے کہ فریق مخالف قرآن حدیث کلام عرب سے رفع کے فاعل اللہ ہونے کی صورت میں آسمان پر جانے کے معنی دکھا دے اور نزول کے معنی آسمان

سے اترنے کے اس کے ساتھ ہی قرآن و حدیث سے متعدد حوالہ جات پیش کیے۔ جن میں رفع بمعنی بلندی و درجات آیا ہے جب حدیث کے حوالہ سے یہ دکھا کر کے دجال بھی نازل ہوگا۔ پوچھا گیا کہ کیا وہ بھی آسمان سے اترے گا تو فریق مخالف کوئی جواب نہ دے سکا۔ غیر احمدی مناظر نے **ینزل عیسیٰ ابن مریم علی جبل ... من السماء** اور بیہقی کی روایت پیش کی۔ مگر احمدی مناظر نے جب کہا کہ رواہ البخاری کہہ کر اس روایت کو بخاری کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ پھر بخاری سے کے الفاظ دکھائے جائیں تو مناظر اہل حدیث دم بخود ہو گیا۔ مولوی احمد الدین صاحب نے ''حمامۃ البشریٰ'' سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یہ عبارت پیش کی کہ ان ھذا کلھا تحریفات اور یہ معنی کیے کہ مجھ پر یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ گویا میں عیسیٰ علیہ السلام کو وفات یافتہ قرار دیتا ہوں یہ مجھ پر افترا ہے مگر جب احمدی مناظر نے اس کے ساتھ کی عبارت سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یہی عبارت پڑھی کہ **نعم انی قلت و اقول ان عیسیٰ ابن مریم قد توفی کما اشار الیہ القرآن العظیم و نبیا المصطفیٰ** ہاں میں نے کہا اور اب بھی کہتا ہوں کہ حضرت عیسی علیہ السلام فوت ہو گئے۔ قرآن مجید میں خدا تعالیٰ نے اور احادیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہی فرمایا ہے کہ وہ فوت ہو گئے ہیں تو اس بات کو سن کر مناظر اہل حدیث غرق خجالت میں غرق ہو گیا۔ ''توفی'' کے متعلق چیلنج دیا گیا۔ مگر فریق مخالف کی طرف سے دوسرے چیلنجوں کی طرح اس کے جواب میں بھی سزائے غیر احمدی مناظر نے غلط مبحث کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود کی صداقت پر اعتراض کرنے شروع کر دیے اور مذاق، استہزا اور بدزبانی سے کام لینے لگا مگر جماعت احمدیہ کے مناظر نے نہایت تہذیب اور متانت سے گفتگو کی اور اپنی تقریر میں کہہ دیا کہ ہماری طرف سے فریق مخالف کی بدزبانی کا کوئی جواب نہ دیا جائے گا۔

صداقت مسیح موعود پر مناظرہ

تیسرا مناظرہ صداقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر تھا اس میں بھی جماعت احمدیہ کی طرف سے ملک عبدالرحمن صاحب خادم اور جماعت اہل حدیث کی طرف سے مولوی عبدالرحیم شاہ مناظر تھے۔ احمدی مناظر نے صداقت دعوی حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر قرآن مجید کی 6 آیات پیش کیں اور احادیث سے دکھایا کہ مہدی کے ظہور کا وقت تیرھویں صدی ہے۔(مشکوٰۃ صفحہ 471 مجتبائی حاشیہ)

نیز ظہور مہدی کی دیگر علامات احادیث سے دکھا کر صداقت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ثابت کیا۔ غیر احمدی مناظر میں آخیر وقت تک ان میں سے ایک دلیل کا بھی جواب نہ دیا اور نہ قرآن مجید کی کوئی آیت اس دعوی کے خلاف پیش کی۔ ہاں احادیث کی بنا پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ''کسر صلیب''،''قتل دجال'' ''افاضہ عمال'' وغیرہ کے متعلق اور آپ کی عمر کے متعلق اعتراضات کیے۔ جن کے تسلی بخش جواب دیے گئے۔ حج کے متعلق بھی اعتراض کیا جس کے جواب میں ''حج بدل'' کے متعلق بخاری اور مشکوٰۃ کا حوالہ دیا گیا اور بتایا گیا کہ بخاری کی حدیث میں دو صاف لفظوں میں آیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے دجال کو بھی مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ کعبہ کا طواف کرتے دیکھا۔ کیا وہ بھی ''حاجی'' ہوگا۔ اس کے بعد دجال اور مسیح موعود علیہ السلام کے حج کی حقیقت بتائی۔ عبدالحکیم خان اور محمدی بیگم کی پیشگوئی کے مسکت جواب دیے گئے اور پبلک پر یہ واضح کر دیا گیا کہ غیر احمدی مناظر کے پاس سوائے مذاق اور تمسخر کے اور کچھ نہیں۔

لاہور میں عیسائیوں سے کامیاب مناظرہ۔ پادری پال صاحب کو کھلی ہزیمت

لاہور میں عیسائی صاحبان نے اپنے تبلیغی ہفتہ کا اعلان کیا اور اشتہار میں تمام جماعتوں کو

بین السطور ایک چیلنج دیا۔ جس پر جماعت احمدیہ نے دہلی دروازہ چرچ کے ذمہ وار ارکان کے ساتھ تصفیہ شرائط کیا اور دو مارچ کی شام کو دہلی دروازہ کے عیسائی ہال میں ''کفارہ'' کے ان پر مناظرہ قرار پایا۔ عیسائی صاحبان کی طرف سے پادری ٹھاکر داس صاحب ایم اے اور جماعت احمدیہ کی طرف سے ملک عبدالرحمن خادم صاحب خادم بی اے گجراتی مناظر تھے۔ ڈیڑھ گھنٹے کی بحث میں پادری ٹھاکر داس احمدی مناظر کے دس اعتراضات کا کوئی جواب نہ دے سکا اور اپنی کمزوری کا یہ کہہ کر اقرار کیا کہ آپ کے سوالوں کا جواب کل اسی وقت دیا جائے گا۔ دوسرے دن یعنی تین مارچ عیسائی صاحبان نے اپنے مایۂ ناز مناظر پادری سلطان محمد پال ایڈیٹر نور افشاں کو اپنی طرف سے پیش کیا۔ اور جماعت احمدیہ کی طرف سے ملک عبدالرحمن صاحب خادم بی اے ہی پیش ہوئے۔

احمدی مناظر نے اپنی پانچ منٹ کی تقریر میں کفارہ پر ''گیارہ'' اعتراض کیے۔ جن کا عیسائی مناظر آخیر تک کوئی جواب نہ دے سکا اور ایسی زک اٹھائی کہ غالباً ان کو تمام عمر یاد رہے گی۔ احمدی مناظر نے سوال کیا کہ انجیل میں لکھا ہے صرف کفارہ پر ایمان لانے والے ہی نجات پائیں گے۔ (رومیوں 24 / 3) اور ایمانداروں کی جو علامتیں یسوع مسیح نے بیان کی ہیں۔ وہ موجودہ عیسائیوں میں پائی نہیں جاتی مثلاً یسوع مسیح نے کہا تھا کہ ایمان لانے والے سانپوں کو پکڑ لیں گے تو وہ ان کو نہیں کاٹیں گے۔ زہر کھا لیں گے تو ان پر اثر نہ کرے گا۔ بیماروں پر ہاتھ رکھیں گے تو وہ چنگے ہو جائیں گے۔ پہاڑ سے کہیں گے کہ یہاں سے ٹل جا تو ٹل جائے گا۔ جس طرح یسوع مسیح نے انجیر کے درخت کو سکھایا وہ بھی سکھا لیں گے۔ اگر تم میں ایمان ہے تو وہ یہ معجزات دکھاؤ۔ ورنہ ثابت ہوگا کہ آج تک ایک آدمی بھی نجات یافتہ نہیں ہوا۔ یا یہ کہ کفارہ پر ایمان لانے سے کوئی شخص حقیقی طور پر ایماندار نہیں ہوسکتا۔ پادری سلطان

محمد صاحب نے گھبرا کر کہا ان سب معجزات سے مراد ظاہری اور حقیقی معجزات نہیں بلکہ یہ سب استعارات اور محاورات ہیں۔ احمدی مناظر نے کہا اگر یہ سب استعارات اور محاورات ہیں تو کیوں یسوع مسیح کا مردوں اور بیماروں کو اچھا کرنا بھی استعارات اور محاورات کی مد میں داخل نہیں۔ یسوع مسیح نے تو انجیر کا درخت سوکھانے کے بعد کہا تھا اگر ایمان رکھو اور شک نہ کرو تو نہ صرف وہ کرو گے جو انجیر کے درخت کے ساتھ ہوا بلکہ اگر اس پہاڑ سے بھی کہو گے کہ تو اکھڑ جا اور سمندر میں جا پڑ تو یہ ہو جائے گا۔ (متی 22/21)

کیا آپ بھی انجیر کا درخت سوکھا سکتے ہیں؟ پادری سلطان محمد صاحب کی حالت اس وقت قابل رحم تھی وہ گھبراہٹ کا مجسم نمونہ بنے ہوئے تھے۔ بدحواسی کا یہ عالم تھا کہ ان کو سوائے یہ کہہ کر اپنی جان چھڑانے کے اور کوئی چارہ نہ رہا کہ ہم نے مرزا غلام احمد قادیانی کے لگائے ہوئے درخت کو سکھا دیا ہے۔ یہی ہمارا معجزہ ہے انجیر کا درخت سوکھانے سے یہی مراد ہے۔ احمدی مناظر نے کہا کہ جو انجیر کا درخت یسوع مسیح نے سوکھایا تھا۔ اس سے کیا مراد تھی؟ کیا اصل انجیر کا درخت تھا یا استعارۃً کوئی جماعت تھی؟ پادری سلطان محمد صاحب نے کہا اس درخت سے مراد یہودیوں کا درخت تھا۔ گویا احمدی مناظر کی آہنی گرفت اس قدر مضبوط تھی کہ عیسائی مناظر کو یسوع مسیح کے معجزات کو جسمانی صورت سے استعارہ میں تبدیل کرنے کے سوا اور کوئی راہ نظر نہ آئی۔ اور غالباً عیسائیت کی تاریخ میں یہ پہلا دن تھا۔ جب عیسائی مناظر نے یسوع مسیح کے معجزات کو مجازی رنگ میں تسلیم کیا تمام پبلک پادری صاحب کی اس بے بسی پر حیران تھی یا تو یہ تعلّی کہ میں سوائے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے اور کسی شخص سے مناظرہ ہی نہیں کروں گا اور یا یہ ذلت کے حضرت خلیفۃ المسیح کے ایک ادنی غلام کے سامنے پادری صاحب کی روح کانپ رہی تھی۔ عیسائی مناظر اس قدر حواس باختہ ہوا کہ عربی

کے معمولی الفاظ بھی صحیح طور پر بول نہ سکتا تھا ''عقیقہ'' کو ''حقیقہ'' اور ''اِسناد'' کو ''اَسناد'' الف کی فتح کے ساتھ بولنے لگا۔ اور جب احمدی مناظر نے اس کی غلطی پر اسے متنبہ کیا تو غصہ میں آ کر گالیاں دینے لگا۔ صحیح مسلم کے حوالہ سے ایک حدیث بے سند پڑھ دی اور باوجود احمدی مناظر کے بار بار چیلنج کے اس کی صحت ثابت نہ کر سکا۔

بالآخر جب کوئی بات بنتی نہ دیکھی تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشگوئیوں پر اعتراضات شروع کر دیے اور غیر احمدی پبلک کی ہمدردی حاصل کرنے کے لیے جماعت احمدیہ کے متعلق ہرزہ سرائی کرنے لگا۔ مگر احمدی مناظر نے اس پالیسی کو بھی کامیاب نہ ہونے دیا اور عیسائی مناظر کو صاف طور پر بتا دیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کا مسئلہ ایک الگ اور مستقل مبحث ہے۔ غیر احمدی بھائی آپ کے اس دھوکہ میں نہیں آ سکتے۔ آپس کے جھگڑے ہم خود طے کر لیں گے۔ آپ ہم میں حکم نہ بنیں۔ احمدی مناظر نے بار بار اپنے گیارہ اعتراضات کے جوابات کے لیے عیسائی مناظر سے مطالبہ کیا مگر پادری صاحب کی گھبراہٹ کا یہ عالم تھا کہ ان کو کوئی معقول بات نہ سوجھتی تھی۔ کبھی تو ''حج بدل'' کا نام لے دیتے تھے اور کبھی روزہ توڑنے کا کفارہ کو بطور دلیل پیش کر دیتے۔ احمدی مناظر نے کہا پادری صاحب ہر عقلمند کے نزدیک کسی گناہ کی سزا اس گناہ کا کفارہ ہوتی ہے اور وہ سزا وہ گناہ کرنے والے کو ہی ملنی چاہیے۔ مثلاً چور چوری کرے تو اس کو جو سزا دی جائے وہ اس کی چوری کرنے کے گناہ کا کفارہ ہوگی یا قاتل کا پھانسی کے تختے پر لٹکنا اس کے اپنے گناہ کے لیے کفارہ ہوگا۔ مگر یہ کس قسم کا کفارہ ہے کہ گناہ تو ہم لوگوں نے کیے اور سزا یسوع مسیح کو جو بقول آپ کے مکمل خدا اور مکمل انسان تھا۔ اسے دی گئی جو قسم توڑتا ہے وہی اس کا کفارہ بھی ادا کرتا ہے جو روزہ نہیں رکھتا یا رکھ کر توڑتا ہے وہی کفارہ ادا کیا کرتا ہے۔ جس کا خرچ ہوتا ہے اسی کا حج ہوتا ہے۔

مگر آپ کے ہاں تو گنگا ہی الٹی بہتی ہے۔ گناہ ہم کرتے ہیں سزا بے گناہ یسوع مسیح کو دی جاتی ہے۔ چوٹ زید کے سر میں آئی ہے اور مرہم پٹی بکر کے چنگے بھلے سر پر کی جا رہی ہے۔ یہی کفارہ ہے جو خلاف عقل ہے اور اسی پر ہمارا اعتراض ہے۔

وہ نظارہ نا قابل فراموش ہے۔ جب پادری صاحب نے اپنی آخری تقریر میں نہایت عاجز آ کر احمدی مناظر صاحب سے کہہ دیا کہ میں آپ کے اعتراضات کا جواب نہیں دے سکا کیونکہ وقت تھوڑا تھا حالانکہ پبلک پر یہ بات اچھی طرح واضح ہو چکی تھی کہ جواب نہ دینے کا باعث کمی وقت نہیں بلکہ صحیح جواب کا نہ ہونا تھا کیونکہ پادری صاحب بعض اوقات اپنا پورا وقت بھی نہ بولتے تھے اور پہلے ہی بیٹھ جاتے تھے اور اکثر دوران تقریر میں غیر متعلق باتیں کرتے رہتے۔ مگر احمدی مناظر ان کی تمام باتوں کے اتنے ہی وقت میں مکمل تردید کے بعد اپنے اعتراضات کو بھی دہراتا تھا۔ تمام پبلک جس میں غیر مسلم بھی شامل تھے احمدی مناظر کے دلائل سے حد درجہ متاثر ہوئی اور بعض نے تو صاف طور پر کہہ دیا کہ عیسائی پادری بالکل لاجواب ہو گیا۔ غیر احمدی پبلک اس قدر خوش تھی کہ بے اختیار نعرہ ہائے تکبیر بلند کرتی تھی۔ مگر احمدی مناظر نے انہیں یہ کہہ کر روک دیا کہ ہم عیسائیوں کو کوئی راہ فرار دینا نہیں چاہتے۔ باوجود پادری سلطان محمد صاحب کی درشت کلامی کے ہماری طرف سے سنجیدگی اور متانت کے ساتھ معاملہ کیا گیا اور خدا کے فضل و کرم سے مسیح محمدی کی جماعت کو عیسائیت پر نہایت بین اور روشن غلبہ نصیب ہوا۔ (یکے از حاضرین)

دھاریوال کے مناظرہ میں عیسائیوں کو شکست فاش۔ عیسائیوں کے تبلیغی مرکز میں کسر صلیب

عیسائیوں کے چیلنج پر 28، 29 جولائی 1934ء کو دھاریوال میں چھ مناظر قرار پائے۔ جس

کے لیےعیسائی صاحبان کئی مہینوں سے تیاریاں کر رہے تھے۔احمدی مبلغین کے مقابلہ کے لیےانہوں نے اپنے تمام بڑے بڑے منادوں اور مناظروں کو بلانے کی کوششیں کی اور عام طور پر خیال کیا جاتا تھا کہ پادری عبدالحق صاحب اور پادری سلطان محمد پال صاحب مناظرے کرنے کے لیےآئیں گے۔مگر کاسرِ صلیب کے خدام کے سامنے آنے کی کسی کو جرات نہ ہوئی اور سب نے حیلے بہانے کر کے جان چھڑالی۔27 جون کی شام کواحمدی مبلغین دھاریوال پہنچ گئے اور 28 جولائی کی صبح کو اگرچہ سخت بارش ہورہی تھی۔قادیان اور قریب و جوار کے احمدی ہزاروں کی تعداد میں آ گئے۔

باوجودیکہ دھاریوال عیسائیوں کا ایک تبلیغی مرکز ہے۔جلسہ گاہ کی تعمیر وغیرہ انہوں نے احمدیوں کے ذمے رکھی جو مذہبی لحاظ سے سخت ناواجب عمل تھا۔تاہم امرتسر سے شامیانے وغیرہ کرایہ پر لے کر 27 کی شام کو ہی وہاں پہنچا دیے گئے۔مگر چونکہ بارش ہوگئی اور عیسائی صاحبان جلسہ گاہ کے لیےکوئی موزوں جگہ نہ دے سکے اور شامیانے وغیرہ لگانے میں اگرچہ احمدیوں نے پوری مستعدی کا ثبوت دیا۔پھر بھی ساڑھے دس بجے تک وہ نہ لگ سکے اور جب شامیانے لگ گئےتو عیسائیوں نے بہت سا وقت ادھرادھر کی لا یعنی باتوں میں ضائع کر دیا۔ جس کی وجہ یہ تھی کہ اپنی علمی بے مائیگی اور بیچارگی کے پیش نظر وہ چاہتے تھے کہ مناظرہ تین گھنٹہ کی بجائے جو بموجب شرائط مقررہ وقت تھا۔جس قدر ممکن ہو کم وقت میں ہو۔آخر مناظرہ پونے 12 بجے شروع ہوا۔

مسئلہ کفارہ پر مناظرہ

پہلا مناظرہ مسئلہ کفارہ پر تھا جس کے مدعی عیسائی تھے اور احمدی مناظر ملک عبدالرحمن صاحب خادم بھی ایک گجراتی اور عیسائی مناظر سادھو میلا رام صاحب تھے۔صدر علی الترتیب

مولوی جلال الدین صاحب شمس اور مسٹر ایم۔ این۔ ہوز وکیل کپورتھلہ قرار پائے۔عیسائی مناظر نے اپنے دعوے کے اثبات میں آدھ گھنٹہ تقریر کی جو بلحاظ دلائل بالکل پھسپھسی اور عامیانہ تھی۔مگر ملک صاحب نے ایسی زبردست تقریر کی کہ عیسائیوں کے منہ پر ہوائیاں اڑنے لگیں۔آپ نے چند ہی منٹ میں اس کے پیش کردہ باتوں کی تردید کرنے کے بعد کفارہ پر 20 نہایت وزنی اعتراضات کیے۔جن میں سے ایک کا بھی جواب عیسائی مناظر نہ دے سکا اور دے بھی کیسے سکتا وہ بیچارہ معمولی علم وعقل آدمی تھا جسے عیسائیوں نے قربانی کی بھیڑ بنا کر کھڑا کر دیا۔اس غریب کو اناجیل کے صحیح نام بھی معلوم نہ تھے۔چنانچہ ملک صاحب نے جب کورنتھیون کا ایک حوالہ دیا تو اس نے بڑے زور سے کہا کہ یہ تلفظ غلط ہے۔مگر ملک صاحب نے جب ثابت کر دیا کہ صحیح تلفظ یہی ہے تو اسے خاموش ہونا پڑا۔سادھو صاحب متّبعین کو متّبِعین کہہ رہے تھے اور جب ملک صاحب نے کہا کہ یہ غلط ہے تو کہنے لگے متّبعین سہی۔آخر جب پڑھے لکھے لوگ ہنسی کو ضبط نہ کر سکے تو آپ بہت کھسیائے اور نادم ہو کر بیٹھ گئے۔غرض یہ کہ سادھو صاحب کی حالت بہت قابل رحم تھی۔آخر عیسائی صدر سے اپنے مناظر کی یہ حالت نہ دیکھی جا سکی اور انہوں نے منتیں کر کے وقت میں سے 20 منٹ اور کم کرا لیے اور اس طرح اپنی شکست پر مہر تصدیق ثبت کر دی۔

صداقت حضرت مسیح موعود پر مناظرہ

دوسرا مناظرہ چار بجے بعد دوپہر صداقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر شروع ہوا۔مناظر اور صدر صاحبان پہلے ہی تھے۔اس مسئلہ میں مدعی چونکہ احمدی تھے۔ملک صاحب نے بائبل کے حوالہ جات سے صداقت انبیاء کے معیار پیش کر کے بتایا کہ بائبل ہمیں بتاتی ہے کہ نبی کے دعویٰ سے پہلے کی زندگی ہوئی ہے۔اسے قبولیت دعا معجزہ دیا جاتا ہے۔اللہ تعالیٰ اس

کی تائید کے لیے معجزات دکھاتا ہے۔ سچا مدعی نبوت ہلاک نہیں ہوسکتا۔ نیز دانیال نبی کی پیشگوئی سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کو روز روشن کی طرح ثابت کیا ان کے پیش کردہ دلائل کی تردید تو عیسائی مناظر نے کیا کرنی تھی۔ غیر احمدی معاندین سلسلہ عالیہ احمدیہ کی خوشہ چینی کر کے وہی بیہودہ اور فرسودہ اعتراضات کرتا چلا گیا۔ جو بارہا وہ رد کیے گئے۔ اگرچہ ملک صاحب نے اس کے اعتراضات کو نہایت قابلیت کے ساتھ رد کر دیا۔ مگر پھر بھی دفع الوقتی کے لیے چونکہ اس کے پاس اور کوئی ذریعہ نہ تھا آخر تک یوں ہی وقت ضائع کرتا رہا اس کے اعتراضات اور مطالبات کی جو محض سنی سنائی باتوں پر مبنی تھی حقیقت کو پبلک پر واضح کرنے کے لیے ملک صاحب نے بار بار نقد انعامات پیش کیے مگر چونکہ ذاتی طور پر اسے کوئی تحقیق نہ تھی۔ اس لیے کسی ایک بھی انعامی چیلنج کو منظور کرنے پر آمادہ نہ ہوا۔ ملک صاحب پہ اعتراضات کے چونکہ وہ جواب نہ دے سکتا تھا۔ اس لیے ایک ناکام و نامراد حریف کی طرح گالیوں اور بدزبانیوں پر اتر آیا۔ لیکن آخر اینٹ کا جواب پتھر سے ملتا دیکھ کر جلد ہی اس کے حواس درست ہو گئے۔

یسوع مسیح کی شخصیت از روئے بائبل پر مناظرہ

دوسرے روز حسب قرارداد احمدی ساڑھے نو بجے سے قبل ہی جو مناظرہ کا مقررہ وقت تھا پہنچ گئے۔ مگر عیسائی صاحبان اول تو 10 بجے تک نہ پہنچے اور جب آئے تو یہ جھگڑا شروع کر دیا کہ اس وقت یسوع مسیح کی شخصیت از روئے بائبل پر مناظرہ ہونا چاہیے اور ''تحریف بائبل'' جو اس وقت کے لیے موضوع مقرر ہے۔ پچھلے پہر زیر بحث آئے گا اگرچہ انہیں بہتیرا سمجھایا گیا۔ مگر جب دیکھا کہ وہ اسی بات کی آڑ میں میدان مناظرہ سے فرار اختیار کرنا چاہتے ہیں۔ جیسا کہ ان کے صدر نے اعلان بھی کر دیا تو ملک صاحب خادم جو اس مسئلہ پر مناظرہ

کرنے والے تھے۔ باوجود اس کے کہ ان کا گلا سخت خراب تھا اور آواز بیٹھی ہوئی تھی۔ مقابلہ پر آ گئے اگرچہ عیسائیوں کو یہ دیکھ کر سخت مایوسی ہوئی۔لیکن آخرانہیں مناظرہ شروع کرنا ہی پڑا۔اس مناظرہ کے صدر جماعت احمدیہ کی طرف سے جناب میر قاسم علی صاحب ایڈیٹر فاروق تھے اور عیسائیوں کی طرف سے مسٹر ہوز تھے۔ملک صاحب کو اگرچہ گلے کی تکلیف تھی مگر اللہ تعالی نے ایسی توفیق عطا فرمائی کہ وہ تمام سامعین تک اپنی آواز بخوبی پہنچا سکے اور کسی قسم کی کوئی خرابی آواز کی وجہ سے پیدا نہ ہوئی۔ انہوں نے اب پہلے تو بالوضاحت یہ بتایا کہ قرآن کریم نے جس مسیح کا ذکر کیا ہے وہ اللہ تعالی کا پاکباز نبی اور رسول تھا اور اس کی زندگی ہر قسم کے لغو اعتراضات سے بلند و بالا ہے لیکن جو یسوع کو بائبل پیش کرتی ہے۔اس کے متعلق اسی کا بیان ہے کہ اس کی تین نانیاں حرامکار اور کسبی عورتیں تھیں۔اور بائبل سے ہی ثابت ہے کہ حرامی انسان کی دس پشتوں تک کوئی اللہ تعالی کا مقرب نہیں ہوسکتا۔ نیز کہا کہ بائبل کے یسوع کی ماں اس پر ایمان نہ لائی تھی۔اگر ثابت کردو تو 10 روپیہ نقد انعام لو۔سادھو صاحب نے پبلک کو دھوکا دینے کے لیے لوقا کا ایک حوالہ پیش کیا۔مگر جب بتایا گیا کہ یہ تو مسیح کی پیدائش سے بھی پہلے کی بات ہے۔تو آپ پر سکتہ کی حالت طاری ہوگئی یہ اور اسی قسم کے متعدد حوالہ جات آپ نے بائبل سے پیش کیے اور ہر ایک کے جواب کے لیے نقد انعامات پیش کرتے رہے۔مگر عیسائی مناظر کے ان میں سے ایک کا بھی جواب نہ دیا اور نہ ہی دے سکتا تھا۔آخر پر ہمیشہ کی طرح پریزیڈنٹ صاحب کی کوشش آڑے آئی اور انہوں نے یہ دیکھ کر کہ ان کے مناظر کے پاس کوئی مواد نہیں۔20 منٹ کم کرا دیے اور اس طرح اس غریب کی جان مصیبت سے چھڑائی۔

(الفضل 2 اگست 1934ء)

رپورٹ جلسہ احمدیہ چکوال

گزارش ہے کہ یہ پہلا موقع تھا کہ چکوال میں عیسائیوں نے اپنے جلسہ کا انتظام کر کے بذریعہ اشتہار اعلان کیا۔ اس لیے مسلمانوں کی ہر ایک جماعت نے ان کا مقابلہ کرنا اپنا فرض سمجھا اسی طرح جماعت احمدیہ چکوال نے بھی مبلغ طلب کیے۔ عیسائیوں کا جلسہ مورخہ 16، 17 جون تھا۔ روزانہ ایک مضمون پر ایک تقریر تھی۔ ہر تقریر کے بعد ایک گھنٹہ تبادلہ خیالات کے لیے رکھا تھا۔ ہم نے چکوال امریکن مشن کے انچارج سے اپنے لیے علیحدہ وقت تبادلہ خیالات کا طلب کیا تھا۔ مگر ان کی طرف سے جواب ملا کہ کسی جماعت کو علیحدہ وقت نہیں دیا جا سکتا۔ اسی ایک گھنٹہ کو تمام سوالات کرنے والوں پر تقسیم کر دیا جائے گا۔ اگر اور کوئی سوال کرنے والا نہ ہوا۔ تو تمام وقت جماعت احمدیہ کو دے دیا جائے گا۔

ہمارے مبلغ مولوی عبدالغفور صاحب مولوی ملک عبدالرحمن صاحب خادم بی اے۔ مولوی عبدالمنان صاحب مولوی فاضل پہنچ گئے۔ 15 جون کی پہلی تقریر عیسائیوں کی ''اصلیت بائبل'' پر پادری عبدالحق کی تھی۔ صدر جلسہ پادری ایس۔ ایم پال تھے۔ مگر عیسائیوں کے جلسہ کے خلاف شیعہ و اہلسنت نے پکٹنگ لگا دی اور جماعت احمدیہ کو بھی شمولیت کے لیے کہا مگر ہم نے اس میں اسلام کی حد تک تصور کرتے ہوئے ان کے ساتھ شامل ہونے سے انکار کر دیا۔ اس لیے ہم عیسائیوں کے جلسہ میں گئے اور پریزیڈنٹ جلسہ کو اطلاع دے دی کہ ہم آ گئے ہیں تقریر کے بعد سوالات کرنے کا موقعہ دیا جائے۔ اب عیسائی صاحبان کو یہ دیکھ کر سوائے احمدیوں کے کوئی سوال کرنے والا ہی نہیں اور ایک گھنٹہ صرف احمدیوں سے تبادلہ خیال کرنا پڑے گا اور اس ایک گھنٹہ میں ہمارا تار و پود احمدی مبلغ بکھیر کر رکھ دیں گے۔ سخت گھبرائے۔

آخر تقریر ختم ہونے کے بعد پریزیڈنٹ جلسہ پادری ایس۔ایم پال نے دریافت کیا کہ کوئی سوال کرنا چاہتا ہے۔اس کے جواب میں مولوی عبدالغفور صاحب مولوی فاضل کھڑے ہوئے۔ پادری صاحب نے کہا کہ 15 منٹ آپ کو سوال کرنے کے ملیں گے اور 15 منٹ جواب کے ہمارے لیکچرار کے ہوں گے۔ تقسیم اوقات پانچ پانچ منٹ ہوگا مگر آپ پانچ منٹ کے اندر صرف ایک سوال کر سکیں گے۔اس سے زیادہ سوالات کرنے کی اجازت نہ ہوگی۔ مولوی صاحب نے فرمایا کہ ہمیں پانچ منٹ تو منظور ہیں۔ مگر ہم صرف ایک سوال کی قید منظور نہیں کرتے خواہ ہم ایک سوال کریں۔خواہ 10 یہ ہماری ہمت ہے۔ہاں پانچ منٹ سے زائد وقت ہم نہ لیں گے۔ پانچ منٹ ہی ہمارا حق ہے۔اس سے زیادہ ہم نہ لیں گے۔ پادری صاحب نے کہا ہم ایک سے زیادہ سوال کی اجازت نہیں دے سکتے۔

ملک عبدالرحمن صاحب خادم کھڑے ہوئے اور انہوں نے پریزیڈنٹ کو اپنے اشتہار کی طرف توجہ دلائی جس نے پریزیڈنٹ کے اختیارات کی تشریح کی گئی تھی اور بتایا کہ ایک سوال کی قید لگانا آپ کے اختیارات میں داخل نہیں۔اس لیے آپ اپنے اختیارات سے بڑھ کر ہمارے حق میں مداخلت بے جا کر رہے ہیں۔ پادری صاحب نے بجائے اس معقول سوال کا کچھ جواب دینے کے غیر شریفانہ لب ولہجہ سے کہا تم کون ہو بیٹھ جاؤ۔ ملک صاحب نے کہا میرے اعتراض کا جواب دو۔ پھر پادری صاحب نے کہا میں حکم دیتا ہوں بیٹھ جاؤ۔ ورنہ میں جلسہ برخاست کرنے کا حکم دیتا ہوں۔ ملک صاحب نے کہا تمہارا جلسہ برخاست ہوا تو کیا اور نہ ہوا تو کیا۔ وہ 10 چوہڑے تمہارا جلسہ ہے۔ان کو لے کر چلے جاؤ۔ جلسہ تو ہمارا ہے اور آدمی ہمارے ہیں۔اور تم نے ''دعوت عام'' کے عنوان سے اشتہار دے کر ہم لوگوں کو بلایا ہے۔اب ہمیں وقت دو تا کہ ہم سوالات کریں۔

اس معقول مطالبہ کا کوئی جواب نہ دیا اور جلسہ برخواست کا حکم دے دیا۔مگر جلسہ میں تو احمدی ہی تھے جو بغیر اجازت اپنے امیر جلسہ سے اٹھنا نہ چاہتے تھے۔لیکن چونکہ جلسہ کرنے والے بھاگ رہے تھے اور ان کے فرش بچھے ہوئے تھے۔اس لیے ہم بھی اٹھ کھڑے ہوئے اور پادری صاحبان سے فرداً فرداً اس نازیبا حرکت پر گفتگو شروع ہوگئی۔دوران گفتگو میں پادری عبدالحق کو ''فاتح قادیان'' کے ٹائٹل کی طرف توجہ دلاتے ہوئے دریافت کیا گیا۔جبکہ تم ''فاتح قادیان'' ہوئے۔تو پھر قادیانی مبلغوں کو دیکھ کر تمہاری روح کیوں فنا ہوتی ہے اور میدان سے کیوں بھاگ کھڑے ہوتے ہو۔اگر مرد میدان ہو تو مقابلہ پر ڈٹ جاؤ۔اس پر عبدالحق مذکور نے ہمارے مبلغین کی شان میں یسوعی تہذیب کے مطابق عمل کرتے ہوئے ''لونڈے''''بکواس کرتے ہیں۔''وغیرہ ناشائستہ الفاظ استعمال کیے اور آستین چڑھا کر ملک عبدالرحمن صاحب خادم کی طرف بڑھا کہ آجاؤ میں تمہیں ٹھیک کروں۔

اس کے علاوہ پادری بوٹا مل نے نہایت ہی کمینہ الفاظ اپنے خداوند یسوع کی طرز پر استعمال کیے۔''لعین''اور''کذاب''(نقل کفر کفر نباشد) جیسے کمینہ فقرے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی شان میں استعمال کیے۔جس کا جواب یہ دیا گیا یسوع بھی اپنے زمانہ کے بزرگوں کو اسی طرح گالیاں دیا کرتا تھا۔اس لیے یسوع کے بندے بھی تمہاری طرح نہایت ہی گندے ہونے ضروری تھے۔تم اپنے خداوند کی سنت پر عمل کیے جاؤ پھر کہا ہم مار مار کر سیدھا کر دیں گے۔ہماری طرف سے کہا گیا۔یسوع نے کہا ہے''میں صلح کرانے نہیں بلکہ تلوار چلانے آیا ہوں''بھلا یہ کیسے ہوسکتا ہے بندگان یسوع کسی سے صلح اور محبت سے پیش آئیں۔غرض یہ کہ نہایت کمینگی سے اس پیالہ کو ٹالتے ہوئے میدان جلسہ سے اپنی چوہڑ شاہی فوج کو موٹر لاری میں بٹھا کر رفو چکر ہوئے۔

دوسرے روز پادری ایس۔ ایم پال کی تقریر نجات پر تھی اور پادری عبدالحق پریزیڈنٹ تھے۔تقریر کے خاتمہ سے پیشتر ہماری طرف سے ملک عبدالرحمن صاحب خادم نے سوالات کے لیے رقعہ لکھ کر پریزیڈنٹ کو دیا''فاتح قادیان'' کی روح خادم قادیان کا رقعہ دیکھتے ہی فنا ہو گئی۔ اور بدحواسی کے عالم میں رقعہ پھاڑ کر نیچے پھینک دیا۔تقریروں کے خاتمہ پر پادری عبدالحق کھڑے ہوکر ادیب عجب بھولے پن سے دریافت فرماتے ہیں۔''کوئی صاحب سوال کرنا چاہتے ہیں۔'' جب کوئی کھڑا نہ ہوا تو مولوی عبدالغفور صاحب نے دریافت فرمایا کہ جو رقعہ آپ کو ملا تھا اس میں کیا لکھا تھا۔ پادری صاحب کہتے ہیں آپ کو اس رقعہ سے کیا غرض۔مولوی صاحب نے فرمایا ہم اس لیے دریافت کرتے ہیں کہ شاید اسی رقعہ میں ہی کسی نے سوال کرنے کی اجازت طلب کی ہو۔تو پھر اس کو موقعہ دیا جائے۔عبدالحق نے کہا ہم نہیں بتاتے کہ وہ رقعہ کیا ہے اس کے بعد ملک صاحب کھڑے ہو گئے اور کہا میں سوال کرنا چاہتا ہوں۔

پادری مذکور نے ملک صاحب کو کہا کہ آپ کو سوال کرنے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ ملک صاحب نے کہا کہ ''تم نے ہماری جماعت کے سیکرٹری کو لکھا تھا'' کہ کسی خاص شخص کو علیحدہ وقت نہیں دیا جائے گا۔ بلکہ جو چاہے سوال کر سکتا ہے۔آپ مجھے کیوں وقت نہیں دیتے۔ پادری نے کہا آپ کو اجازت نہیں دے سکتے۔اس پر مولوی عبدالغفور صاحب نے فرمایا۔تو پھر آپ کو آج کے اشتہار میں لکھ دینا تھا کہ سوائے ملک عبدالرحمن صاحب کے ہر شخص کو سوال کی اجازت دی جاوے گی۔قصہ مختصر۔ پادری صاحبان نے صاف کہہ دیا کہ ہم آپ لوگوں کو ہرگز وقت نہیں دے سکتے۔اور کھلے طور پر پبلک کے سامنے احمدی مبلغین کے مقابلہ سے عاجزی کا اظہار اور شکست کا اقرار کیا اور ہمارے مبلغ جلسہ گاہ سے اٹھ کر چلے آئے۔

اس کے بعد سیکرٹری انجمن احمدیہ نے عیسائیوں کو مناظرہ کا کھلا چیلنج دیا۔جس کے جواب

میں عیسائیوں نے لکھا کہ ہم مناظرہ کرنے کو تیار ہے۔ آپ شرائط مناظرہ اور مضمون مناظرہ طے کرنے کے لیے اپنے نمائندے روانہ کریں۔ چنانچہ ہمارے نمائندے مولوی عبدالغفور صاحب مولوی فاضل۔ ملک عبدالرحمن صاحب خادم۔ خواجہ شمس الدین صاحب گئے۔ عیسائیوں کی طرف سے پادری عبدالحق صاحب پادری ایس ایم پال۔ پادری A.W. Gardan اے ڈبلیو گارڈن صاحب انچارج امریکن مشن ضلع جہلم تھے۔ گفتگو شروع ہوتے ہی پادری عبدالحق نے کہا ہم ملک عبدالرحمن صاحب سے نا گفتگو کرنے کو تیار ہیں اور نہ مناظرہ طے کرنے کے لیے تیار ہیں۔ اس پر بہت دیر گفتگو ہوتی رہی لیکن ’’فاتح قادیان‘‘ (بنام زنگی کافور) کا دم خادم قادیان کے مقابلہ میں آتے ہوئے فنا ہوتا تھا۔ آخر پادری صاحبان نے کہا کہ جب تک ملک صاحب گفتگو میں شامل ہیں ہم گفتگو کرنے کو تیار نہیں۔

ہمارے نمائندے نے جب دیکھا کہ یہ جان چھڑانے کے لیے بہانہ بناتے ہیں تو مولوی عبدالغفور صاحب نے فرمایا۔ اگر آپ بغیر کسی وجہ کے ملک صاحب کو ناپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتے ہیں تو ہم عبدالحق کو بوجہ اس کی بدزبانی کے ناپسند کرتے ہیں۔ اس لیے پہلے عبدالحق کو یہاں سے اٹھانا چاہیے۔ یہ سن کر عبدالحق فوراً اٹھ کر چلا گیا اور یہ کہتا گیا ہم تو ان سے مناظرہ نہیں کریں گے۔ تم چاہتے ہو تو کرتے پھرو۔ اس کے بعد پادری ایس ایم پال سے مولوی عبدالغفور صاحب نے دریافت فرمایا کہ آپ کو تو ملک صاحب پر کوئی اعتراض نہیں۔ پادری صاحب نے کہا مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ اس لیے مولوی صاحب نے فرمایا تو پھر ملک صاحب بیٹھے رہیں۔ پادری نے کہا چونکہ عبدالحق چلا گیا ہے اس لیے مناسب یہی ہے کہ ملک صاحب بھی باہر چلے جائیں۔ چنانچہ ملک صاحب باہر آ کر بیٹھ گئے۔

اس کے بعد جب شرائط طے کرنے کے متعلق گفتگو شروع ہوئی تو پادری گارڈن صاحب

نے اور پادری پال صاحب نے انکار کر دیا کہ ہم عبدالحق کے بغیر شرائط طے نہیں کر سکتے۔ جب ہم نے دیکھا کہ یسوعی بھیڑیں احمدی شیروں کے سامنے سے بھاگ رہی ہیں اور کسی طرح قابو نہیں آتی تو ایک رقعہ لکھ کر اسی موقع پر پادری گارڈن صاحب کے حوالے اس مضمون کا کیا گیا اور ہماری طرف سے شرائط مناظرہ طے کرنے کے لیے نمائندے مولوی عبدالغفور صاحب مولوی فاضل اور ملک عبدالرحمن صاحب خادم ہوں گے اور مناظر بھی ہوں گے آپ جواب دیں۔مناظرہ کرنے کے لیے تیار ہیں یا نہیں جلد جواب دو۔

اس رقعہ کے جواب میں جو رقعہ عیسائیوں کی طرف سے آیا۔اس میں ملک صاحب سے مناظرہ کرنے سے شدید انکار کیا۔اس لیے ہم نے عیسائیوں کو مناظرہ کا کھلا چیلنج کے عنوان سے شہر میں اشتہار دے دیا۔جس کے جواب میں پھر عیسائیوں نے آمادگی کا اظہار کیا اور ہمیں چٹھی لکھی جس میں یسوعی اخلاق کا مظاہرہ بدزبانی سے کیا گیا۔مگر ہم نے جھوٹے کو گھر تک پہنچانے کے لیے پھر شرائط مناظرہ طے کرنے کے لیے نمائندے بھیجے تو پادری گارڈن صاحب نے فرار کی ایک اور راہ نکالی۔ وہ یہ کہ مباحثہ تحریری ہوگا۔ ہمارے عقائد میں سے تثلیث اور کفارہ میں سے جو مضمون چاہیں آپ تجویز کر لیں اور ہم آپ کے عقائد سے صداقت مرزا تجویز کرتے ہیں ان سے کہا گیا کہ آپ ''صداقت مرزا''ہی پر بحث کریں۔ لیکن ہماری طرف سے مضمون تجویز کرنے کا آپ کو کیا حق ہے۔لیکن نہ سمجھنا تھا اور پادری صاحب نے نہ سمجھا۔آخر تین گھنٹہ سمجھانے کے بعد انہوں نے صاف انکار کر دیا جبکہ ہم نے ''صداقت یسوع'' کا مضمون تجویز کیا۔تو چھٹی کا دودھ یاد آ گیا۔آخر ہم واپس چلے آئے اور پھر عیسائیوں کو چیلنج کیا کہ ہم تقریری مناظرہ کے لیے بھی تیار ہے اور تحریری کے لیے بھی۔ اور جس مضمون پر چاہو مناظرہ کر لو۔ مگر بغیر جواب دیے تمام پادری جہلم بھاگے۔ ہمارے

مبلغ بھی ان کے تعاقب میں جہلم روانہ ہو گئے۔

عجیب لطیفہ یہ تھا کہ غیر احمدیوں کے پیچھے تو پادری صاحبان موٹر لیے دوڑے پھرتے تھے اور ان کے جلسوں میں دوڑے دوڑے جاتے تھے مگر ہماری طرف سے باوجود دعوت دینے کے آدمی روانہ کرنے سے ایسے ڈرتے تھے۔ جیسے تیر سے کوا۔ چونکہ گرمیوں کے دن ہیں۔ اس لیے جلسے رات کو ہوتے تھے۔ ہمارے سامنے تو رات کو نہ آنے کا بہانہ پیش کیا جاتا تھا اور غیر احمدیوں کے جلسہ میں 10 بجے رات کو جادھمکتے تھے۔ اور باوجود ان کے انکار کے سوالات کرنے کی اجازت مانگتے تھے۔ مگر ہم ہیں کہ ہر تقریر کے بعد اعلان کرتے ہیں کہ عیسائی صاحبان کو اجازت ہے جس قدر وقت چاہیں لیں۔ مگر کانوں میں تیل ڈال کر سو جاتے رہے ہیں۔ ہماری طرف سے تین لیکچر ہمارے مبلغین کے ہوئے۔ آخری دن جناب مولانا مولوی جلال الدین صاحب شمس بھی تشریف لے آئے تھے۔ رد تثلیث مولوی عبدالغفور صاحب مولوی فاضل رد کفارہ۔ ملک عبدالرحمن صاحب خادم بی اے۔ مقابلہ یسوع و آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ مولوی جلال الدین صاحب شمس۔ شرک و بدعت کے خلاف۔ مولوی عبدالرزاق صاحب مولوی فاضل۔ ختم نبوت کی حقیقت بزبان پنجابی ملک عبدالرحمن صاحب خادم بی اے۔

ہمارے مبلغین کی تقریریں بہت پسند کی گئیں اور ہمارے جلسے باوجود غیر احمدیوں کے دن اور رات جلسے ہونے کے خداوند تعالیٰ کے فضل سے کامیاب رہے اور حاضری کافی ہوتی رہی۔ مگر افسوس کہ ہمارا جلسہ کے فوراً بعد جماعت احمدیہ جہلم نے اپنے جلسے کا اعلان کر دیا۔ اور ہمارے مبلغین کو فورا جہلم جانا پڑا۔ اس لیے ہم غیر احمدیوں کی تقریروں کے جواب میں تقریریں نہ کر سکے۔ یہ حسرت دل کی دل ہی میں رہی۔ خداوند تعالی آئندہ توفیق دے۔

آمین (الفاروق 28 اگست 1932ء)

سنگرور ریاست جیند میں غیر مبائعین کے ساتھ کامیاب مناظرہ

غیر مبایع مناظر مولوی عمر الدین شملوی کی بدزبانی

15 نومبر بروز اتوار سنگرور (ریاست جنید) میں جماعت احمدیہ کا غیر مبایعین کے ساتھ ایک نہایت کامیاب مناظرہ ہوا۔ شرائط مناظرہ کے رو سے مناظر کے لئے دو مضامین مقرر تھے۔ (1) کیا قرآن مجید اور احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رو سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد نبوت کا سلسلہ جاری ہے (2) کیا حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود علیہ السلام نے نبوت کا دعویٰ کیا۔

پہلا مناظرہ:: پہلے موضوع پر مناظرہ صبح 9 بجے سے 12 بجے تک ہونا قرار پایا تھا۔ مگر مناظرہ کے لئے جگہ کا انتظام وقت پر نہ ہونے کے باعث پہلا مناظرہ امکانِ نبوت کے مسئلہ پر 11 بجے شروع ہوا۔ اور دو بجے بعد دوپہر تک جاری رہا۔ جماعت احمدیہ کی طرف سے جناب ملک عبدالرحمٰن خادم بی اے ایل ایل بی پلیڈر گجرات مناظر اور جناب مہاشہ محمد عمر صاحب مولوی فاضل صدر تھے۔ اور غیر مبایعین کی طرف سے مولوی عمر الدین شملوی مناظر اور احمد یار صاحب مولوی فاضل صدر تھے۔ ہر دو مضامین میں احمدی مناظر ہی مدعی تھا خادم صاحب نے اپنی بیس منٹ کی پہلی تقریر میں قرآن مجید کی 23 آیات اور بخاری ومشکوٰۃ کی پانچ احادیث اپنے دعوے کی تائید میں پیش کرتے ہوئے یہ ثابت کیا کہ قرآن مجید اور احادیث کی رو سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کا دروازہ کھلا ہے۔ اس کے جواب میں غیر مبایعین کے مناظر نے عاجز آ کر شرائط مناظرہ کی خلاف ورزی کرتے ہوئے راہِ فرار اختیار کی۔ اور بجائے احمدیہ مناظر کے پیش کردہ دلائل کی تردید کرنے کے یہ اقرار کر لیا کہ قرآن

مجید کی ان پیش کردہ آیات سے بے شک آنحضرت ﷺ کے بعد رسول آ سکتے ہیں۔مگر نبی کوئی نہیں آ سکتا۔جس کا پبلک پر اچھا اثر ہوا غیر مبایع مناظر نے آخر وقت تک احمدی مناظرہ کے دلائل کو چھوا تک نہیں۔صرف خاتم النبیین کی آیت اور لا نبی بعدی اور ان النبوۃ والرسالۃ قد انقطعت والی احادیث پیش کرتا رہا۔مگر جب احمدیہ مناظر نے کہا کہ آپ نے ابھی یہ اقرار کیا ہے کہ قرآن مجید کی رو سے رسول آنحضرت ﷺ کے بعد بھی آ سکتے ہیں۔تو پھر آپ کا ان النبوۃ والرسالۃ قد انقطعت والی حدیث پیش کرنا اپنی تغلیط آپ کرنا ہے۔کیونکہ اس میں بقول آپ کے لکھا ہے کہ اب رسالت کا سلسلہ منقطع ہے۔

غیر مبایع مناظر کی بدحواسی:: اس پر غیر مبایع مناظر بری طرح بوکھلا گیا اور گھبراہٹ کے باعث اس قدر بدحواس ہوا کہ تمام پبلک اس کی بے کسی کی حالت دیکھ کر اس پر مضحکہ اڑاتی تھی۔ چنانچہ جب اس نے ایک موقعہ پر یہ کہا کہ ’’خادم صاحب نے میری کسی دلیل کا جواب نہیں دیا۔‘‘ تو تمام پبلک بے اختیار ہنس پڑی۔جس سے وہ سخت شرمندہ ہوا۔

لفظ خاتم کے متعلق احمدی مناظر کا چیلنج:: خاتم النبیین کے متعلق خادم صاحب نے مولوی عمر الدین صاحب کو چیلنج کیا کہ وہ قرآن مجید، احادیث صحیحہ، محاورہ اہل عرب سے ایک ہی مثال دکھلا دیں جس میں لفظ خاتم کسی صیغہ جمع کی طرف مضاف ہو۔اور اس کے معنی بند کرنے والے یا آخری کے ہوں۔خادم صاحب نے دعویٰ کیا کہ لغت عرب کی رو سے عربی زبان میں جب بھی لفظ خاتم کسی جمع کے صیغے کی طرف مضاف ہوتا ہے تو اس کے معنی ہمیشہ افضل کے ہوتے ہیں۔آخری یا بند کرنے والا نہیں ہوتے۔

شرائط مناظرہ کی خلاف ورزی:: غیر مبایع مناظر اس چیلنج کو توڑ تو کیا سکتا تھا۔اس نے بوکھلا کر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب کی پناہ لینی چاہی۔لیکن اس کے لئے

بڑی مشکل یہ تھی کہ شرائط مناظرہ کی رو سے امکان نبوت والے مناظرہ میں صرف قرآن مجید اور احادیث ہی پیش ہوسکتی تھیں۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب اور اقوال کی رو سے مناظرہ کے لئے شام کے وقت دوسرا موضوع مقرر تھا۔ مگر چونکہ غیر مبایع مناظر کو قرآن مجید حدیث اور محاورہ کا اہل زبان کے پیش کرنے کی تاب نہ تھی۔ اس لئے وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب کی عبارتیں پڑھ پڑھ کر غلط بحث کرنا چاہتا تھا۔ جس پر جماعت احمدیہ کے صدر جناب مہاشہ محمد عمر صاحب نے اسے روکا۔ لیکن غیر مبایع مناظر نے اصرار کیا کہ خواہ کچھ ہو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب کے حوالے اس مضمون میں وہ پیش کرے گا۔ اسے کہا گیا کہ اب شرائط کے تصفیہ کا وقت نہیں بلکہ شرائط پر عملدرآمد کا وقت ہے اور آپ ہی یہ لکھ کر دے چکے ہیں۔ کہ پہلے مناظرہ میں بحث صرف قرآن مجید و حدیث کی رو سے ہوگی اور دوسرے مناظرہ میں بحث صرف اقوال حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بنا پر ہوگی۔ تو اب آپ کو اس کی پابندی کرنی چاہئے۔ انہوں نے اصرار کیا کہ نہیں ہمیں اجازت ہونی چاہئے۔ اس جھگڑا کا تصفیہ کرنے کے لئے مولوی ظفر احسن صاحب غیر احمدی کو ثالث بنایا گیا۔ انہوں نے یہ فیصلہ دیا کہ مولوی عمر الدین شملوی اس مناظرہ میں حضرت مرزا صاحب کا کوئی ایسا قول پیش نہیں کر سکتے۔ جس میں حضرت مرزا صاحب نے اپنے کسی عقیدہ یا خیال کا اظہار فرمایا ہو۔ یا انہوں نے کسی آیت کی تشریح یا اس کا ترجمہ کیا ہو یا حضرت مرزا صاحب کی کوئی ایسی عبارت ہو جو عام ہو۔ اور جس میں کوئی عام قاعدہ زبان عربی یا محاورہ اہل زبان ذکر کیا گیا ہو۔ اس فیصلہ کے بعد جب غیر مبائع مناظر نے دوبارہ تقریر شروع کی تو پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب کو کانٹ چھانٹ کر پیش کرنے کی کوشش کی۔ جس پر دوبارہ مولوی ظفر احسن صاحب سے دریافت کیا گیا کہ کیا

آپ کے نزدیک مولوی عمرالدین صاحب شملوی کا یہ حوالہ پیش کرنا آپ کے فیصلہ کے مطابق ہے۔تو انہوں نے کھڑے ہو کر کہا غیر مبائع مناظر کا اس قسم کے حوالجات پیش کرنا شرائط اور میرے فیصلہ کے خلاف ہے۔اگر مولوی عمر الدین صاحب شملوی چاہتے ہوں تو وہ ایک نئی شرط شرائط مناظرہ میں بڑھا سکتے ہیں۔لیکن غیر مبائع مناظر اس قدر بدحواس ہو گیا تھا کہ اسے جاو بیجا کا امتیاز بھی نظر نہ آتا تھا۔

احمدی مناظر کی طرف سے اتمام حجت:: بالآخر خادم صاحب نے کھڑے ہو کر اعلان کیا کہ ہم پبلک پر یہ ثابت کرنا چاہتے تھے۔کہ غیر مبائع مناظر شرائط مناظرہ کی پابندی کرتے ہوئے قرآن اور حدیث کی بنا پر آنحضرت ﷺ پر نبوت کا دروازہ بند ہونا ہرگز ثابت نہیں کر سکتا۔اور یہ کہ قرآن مجید اور حدیث ان لوگوں کی تائید میں نہیں بلکہ ہماری تائید میں ہے۔اب یہ امر پبلک پر کلی طور پر واضح ہو چکا ہے۔کہ مولوی عمر الدین شملوی قرآن و حدیث اپنی تائید میں پیش کرنے سے عاجز ہیں۔اب اس خیال سے کہ غیر مبائع مناظر پبلک کو یہ مغالطہ نہ دے سکے۔کہ گویا نعوذ باللہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب سے اس کی تائید ہوتی ہے۔میں غیر مبائع مناظر کو اختیار دیتا ہوں کہ وہ جہاں سے چاہے حوالہ پیش کرے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جس کتاب کو چاہے اپنی تائید میں پیش کرے پبلک پر ابھی واضح ہو جائے گا کہ اس رنگ میں بھی مولوی عمر الدین شملوی کو سوائے ناکامی کے اور کچھ حاصل نہ ہوگا۔

غیر مبائع مناظر کا اقرار:: حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کے حوالہ سے جب خادم صاحب نے خاتم الحینین والجمیلین اور حضرت آدم علیہ السلام کے متعلق خاتم المخلوقات اور اپنی نسبت خاتم الخلفاء وغیرہ محاورات پیش کئے تو سخت مجبور ہو کر غیر مبائع مناظر

نے اقرار کیا کہ فی الواقع خاتم کا محاورہ عربی زبان میں 'افضل' کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے اوران محاورات میں 'افضل' ہی مراد ہے۔اس پر احمدی مناظر نے غیر مبائع مناظر کا شکریہ ادا کیا۔ کہ انہوں نے گویا اپنی زبان سے اقرار کرلیا ہے کہ ''خاتم الانبیاء'' کے معنی ''افضل الانبیاء'' کے ہیں گوان کا اپنا عقیدہ صاف الفاظ میں اس اقرار کو بیان کرنے سے مانع ہے۔

غرضیکہ خدا کے فضل سے مولوی عمر الدین شملوی سخت شرمندہ ہوا اوراس کی عربی زبان سے جہالت پبلک پر اس قدر واضح ہوگئی کہ اس کو خود اقرار کرنا پڑا کہ وہ عربی زبان سے محض نابلد ہے اس کی حالت یہ تھی کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جو عربی عبارت یا جو حدیث وہ اپنی تائید میں پیش کرنا چاہتا تھا۔ اس کی وہ ایک سطر بھی درست نہ پڑھ سکتا تھا۔

(الفضل 20 نومبر 1936 صفحہ 9-10)

مولوی عمر الدین صاحب شملوی کی حضرت مسیح موعودؑ کی شان میں گستاخی حضرت امیرالمومنین ایدہ اللہ کی عداوت نے کہاں سے کہاں پہنچا دیا

مناظرہ سنگرور کی مزید تفصیل بیان کرتے ہوئے خادم صاحب تحریر کرتے ہیں کہ

''مناظرہ سنگرور کی رپورٹ قارئین کرام کے ملاحظہ میں آ چکی ہے اس میں سے ایک بات جو یقیناً احباب جماعت کو تعجب میں ڈال دے گی۔ وہ پیغامی مناظر مولوی عمر الدین صاحب شملوی کی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی شان میں گستاخی ہے۔

کس قدر حیرت انگیز امر ہے کہ وہی مولوی عمر دین صاحب شملوی جو اس وقت تک کہ ان کو حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے جماعت احمدیہ سے خارج نہیں فرمایا تھا۔ اپنے آپ کو 'عمر دین شملوی یکے از غلام فضل عمر'' لکھا کرتے تھے اور دن رات ان کا کام ہی نبوت حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر پیغامیوں سے وہ مباحثات کرنا تھا۔

جماعت احمدیہ سے خارج ہونے کے بعد کچھ عرصہ تو یہ ڈھنڈورہ پیٹتے رہے کہ ان کے متعلق جو اطلاعات حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصر العزیز کو ملتی رہی ہیں وہ دراصل غلط ہیں۔ حضرت امیر المومنین کے ساتھ ان کو بدستور وہی محبت اور وہی عقیدت ہے جو ان کو اخراج از جماعت سے قبل حضور کے ساتھ تھی اور یہ کے باوجود اخراج کے وہ حضرت امیر المومنین کو خلیفۃ المسیح سمجھتے ہیں چنانچہ بمقام دہلی جنوری 1932ء میں انہوں نے دو تین اور دوستوں کی موجودگی میں خود مجھ سے یہ باتیں کی لیکن جب ان کے معافی نامے کچھ اثر نہ پیدا کر سکے تو بالاخر انہوں نے اہل پیغام کے ساتھ تعاون کرتے ہوئے ان کے عقائد کی تبلیغ کا کام شروع کیا۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ آواز بھی ان کی طرف سے ہمارے کان میں پہنچتی رہی کہ بعض مسائل میں ہنوز شملوی صاحب کو اہل پیغام کے ساتھ اختلاف ہے اور یہ کہ انہیں صرف حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اختلاف تھا۔ ورنہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات کے ساتھ ان کی محبت اور عقیدت بدستور قائم رہی۔ لیکن 15 نومبر 1936 کو سنگرور ریاست جنید کے مناظرہ میں انہوں نے جو الفاظ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی شان میں استعمال کیے اور جس تمسخر آمیز لہجہ میں انہوں نے حضور کا ذکر کیا اس نے گو غیر احمدی پبلک کو تو ہنسی اور مذاق کا موقع دیا لیکن وہ یقیناً ہمارے قلوب کو بری طرح مجروح کرنے والا تھا۔ میں سچ کہتا ہوں کہ مولوی عمر دین صاحب شملوی کے ہر مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان میں گستاخانہ کلمات نے خاکسار اور موجود الوقت تمام احمدی احباب کو سخت صدمہ پہنچایا اور مناظرہ کے اختتام سے لے کر گھر تک اور پھر اس کے بعد بھی تمام دوست ان کے اس رویہ پر اظہار تأسف کرتے رہے۔

مولوی عمرالدین صاحب شملوی کے الفاظ

مولوی عمرالدین صاحب شملوی نے امکان نبوت کے مناظرہ کے دوران میں کہا۔

''آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تا قیام قیامت ہر انسان کے لیے نبی ہیں۔پس جب ہمارے پاس اصل نبوت ہے تو پھر ہم اصل کو چھوڑ کر کس طرف جائیں آپ تو ہمیں ظلی نبوت دینا چاہتے ہیں۔''

جلی الفاظ بلا کسی تغیر کے مولوی عمردین صاحب شملوی کے اصل الفاظ ہیں۔اس کے بعد دوسرے مناظرہ میں جو نبوت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مضمون پر تھا۔

مولوی عمرالدین صاحب شملوی نے کہا خادم صاحب بتایئے مرزا صاحب مرد تھے یا عورت؟ یہ فقرہ مولوی عمرالدین صاحب نے اپنی مختلف تقاریر میں تین دفعہ استعمال کیا اور ہر بار جب وہ ایسا کہتے تھے غیر احمدی پبلک قہقہہ مار کر ہنس پڑتی تھی۔لیکن افسوس ہے مولوی صاحب کو ذرا بھی شرم محسوس نہ ہوتی تھی کہ وہ محض غیر احمدیوں کو خوش کرنے کے لیے جری اللہ فی حلل انبیاء کی شان میں کس قدر دل آزار کلمات استعمال کر کے اپنی عاقبت خراب کر رہے ہیں۔پھر مولوی صاحب نے کہا''جب کھرے کے ساتھ کھوٹا مل جائے تو وہ کھرا نہیں رہتا۔اسی طرح امتی ہونے کی وجہ سے مرزا صاحب نبی نہیں ہو سکتے۔''

پھر مولوی صاحب نے متعدد بار کنایہ کے الفاظ میں لفظ''ملعون''اور''لعنتی''بھی نعوذ باللہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق استعمال کیا۔یہ سب باتیں جہاں اہل پیغام اور غیر احمدیوں کو خوش کرنے والی تھیں وہاں ہمارے قلوب کو ہر درجہ مجروح کر رہی تھی۔میں نے یہ بات بھی خاص طور پر نوٹ کی کہ تمام مناظرہ کے دوران میں مولوی عمرالدین صاحب شملوی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ذکر مرزا صاحب کہہ کر کرتے تھے اور ایک مرتبہ بھی انہوں نے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام یا کم از کم حضرت مرزا صاحب نہیں کہا۔ ہمیں اس سے سروکار نہیں کہ مولوی عمر دین صاحب شملوی کیا عقیدہ رکھتے ہیں۔ ان کو کامل اختیار ہے کہ جس عقیدہ میں ان کو فائدہ نظر آتا ہو اس کو وہ اختیار کرے اور اسی کا اشتہار دے لیکن ہم تمام احمدی احباب کو مولوی عمر دین صاحب شملوی کی موجودہ حالت بتا کر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی ذات کی عظمت اور حضور کی خلافت کا مقام بتانا چاہتے ہیں۔

مستریوں نے حضور کی ذات سے علیحدگی اختیار کی اور باوجود کئی اشتہارات میں یہ دعویٰ کرنے کے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ذات کے ساتھ ان کو بدستور کامل محبت ہے۔ انہوں نے ضلع سیالکوٹ میں وفات مسیح اور صداقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مضامین پر احمدی مناظرین سے مناظرہ کیا۔ اسی طرح مولوی عمر دین صاحب شملوی بھی آخر کار گرتے گرتے اس حالت کو پہنچ گئے کہ ان میں اور ملا عنایت اللہ احراری میں جو امتیاز تھا وہ اٹھ گیا اور انہوں نے بعینہٖ وہ الفاظ مناظرہ سنگرور کے دوران میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان میں استعمال کیے۔ جو ملا عنایت اللہ احراری کے ایک ٹریکٹ کا عنوان رہ چکے ہیں۔ پس اے احمدی احباب! واقعات نے اس حقیقت کو قطعی طور پر بے نقاب کر دیا ہے کہ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ فی الحقیقت ''حسن و احسان میں'' حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ''نظیر'' ہیں۔ اور جو شخص آپ کا انکار کرتا ہے وہ درحقیقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا منکر ہے اور جو شخص حضور کی بیعت سے الگ ہو کر پھر بھی اپنی احمدیت کا ڈھنڈورہ پیٹتا ہے وہ یا تو غلطی خوردہ ہے یا جان بوجھ کر لوگوں کو مغالطہ دینا چاہتا ہے۔ مستریان مباہلہ اور مولوی عمر الدین صاحب شملوی کی موجودہ حالت اس مندرجہ بالا حقیقت کو قطعی طور پر بے نقاب کر رہی ہے۔ اور اس کو دیکھ کر دل بے اختیار پکار اٹھتا ہے کہ **نعوذ باللہ من شرور انفسنا و من**

سیئات اعمالنا من یھدہ اللہ فلا مضل لہ و من یضللہ فلا ھادی لہ۔

حضرت مسیح موعودؑ اسی قسم کے لوگوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

قدرت حق ہے کہ تم بھی میرے دشمن ہو گئے

یا محبت کے وہ دن تھے یا ہوا ایسا نقار

دھو دیے دل سے وہ سارے صحبت دیریں کے رنگ

پھول بن کر ایک مدت تک ہوئے آخر کو خار

(الفضل 22 نومبر 1936ء صفحہ 9)

ہانسی میں صداقت اسلام پر احمدی مبلغین کے شاندار لیکچر

مسلمانانِ ہانسی کے دینی شوق اور شریفانہ سلوک کا شکریہ

تبلیغی کمیٹی ہانسی نے چھ ماہ کی کوشش کے بعد ہانسی کے اردگرد کے اچھوتوں کو) جو چار پانچ صد کی تعداد میں ہیں (اس امر کے لئے آمادہ کرلیا۔ کہ وہ اسلام قبول کریں اور اس غرض کے لئے 12 جون جمعہ کا دن مقرر ہوا۔ تمام علاقہ میں اس کی دھوم کی گئی۔ آریوں اور ہندوؤں نے یہ سن کر 7 جون 1936ء کو ایک عظیم الشان اجتماع ہانسی کے قریب ایک گاؤں میں کیا جس میں دور دور سے اپدیشک بلائے۔ دھلی کے سیٹھ بھی شامل ہوئے۔ اور انہوں نے اچھوتوں سے کہا کہ تم ایشور کے لئے مسلمان نہ بنو۔ ہم تم کو سب حقوق دے دیں گے۔ تم ہمیں چھ ماہ کی مہلت دو۔ علاوہ اس کے انہوں نے ان کو ایک کنواں بھی پانی بھرنے کے لئے دے دیا۔ اچھوتوں نے ان سے وعدہ کرلیا۔ کہ ہم چھ ماہ تک انتظار کریں گے۔ اور اگر ہمیں مساوی حقوق نہ ملے تو ہم مسلمان ہوجائیں گے۔ سیٹھوں نے ان سے کہا کہ ہم دھلی سے ہانسی تک چاندی کی دیوار بنا دیں گے۔ یعنی ہر ممکن قربانی کریں گے اور روپیہ کو پانی کی طرح بہا دیں گے لیکن تم کو ہم مسلمان

نہ ہونے دیں گے۔غرضکہ بڑی تحریص کے ساتھ ان کو رضامند کر دیا گیا کہ چھ ماہ مزید انتظار کریں۔نتیجہ یہ ہوا کہ 12 جون کے اجتماع میں کوئی اچھوت شریک نہ ہوا۔ ہانسی اور کے گردو نواح کے مسلمان جن میں روساء، علماءاورعوام سب شامل تھے جلسہ میں موجود تھے۔

ملک عبدالرحمن صاحب خادم او گیانی واحد حسین صاحب پروگرام کے مطابق رات کو ساڑھے 11 بجے کے قریب ہانسی پہنچے۔جنہیں جناب چودہری الٰہی بخش صاحب نمبردار رئیس ہانسی کے مکان پر ٹھہرایا گیا۔چودہری صاحب ایک مخلص اور کام کرنے والے انسان ہیں۔ اوراس تحریک کے روح رواں ہیں۔تبلیغ کمیٹی کے صدر جناب خان بہادر شیخ نیاز محمد صاحب ریٹائرڈ ڈائرکٹر ویٹرنری ڈیپارٹمنٹ ہیں۔احمدی مبلغین کے پہنچنے سے قبل دیوبندی مولوی پہنچ چکے تھےہمیں ان کے پاس ہی ٹھہرایا گیا۔

دوسرے دن اڑھائی بجے بعد نماز جمعہ کانفرنس شروع ہوئی پہلے دیوبندی مولوی عتیق الرحمن صاحب کی تقریر ہوئی۔ان کے بعد ملک صاحب کی تقریر ہوئی۔اس کے بعد دوسرے دیوبندی مولوی شاہ علی صاحب کی تقریر ہوئی۔اور پھر گیانی واحد حسین صاحب نے تقریر کی ۔لوگ کثرت کے ساتھ آئے ہوئے تھے۔تقریروں کے اختتام پر صدر جلسہ جناب خان بہادر شیخ نیاز محمد صاحب ریٹائرڈ ڈائرکٹر ویٹرنری ڈیپارٹمنٹ صاحب نے اپنی صدارتی تقریر میں فرمایا۔ملک عبدالرحمن صاحب خادم بی۔اے۔ایل۔ایل۔بی کی تقریر سے میں بہت متاثر ہوا۔جونہائت اعلیٰ تقریر تھی۔شائداس لئے مجھے ان کی تقریر بہت پسند آئی۔کہ وہ بھی انگریزی دان ہیں ، اور میں بھی۔صاحب صدر کی اس تقریر کے دوران ہی میں شہر کے معززین اور اہل علم نے نہائت زور اور اصرار کے ساتھ صاحبِ صدر سے مطالبہ کیا۔کہ رات کو ایک اور جلسہ کیا جائے۔ہم علماء قادیان کی تقاریر سننا چاہتے ہیں۔چنانچہ صاحب

صدر نے اجازت دی۔ اور احمدی مبلغین کی تقریریں سننے کے لئے رات کا جلسہ بڑھایا گیا۔ منادی کرائی گئی۔

رات کو ملک صاحب نے مختصر تقریر کی۔ ان کے بعد گیانی صاحب نے زبردست تقریر کی۔ جو قریباً دو گھنٹہ تک جاری رہی دیوبندی مولویوں پر احمدی مبلغین کی تقاریر کا اس قدر اثر تھا کہ وہ رات کی تقاریر میں بار بار کہتے ''ہمارے بعد زبردست عالم تقریر کریں گے۔ ہم بھلا یہاں کیا بیان کریں'' اس طرح قادیان کا نام اور ہماری نسبت قادیان کے ساتھ از سرِ نو پبلک کے دماغوں میں تازہ ہوتی رہتی تھی۔

13 جون کو شہر میں آریہ سماجیوں کی بنیادی کی خبر لے کر ایک دوست بھاگا بھاگا آیا اور بتایا کہ آریوں نے لاہور اور دہلی سے پنڈت بلوائے ہیں۔ اور منادی ہو رہی ہے کہ رات کو آریہ سماج مندر میں وید اور قرآن کا مقابلہ ہوگا۔ سب ہندو اور مسلمان آ کر سن لیں۔ یہ منادی ہونے پر مسلمانانِ شہر جوق در جوق احمدی مبلغین کی قیام گاہ پر آنے شروع ہو گئے۔ اور آ کر درخواست کرنے لگے کہ آپ آریوں کا مقابلہ کریں۔ آخر میں ہانسی کے سب سے بڑے امام مسجد معہ چند معززین آئے۔ اور درخواست کی کہ اس وقت اسلام کی لاج رکھیں۔ اور آریوں کا مقابلہ کریں۔ احمدی مبلغوں نے ان کی درخواست منظور کر لی۔ اور سماج کے مندر کو روانہ ہو گئے۔ لیکن جب جلسہ میں پہنچ کر جواب دینے کے لئے وقت مانگا۔ تو پریذیڈنٹ نے انکار کر دیا شہر میں یہ اسلام کی زبردست فتح سمجھی گئی۔ سب میں مشہور ہو گیا کہ قادیانی علماء کو دیکھتے ہی آریوں کے پنڈت کے چھکے چھوٹ گئے۔

اسی دن ملک عبدالرحمن صاحب کی صدارت میں ایک عظیم الشان جلسہ ہوا۔ حاضری اس قدر تھی۔ کہ اس سے قبل اس قدر حاضری کسی اسلامی جلسہ میں نہیں ہوئی پہلے ملک صاحب نے

تقریر کی جس میں قریباً ایک گھنٹہ تک آریہ پنڈت کے اعتراضات (جو ہمارے رپورٹر نے نوٹ کئے تھے) کے جوابات دیئے۔ نیز آریوں کے فرار کے حالات سنائے۔

ملک صاحب کی تقریر کے بعد گیانی صاحب نے قریباً ڈیڑھ گھنٹہ تک ''اسلام اور ویدک دھرم کا مقابلہ'' کے مضمون پر تقریر کی۔ جو نہائت کامیاب رہی۔ شہر میں احمدیت کا ڈنکا بج گیا۔ آخر میں ملک صاحب نے بحیثیت صدر حاضرین کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا میں نظارت دعوت وتبلیغ قادیان کی طرف سے مسلمانانِ ہانسی کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ کہ انہوں نے اسلام کی خدمت کا موقعہ بہم پہنچایا۔ اور آئندہ بھی آپ لوگوں کو یقین دلاتا ہوں۔ کہ جب کبھی آپ کو ہماری خدمات کی ضرورت پڑے تو ہمیں فوراً اطلاع دیں۔ ہم بلا توقف حاضر خدمت ہوں گے۔ پھر سب کو اتحاد کی تلقین کی۔ اور کہا کہ جو شخص مسلمانوں کو آپس میں لڑائے۔ فوراً سمجھ لو کہ وہ تمہارا دشمن ہے۔ اس کے بھرّے میں نہ آنا۔ (نامہ نگار)

(الفضل 21 جون 1936ء صفحہ 5)

آخری علالت اور سفر آخرت

حضرت ملک عبدالرحمٰن خادم صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک سرگرم عمل انسان تھے اور باہمت وحوصلہ مجاہد اسلام تھے۔ آپ کی ساری زندگی خدمت اسلام واحمدیت میں گزری۔ آپ بے شمار مصروفیات کی وجہ سے اپنی زندگی کے آخری ایام میں متعدد بار سخت بیمار ہوئے۔ ہمیشہ آپ کی بیماری کا موجب آپ کی گوناں گوں مصروفیات اور عدم آرام بنتا تھا۔

یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی آخری علالت کے حالات وواقعات آپ کے ہی کس فردِ خانہ کی زبانی درج کئے جائیں۔

چنانچہ آپ کے سب سے بڑے بیٹے ملک عبدالباسط صاحب جو کہ زیادہ تو آپ کی

آخری علالت میں آپؓ کے ساتھ رہے تحریر فرماتے ہیں کہ۔

''اگست 1957ء کے وسط میں آپ مری تشریف لے گئے۔قیام مری کے دوران میں سیرت النبی صلعم کا جلسہ آ گیا۔جس میں آپ نے بھی تقریر کی۔واپسی پر خاکسار سے فرمانے لگے۔آج تمہیں ایک نئی بات بتاؤں! میں نے سمجھا کہ شاید آپ حسب عادت کوئی دلچسپ لطیفہ سنانے لگے ہیں۔آخر فرمانے لگے کہ میں نے ساری زندگی تقریریں کرتے کرتے ہی گذار دی بعض دفعہ پانچ پانچ اور سات سات گھنٹے بھی تقریر کی ہے،لیکن میرا سانس کبھی نہیں پھولا تھا۔لیکن آج آدھ گھنٹہ کی تقریر کے دوران میں ہی سانس پھولنے لگتا تھا۔'' اس واقعہ کو کسی نے کوئی خاص اہمیت نہ دی بلکہ یہ سمجھا گیا کہ سطح سمندر سے بلندی پر آ جانے کی وجہ سے بلڈ پریشر بڑھ گیا ہے۔دو تین روز کے بعد آپ کو نفخ کی شکایت ہوگئی۔لیکن گرم پانی کی بوتل سے وقتی طور پر یہ تکلیف رفع ہوئی۔لیکن کچھ عرصہ کے بعد پھر شروع ہوگئی۔

یکم ستمبر 1957ء کو گجرات واپس تشریف لائے لیکن نفخ کی تکلیف بدستور جاری تھی۔ آپ دن بدن کمزور ہوتے جاتے۔ ہلکا ہلکا ٹمپریچر بھی رہنے لگا لیکن آپ اپنا روزانہ کا کام باقاعدہ کرتے رہتے۔حسب دستور روزانہ کچہری تشریف لے جاتے ستمبر کے وسط تک یہ تکلیف کافی بڑھ گئی اور ساتھ ہی ٹمپریچر بھی بڑھ گیا۔19 ستمبر 1957ء کو آپ بغرض ڈاکٹری معائنہ لاہور تشریف لے گئے۔ جہاں ڈاکٹر محمد اسلم پیرزادہ نے آپ کا معائنہ کیا۔ایکس رے وغیرہ بھی کیا گیا۔ڈاکٹر صاحب موصوف نے آپ کو نسخہ لکھ دیا۔اور ہدایت کی کہ مکمل ایک ماہ بالکل آرام کریں اور کچہری کا کام قطعاً بند کر دیں۔ چنانچہ آپ 22 ستمبر کو گجرات واپس تشریف لائے اور نسخہ کا استعمال شروع کر دیا 24 ستمبر کی صبح کو کھانسی بھی شروع ہوگئی۔اور کھانسی کے ساتھ بلغم میں خون بھی آنے لگا۔ چنانچہ اسی دن آپ نے مکرم ومحترم جناب خان

اللہ داد خانصا کو (جو رشتہ میں آپ کے ہم زلف بھی ہیں) لاہور بھیجا تا کہ وہ ڈاکٹر صاحب کو تمام حالات سے تفصیلاً آگاہ کریں اور مناسب ہدایات لے کر آئیں۔ڈاکٹر صاحب نے تمام حالات سن کر فیصلہ کیا کہ آپ کو فوراً لاہور آکر ہسپتال میں داخل ہو جانا چاہئے۔تا کہ مکمل طور پر اور تسلی بخش طریقے پر علاج ہو سکے چنانچہ 26 ستمبر بروز جمعرات آپ کو لاہور لایا گیا۔

اور اسی دن میو ہسپتال کے ابرٹ وکٹر ہسپتال (A.V.H) میں داخل کرا دیا گیا۔ڈاکٹر صاحبان نے معائنہ کے بعد فرمایا کہ آپ کو پلورسی ہے۔یعنی آپ کے پھیپھڑے (دائیں) کی بیرونی جھلی میں پانی بھر گیا ہے۔

علاج شروع ہو گیا لیکن کچھ افاقہ ہوتا نظر نہ آیا۔آخر یہ تجویز ہوئی کہ آپ کے پھیپھڑے سے سوئی کے ذریعے سے پانی نکالا جائے چنانچہ 13 اکتوبر کو پہلی دفعہ پانی نکالا گیا جو ½ سیر کے قریب تھا۔لیکن کچھ دنوں کے بعد پانی پھر ہو گیا۔اور تکلیف پھر بڑھ گئی۔آخر 16 اکتوبر کو دوبارہ پانی نکالا گیا جس سے آپ کی طبیعت سنبھل گئی۔اور اس کے بعد آپ کی صحت روز بروز بہتر ہوتی چلی گئی۔اکتوبر کے پہلے عشرہ کے آخر میں حضور امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز لاہور تشریف لائے۔تو حضور نے آپ کے لئے ہومیوپیتھی کی دوائیں تجویز فرمائیں، بلکہ خاص شفقت توجہ اور محبت کی وجہ سے حضور نے وہ دوائیں خود ہی منگو دیں نومبر کے آخر میں آپ کی صحت بالکل ٹھیک ہو گئی تھی۔

اور خیال تھا کہ وسط دسمبر تک گجرات واپس چلے گئے۔چنانچہ آپ نے اخبار میں پتہ کی تبدیلی کا بھی اعلان کرا دیا تھا۔اور 19 دسمبر کو ڈاکٹر نے بھی کہہ دیا تھا۔اب آپ جا سکتے ہیں۔لیکن آپ خود ہی ہسپتال میں ٹھہرے رہے اور یہ پروگرام بنایا کہ 25 دسمبر کو ہسپتال سے ہی ربوہ جلسہ سالانہ میں شرکت کی غرض سے جائینگے۔آپ کے دل میں جلسہ سالانہ پر حاضر

ہونے کی از حد تڑپ تھی۔ ہم لوگ کہتے تھے۔ آپ جلسہ پر نہ جائیں۔ وہاں کا گرد وغبار آپ کے لئے مضر ہے۔'' اور فرماتے تھے کہ 1916ء کے بعد آج تک دسمبر کا کوئی جلسہ بھی ایسا نہیں آیا۔ جس میں میں حاضر نہ ہوا ہوں۔ اس لئے یہ کبھی نہیں ہو سکتا کہ میں صحت یاب ہو کر بھی جلسہ سالانہ پر حاضر نہ ہو سکوں۔ چنانچہ آپ نے ربوہ کے لئے روانگی کے تمام انتظامات مکمل کر لئے تھے۔ لیکن 24 دسمبر کو آپ کی دائیں ٹانگ میں سوجن پیدا ہو گئی۔ جو دیکھتے ہی دیکھتے تمام ٹانگ میں پھیل گئی اور ٹانگ پھول کر کپا بن گئی۔ اس کے ساتھ شدید درد تھی جو نا قابل برداشت تھی۔ ڈاکٹر صاحبان نے معائنہ کے بعد تھرمبوسیس (انجماد خون) تشخیص کیا اور ساتھ ہی تسلی بھی دی کہ خدا تعالیٰ کا شکر اور احسان ہے کہ یہ دل و دماغ میں پیدا نہیں ہوا۔ اس لئے یہ جلد ہی ٹھیک ہو جائے گا۔ لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ ابا جان کے دل میں خطرہ پیدا ہو گیا تھا کہ اب وقت آخر نزدیک ہے۔ چنانچہ اسی دن یعنی 24 دسمبر کو جب یہ خاکسار عشاء کی نماز کے لئے وضو کر کے کمرے میں داخل ہوا تو مجھے مخاطب کر کے فرمانے لگے۔ بیٹا! دعائیں کرو پتہ نہیں کیا ہونے والا ہے۔ چنانچہ اس پر خاکسار نے تسلی دی اور عرض کی کہ۔ ابا جان! آپ تو خواہ مخواہ ہی گھبرا رہے ہیں۔ تمام جماعت آپ کے لئے دعائیں کر رہی ہے اور پھر حضرت صاحب بھی آپ کی صحت اور درازی عمر کے لئے دعائیں کر رہے ہیں۔ تو پھر آپ کیوں مایو س ہو رہے ہیں۔ اس پر آپ آبدیدہ ہو گئے اور مایوس کن لہجے میں فرمانے لگے۔ میرے جانی! کبھی خدا تعالیٰ اپنے پیاروں کی مان لیتا ہے اور کبھی اپنی منواتا ہے۔ اگر وہ ہر دفعہ مان ہی لے تو خدا اسے کون کہے گا۔ اور پھر کیا پتہ ہے میری دفعہ اس نے اپنی ہی منوانی ہو'' آہ! مجھ بدنصیب کو کیا پتہ تھا۔ کہ آپ وہی بات کہہ رہے ہیں۔ جو فی الواقعہ مستقبل قریب میں ہونے والی تھی۔

28 دسمبر کو 02:30 بجے بعد دوپہر خاکسار سے جلسہ سالانہ کے متعلق باتیں کر رہے تھے۔ کہ اس وقت حضرت صاحب ایدہ اللہ تقریر فرما رہے ہونگے سارا ربوہ نعرہ ہائے تکبیر کی مقدس صداؤں سے گونج رہا ہوگا۔ ہزاروں لوگوں کے ایمان تازہ ہو رہے ہوں گے۔ اور ایک میں بدنصیب ہوں کہ یہاں۔ چارپائی پر اپاہجوں کی طرح لیٹا ہوں۔'' اور ساتھ ہی ساتھ آنکھوں سے آنسوؤں کی بارش ہو رہی تھی یہاں تک کہ ہچکی بندھ گئی۔ تقریباً 4 بجے کے قریب فرمانے لگے۔ میرا سانس نہ جانے کیوں پھول رہا ہے، لیکن کسی نے اس پر کوئی خاص توجہ نہیں کی۔ اور ادھر ادھر کی باتیں ہوتی ہیں لیکن پانچ بجے تک تو حالت ہی کچھ اور ہوگئی۔ سانس کافی پھول گیا تھا۔ سر میں درد کی شکایت تھی۔ فوراً ڈاکٹر کو بلایا گیا۔ علاج سے کچھ افاقہ ہوا لیکن اس رات آپ سو نہ سکے۔ 29 کا دن بھی اسی طرح گذر گیا 30 کو حالت کافی بگڑ گئی۔ 30 دسمبر کو بعد دوپہر خاکسار نے ربوہ حضر خلیفہ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کو فون پر اطلاع دی۔ اور دعا کے لئے درخواست کی۔ چنانچہ اس سے ابا جان کو کافی ہوگئی۔ 30 اور 31 دسمبر کی درمیانی رات آپ بالکل نہ سو سکے۔ 31 دسمبر کی صبح تو اپنے ساتھ قیامت کا سا منظر لے کر آئی آپ ایک بات بھی ٹھیک طرح نہ کر سکتے تھے۔ کیونکہ سانس حد سے زیادہ پھولی ہوئی تھی۔ اسی دن جناب سیٹھ عبداللہ الہ دین صاحب سکندر آباد (بھارت) والے عیادت کے لئے تشریف لائے، انہیں آپ نے کافی دیر تک اپنے پاس بٹھائے رکھا۔

آخر کافی دیر کے بعد مکرم سیٹھ صاحب نے ایک لمبی اور رقت آمیز دعا کرائی اور ابا جان نے سیٹھ صاحب کو ہچکیاں لیتے ہوئے رخصت کیا۔ ایک بجے کے قریب جبکہ طبیعت بہت بگڑ گئی۔ ڈاکٹر صاحبان بہت کوشش کرتے رہے۔ آپ بار بار حسرت بھری نظروں سے کبھی خاکسار کی طرف دیکھتے کبھی میرے چھوٹے بھائی عزیز عبدالماجد کی طرف کبھی ہماری والدہ کی

طرف اور کبھی ہماری دادی اماں کی طرف۔آخر ایک بج کر 30 منٹ پر آپ نے ایک لمبا سانس لیا اور روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔اور اس طرح ہمارے پیارے شفیق اور مہربان ابا جان ہم سے ہمیشہ کے لئے جدا ہو گئے۔اناللہ وانا الیہ راجعون۔

(الفرقان خادم نمبر جنوری 1959ء)

خادم صاحب مرحوم ہسپتال کے کمرہ میں

(جناب حمید علی صاحب ہاشمی لاء کالج لاہور)

یوں تو مرحوم کے متعلق مجھے ایک عام احمدی سے زیادہ واقفیت نہیں۔اتفاق محض ہے کہ مرحوم کی زندگی کے آخری ایام میں مجھے خدام الاحمدیہ لاہور کے نمائندہ کی حیثیت سے مرحوم کی کچھ خدمت کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔اس مضمون میں اس دوران کے تاثرات کوقلمبند کرتا ہوں۔

مرحوم کی شخصیت میں بہت جاذبیت تھی۔ہسپتال کا ماحول بڑا خشک اور گھناؤنا ہوتا ہے۔ڈاکٹر اور نرسیں جن کے شب وروز متواتر کراہوں کے درمیان بسر ہوتے ہیں۔اور جن کے ہاتھوں میں نت چلتی نبضیں ڈوبتی ہیں،ایک لحاظ سے خاصے بے حس ہو جاتے ہیں۔ان کے ذہن بالکل مشینی پرزوں میں ڈھل جاتے ہیں۔لیکن مرحوم کے بارہ میں میں نے دیکھا کہ یہی بے حس اور مشینی انسان بڑے حساس ہو گئے تھے۔یہاں جسے دیکھا نیازمند پایا۔ہسپتال کے قواعد کے مطابق مقررہ اوقات کے علاوہ مریض سے ملنے کی اجازت نہیں ہوتی۔

یہاں یہ حال تھا کہ عیادت کے لئے آنے والوں کا تانتا لگا رہتا۔رات کو متواتر دو خادم ڈیوٹی پر آتے رہے۔کبھی کسی نے اعتراض نہ کیا۔

ایک عیسائی لیڈی ڈاکٹر بالالتزام عیادت کے لئے آیا کرتی تھی۔ میرا قیاس ہے کہ اس لیڈی ڈاکٹر نے مرحوم کو منہ بولا بھائی بنایا ہوا تھا۔ بڑی پرخلوص اور حوصلہ افزا باتیں کرتی۔ اس عورت کو میں نے مرحوم کی صحت کے لئے حقیقی بہنوں کی طرح بیقرار پایا۔ بے لوث محبت کے ان نظاروں کو دیکھ کر میرے ذہن میں اجالا سا ہو گیا۔ دل نے گواہی دی کہ یہ عشق حقیقی کا فیضان ہے جو انسان کو لازوال محبتوں کا وارث بنا دیتا ہے۔

مرحوم لیٹ کر ہی نماز پڑھ سکتے تھے۔ نماز پڑھتے وقت چہرے کو رومال سے ڈھانپ لیتے۔ میرا خیال ہے کہ اس قسم کے مہلک روگ آنسوؤں کے ذخیروں کو خشک کر دیتے ہیں۔ یہاں گریہ والحاح کا یہ عالم تھا۔ کہ دعا کرتے کرتے رومال بھیگ جاتا۔ یوں احساس ہوتا کہ نور وعرفان کی رویں پھوٹتی ہیں اور کمرہ کی فضا پرمحیط ہوتی جارہی ہیں۔ میں جب ڈیوٹی پر جاتا تو عشاء اور فجر کی نماز مرحوم کے کمرے میں ادا کرتا۔ جو کیف ان نمازوں میں ملا شاید ہی کبھی نصیب ہوا ہو۔ اللہ اللہ! ادھر موت سے رسہ کشی جاری ہے۔ ادھر شب وروز احمدیت کی سر بلندی کے لئے دعائیں ہوتی ہیں۔

ہر بات جچی تلی، برمحل اور موثر ہوتی۔ اکثر قرآن پاک کی آیات کے حوالے سے بات کرتے۔ رات کی ڈیوٹی پر آنے والے خدام سے ان کے مختصر کوائف پوچھتے اور انہیں یاد رکھتے۔ مجھے یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ ڈیوٹی پر آنے والوں کو ذہنی امتحان بھی لے لیتے۔ خدام ڈیوٹی کے دوران میں آپ کی نیند، بیداری، تنفس کی حالت۔ کھانسی اور درد وغیرہ کی رپوٹ لکھتے جاتے تھے۔ صبح کے وقت آپ کو بتا دیا جاتا کہ رات بھر میں کل کتنے گھنٹے سو سکے۔ ان کے لئے ہسپتال میں پاکستان ٹائمز اور الفضل کے پرچے آتے۔ پاکستان ٹائمز باہر سے آنے والوں کی دلچسپی کی خاطر ہوتا۔ الفضل خاص طور پر اپنے لئے۔ ان دنوں پروفیسر حبیب اللہ

خان صاحب کا ایک مضمون کسی سائنسی موضوع پر الفضل میں شائع ہوا تھا۔ اسے پڑھ کر بہت خوش ہوئے۔ ایک روز میں نے کہا کہ لوگ اکثر اعتراض کرتے ہیں۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے نعوذ باللہ انگریزی حکومت کی بہت خوشامد کی ہے۔ مجھے کوئی ایسی کتاب یا مضمون بتائیں جس میں اس موضوع پر سیر حاصل بحث کی گئی ہو۔ اشارہ کیا کہ سامنے احمدیہ پاکٹ بک رکھی ہے۔ اٹھالاؤ۔ چنانچہ اس میں سے وہ مقام نکال دیا۔

احمدیہ پاکٹ بک کا یہ تازہ ترین اور مکمل ایڈیشن۔ پچھلے جلسہ سالانہ کے موقع پر شائع ہو چکا ہے۔ عین اس بیماری کے دوران میں اس ایڈیشن کے لئے چوہدری فتح محمد صاحب ایم اے کے ذریعہ اپنی تصویر کا بلاک تیار کروایا۔ کتاب شائع ہو کر مارکیٹ میں آ گئی اور خود اللہ کو پیارے ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

آخری بیماری کے ایک نوجوان تیماردار کا بیان

مصباح الدین ڈرائنگ برانچ لاہور

مکرم مصباح الدین صاحب تحریر کرتے ہیں کہ ''خاکسار کو خادم صاحب مرحوم کے پاس جانے کا اتفاق ان کی بیماری کے دوران ایک دن ایام میو ہسپتال کے البرٹ وکٹر وارڈ کے کمرہ نمبر 5 میں ہوا۔ کیونکہ مجلس خدام الاحمدیہ لاہور آپ کے پاس روزانہ رات کے وقت دو خدام بھیجتی تھی خاکسار کو بھی ایک دفعہ اس غرض کے لئے بھیجا گیا۔ یہ ہماری خوش قسمتی تھی کہ ہمیں بھی اس (خالد بن ولید) کے خادم بننے کی ایک رات سعادت نصیب ہوئی۔ جب ہم رات کے وقت خادم صاحب کے پاس حاضر ہوئے تو آپ کا بڑا لڑکا ملک عبدالباسط صاحب آپ ک پاس تھا انہوں نے جانے سے پہلے ہمیں سب کچھ سمجھا دیا تا کہ رات کے وقت خادم صاحب

کو دوائی پانی یا کسی دوسری چیز کی ضرورت پڑنے پر دے سکیں۔ خیر جب ملک عبدالباسط صاحب جانے لگے۔تو خادم صاحب کہنے لگے۔ بیٹا ان کو اچھی طرح سمجھا دیا ہے۔تاکہ انہیں کسی قسم کی تکلیف نہ ہو۔اور خدا حافظ کہہ کر عبدالباسط کو رخصت کیا۔ کیونکہ انہوں نے صبح پھر آنا تھا۔ پھر ہماری طرف مخاطب ہوئے ہم دونوں کا نام ہمارے والد صاحبان کے نام اور کہاں کام کرتے ہیں۔ دریافت فرمایا۔ جو کہ آپ کو بتایا گیا۔ چونکہ میرے والد صاحب (ڈاکٹر لعل دین صاحب اے۔ایم۔او۔ ریٹائرڈ) کو خادم صاحب اچھی طرح جانتے تھے۔ پھر ان کے متعلق فرمانے لگے کہ وہ آج کل کہاں ہیں۔ جب انہیں ملو تو میرا اسلام کہہ دینا۔غرض یہ کہ کافی رات تک ہم سے باتیں کرتے رہے۔اور جب کبھی نیند کے بعد آپ کی آنکھ کھلتی۔ فرماتے میں کتنی دیر سویا۔ بتانے پر کہ آپ اتنی دیر سوئے الحمدللہ کہہ کر دعاؤں میں مشغول ہو جاتے اور دعائیں کرتے کرتے آپ کی آنکھ لگ جاتی۔ نیز ہم دونو سے بھی دریافت فرماتے رہے کہ سردی تو نہیں لگ رہی۔غرضیکہ رات بھر آپ نے اپنی بیماری کے باوجود ہمارا بہت خیال رکھا۔ جب نماز فجر کا وقت ہوا فرمانے لگے ساتھ والے کمرہ سے گرم پانی لے کر وضو کرنا(کیونکہ ساتھ والا کمرہ ہسپتال کا کچن تھا۔اس لئے وہاں سے گرم پانی مل سکتا ہے)۔اس پر ہم نے آپ کے فرمانے پر گرم پانی لے کر وضو کیا اور نماز ادا کی جب ہم نماز سے فارغ ہوئے تو آپ کو دعاؤں میں مشغول پایا۔اور اس وقت آپ کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔

میرے ساتھی نے آپ سے جانے کے لئے اجازت مانگی کیونکہ اسے کالج جانا تھا۔آپ فرمانے لگے۔ کہ سردی ہے ذرا ٹھہر جاؤ۔ ابھی چائے آجائے گی۔ پی کر جانا کیونکہ تم لوگ رات جاگتے رہے ہو۔ نیز سورج بھی نکل آئے گا۔اس پر میرا ساتھی شیخ عبدالرحیم ولد شیخ

عبدالحمید صاحب کہنے لگا مجھے جلدی ہے۔ اور میرے پاس چادر ہے۔ میں اسے اوڑھ لونگا فرمانے لگے۔نہیں چائے ضرور پی کر جانا۔ چندمنٹ انتظار کے بعد چائے آ گئی۔ اور ہم نے پی لی۔تب آپ نے فرمایا اچھا اگر جانا ہی ہے تو چادر کو میرے سامنے اوڑھ لو۔ کیونکہ میں بھی کالج کا طالب علم رہا ہوں اور مجھے کالجوں کے طالب علموں کا پتہ ہے۔ وہ چادر اوڑھنا کچھ معیوب خیال کرتے ہیں۔اس پر شیخ عبدالرحیم نے چادر آپ کے سامنے اوڑھ لی۔تب آپ نے اس کو اجازت دی۔ پھر میری طرف مخاطب ہوکر فرمانے لگے۔ تمہیں تو جلدی نہیں۔ کیونکہ میں نے دفتر 9 نو مبر بجے جانا تھا۔اس لئے میں نے کہا کہ مجھے جلدی نہیں۔فرمانے لگے سات بجے کے قریب عبدالباسط آ جائے گا۔ پھر چلے جانا۔ پھر آپ ہمارے حلقہ (راجگڑھ چوبرجی لاہور) میں تبلیغ وغیرہ کے متعلق دریافت فرماتے رہے۔ پھر آپ نصیحت آموز طریق پر فرمانے لگے۔ دیکھو مجھے تو احمدیت کی تبلیغ کا بچپن سے ہی بہت شوق تھا اور کالج کے زمانہ سے تو ہمارا دائرہ اور بھی وسیع ہو گیا۔ اور میں کالج کے لڑکوں میں اکثر تبلیغ کیا کرتا تھا۔اس لئے مجھے اکثر لڑکے کالج میں بجائے ملک کے مرزا کے نام سے پکارتے تھے۔ کیونکہ وہ یہی سمجھتے ہوں گے کہ یہ احمدیت کی تبلیغ کرتا رہتا ہے اس لئے مرزا ہی ہوگا۔ یہاں تک کہ ہماری کالج کی فوٹو پر بھی کالج والوں نے میرا نام ملک عبدالرحمن خادم کی بجائے مرزا عبدالرحمن خادم ہی لکھا ہوا ہے اور یہ فوٹو ابھی تک یہاں گورنمنٹ کالج لاہور میں لگی ہوئی ہے۔‘‘

غرض یہ کہ جتنی دیر آپ کے پاس رہنے کا وقت ملا۔ آپ احمدیت کی تبلیغ کے متعلق ہی نصیحتیں فرماتے رہے۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ آپ کو جنت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور آپکے نقش قدم پر چلنے کی سب کو توفیق عطا فرمائے۔ (آمین) (الفرقان خادم نمبر جنوری 1959ء)

محترم خادم صاحب مرحوم کے چار آخری خطوط

خادم صاحب کی آخری علالت اور وفات کے متعلق مزید لکھنے سے قبل خاکسار ان چار آخری خطوط کا ذکر کرنا چاہتا ہوں۔ جو آپؓ نے کمرہ ہسپتال سے جماعتی بزرگان کو لکھے۔ اور ان میں اپنی بیماری اور جلسہ میں شمولیت کی تفصیل سے آگاہ فرمایا۔

(1) حضرت میرزا بشیر احمد صاحب ایم۔اے کے نام

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسول الکریم

A.V. H

میوہسپتال کمرہ نمبر 5 لاہور

مورخہ 14 دسمبر 1957ء

محترم ومکرم ومخدومی حضرت میاں صاحب سلمکم اللہ تعالیٰ واید

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

جناب کا گرامی نامہ آج موصول ہوا۔اس توجہ اور شفقت کے لئے جو آپ میرے حال پر فرما رہے ہیں۔اللہ تعالیٰ آپ کو بہترین جزاء دے اور اپنے فضلوں اور رحمتوں کی لاانتہا بارشیں آپ پر برسائے (آمین)

اپنی موجودہ بیماری کے دوران میں جب سے میری طبیعت سنبھلی ہے اور کسی قدر توجہ سے دعا کرنے کے قابل ہوا ہوں۔ بالا التزام روزانہ آپ کی صحت وعافیت درازی عمر اور سلام کی بیش از بیش خدمات سرانجام دینے کی توفیق پانے کے لئے دعا کرتا ہوں اور انشاء اللہ العزیز کرتا رہوں گا۔علاوہ ازیں حضرت ام مظفر کی شفایابی اور تندرستی وتوانائی ودرازی عمر کے لئے

بھی بالالتزام دعا کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ان دعاؤں کو قبول فرمائے آمین۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے میں اب بخریت ہوں آخری ایکسرے 6 دسمبر 1957 کو ہوا تھا جس سے یہ معلوم ہوا کہ دایاں پھیپھڑہ (جو متاثر ہوا۔) اللہ تعالیٰ کے فضل سے اب صاف ہو گیا ہے۔ اور جھلی میں پانی بھی خشک ہو چکا ہے۔ صرف تھوڑا سا نچلا حصہ ذرا ناصاف (hayy) تھا جس کے بارہ میں یہ خیال تھا کہ جھلی کے موٹا ہو جانے کے باعث ہے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ ابھی اقل قلیل مقدار میں پانی موجود ہو۔ اگرچہ ایکسرے یا دوسرے ذرائع سے وہ نظر نہیں آتا۔ اس لئے یہ فیصلہ ہوا کہ ہفتہ عشرہ اور انتظار کر لی جائے۔ اب ان شاء اللہ العزیز 16 دسمبر 57ء (پرسوں) آخری ایکسرے ہوگا۔ اور اس کے بعد جیسا کہ ڈاکٹر پیرزادہ صاحب نے کہا ہے چھٹی ہوگی۔ یہ ایکسرے محض احتیاطاً لیا جا رہا ہے۔ ورنہ پیرزادہ صاحب تو 7 دسمبر 57ء ہی کو چھٹی دے رہے تھے لیکن میرے کہنے پر کہ ہفتہ عشرہ اور انتظار کر لیا جائے وہ رضامند ہو گئے۔ اندازہ یہی ہے کہ یہاں سے 20 دسمبر 57ء تک فراغت ہو جائے گی۔ اس کے بعد ابھی تک یہ طے نہیں پایا کہ آیا مجھے گجرات چلے جانا چاہئے یا کچھ دن اور لاہور میں ہی ٹھہرنا چاہئے۔ برادرم فیضی صاحب کی خواہش ہے کہ ہسپتال سے فارغ ہو کر ہفتہ عشرہ ان کے ہاں ٹھہروں۔ اس کے بارہ میں ابھی تک میری طبیعت کوئی فیصلہ نہیں کر سکی۔

جلسہ سالانہ بھی قریب آ رہا ہے اور سیدنا حضرت امیر المومنین کی خرابی صحت کے پیش نظر انتہائی خواہش ہے کہ اس میں بھی شمولیت کی توفیق ملے اور اس غرض سے دعائیں بھی بہت کی ہیں۔ میں سیدنا حضرت امیر المومنین کی درازی عمر۔ صحت و عافیت اور طاقت و توانائی کی بحالی کے لئے بالالتزام دعا کرتا ہوں۔ اور یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ ضروری ہماری عاجزانہ دعائیں سنے گا۔ اور حضور کو صحت کاملہ و عاجلہ عطا فرمائے گا۔ انشاء اللہ العزیز مولوی رحمت علی صاحب کو

آپ کا پیغام پہنچا دیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں درد ہے اور پیپ بھی ہے۔ جو روزانہ نکالی جاتی ہے دعا کے لئے درخواست کرتے ہیں۔

بالآخر درخواست ہے۔ کہ میری مکمل صحتیابی اور قوت وتوانائی کی بحالی سکتہ کے لئے بھی دعا فرماویں۔ اور اس امر کے لئے بھی کہ اللہ تعالیٰ دین کی بے لوث خدمت کی توفیق عطا فرمائے۔ (احقر خادم ملک عبدالرحمن خادم)

(2) ابو العطاء جالندھری کے نام

لاہور 57۔12۔22

''محترم ومکرم حبّی فی اللہ حضرت مولانا!

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ،

منتظم صاحب مکانات (جلسہ سالانہ) کی طرف سے اطلاع آگئی ہے کہ میرے لئے دارالضیافت کے کوارٹروں میں سے ایک کوارٹر Reserve کیا گیا ہے۔

اس سلسلہ میں آپ کی توجہ کا شکریہ! لیکن یہ معلوم نہیں ہو سکے گا کہ وہاں پر کھانا وغیرہ پکانے اور دیگر ضروریات کے مہیا کرنے کا کیا انتظام ہوگا۔

میرے ہمراہ اہل خانہ یا کوئی باورچی نہیں ہوگا۔ جو مجھے میری طبی ضروریات وہدایات کے مطابق کھانا پکا کر دے پھر پیشاب پاخانہ وغیرہ کے لئے کموڈ کی بھی ضرورت ہوگی کیونکہ بحالت موجودہ اس کے بغیر چارہ نہیں۔ گو مجھے یقین ہے کہ حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب اور آپ نے ان امور کے بارے میں بھی کچھ نہ کچھ ضرور طے کر لیا ہوگا۔ لیکن چونکہ مجھے علم نہیں۔ اس لئے احتیاطاً لکھ رہا ہوں۔ ابھی تک میرے ہسپتال سے فارغ ہونے کے بارے میں فیصلہ نہیں ہوا۔ اب صرف احتیاطاً چند دن کے لئے ٹھہرایا گیا ہے۔ امید ہے کہ 26

دسمبر 57ء تک چھٹی مل جائیگی۔ اندریں صورت 26، 27 کو ربوہ پہنچیں گے انشاء اللہ العزیز۔ مجھ سے پہلے مولوی محمد رمضان صاحب کلرک ضلعدار نظام گجرات 25 دسمبر 57ء کو ربوہ پہنچیں گے۔ منتظم صاحب مکانات سے کہہ دیں کہ ان کے پہنچنے پر ان کو کوارٹر کی چابیاں دے دیں۔ دعا فرمادیں کہ اللہ تعالیٰ جلسہ میں بخیریت شامل ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔

میں نے ان امور کے متعلق اس لئے بھی لکھا ہے۔ کہ جلسہ کے موقعہ پر سخت مصروفیت کے باعث پوری توجہ نہیں ہوسکتی۔ اگر قبل از وقت انتظام کرلیا جائے تو بہتر ہے۔ (احقر ملک عبدالرحمن خادم)

(3) جناب ملک مبارک احمد صاحب ایمن آبادی کے نام

''پیارے بھائی! السلام علیکم ورحمۃ وبرکاتہٗ

امید ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے فضل سے بخیریت ہونگے۔

مجھے تا حال ہسپتال سے چھٹی نہیں ملی اور نہ تا حال یہ معلوم ہے کہ کس دن چھٹی ہوگی۔ 19 دسمبر 57ء کو آخری مرتبہ پانی جھلی میں نکالا گیا۔ اور Test کے لئے بھیجا گیا۔ جس کا نتیجہ کل آ گیا ہے کہ اس میں کسی بیماری کے جراثیم نہیں ہیں۔ ہماری کوشش ہے کہ 26 تک چھٹی مل جائے اور اگر موٹر کار کا انتظام ہوجائے تو 27 کو ربوہ پہنچیں گے۔

ربوہ سے افسر مکانات کی اطلاع آئی ہے کہ میرے ٹھہرنے کے لئے دارالضیافت کے متصل جو کوارٹرز ہیں۔ ان میں سے ایک کوارٹر Reserve کیا گیا ہے۔ بہر حال میرے پہنچنے کا معاملہ غیر یقینی ہے اور محض اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے۔

جلسہ کے موقعہ پر مولوی محمد رمضان صاحب گجرات سے پاکٹ بکیں برائے فروخت ربورہ لائیں گے۔ اور امید ہے کہ 25 دسمبر 57ء کی شام تک وہ ربوہ پہنچ جائیں گے۔ میں نے

ان کولکھا ہے کہ وہ ربورہ پہنچ کر آپ سے ملیں۔آپ میری غیر حاضری میں اس کام کو بھی اپنا ذاتی کام سمجھ کر مولوی صاحب موصوف کو ہدایات دیں اور اپنی نگرانی میں ان سے کام کرائیں۔مجھے یہ لکھنے کی ضرورت تو نہیں تھی۔لیکن محض رسماً لکھ رہا ہوں۔ورنہ مجھے یقین ہے کہ اس کے بغیر بھی آپ ایسا ہی کرتے اگر آپ کی رائے میں علیٰحدہ سٹال برائے فروخت پاکٹ بک لگانا موزوں ہوتو اس کے لئے بھی مولوی صاحب کو ہدایات دے کر سٹال لگوادیں۔بہرحال جس طریق پرمناسب خیال فرمائیں یہ کام سرانجام دیں۔کتب فروشوں کو ادھار کتابیں دینا تو آپ بھی جانتے ہیں کہ خالی از خطرہ نہیں۔اس لئے اس سے میں نے مولوی صاحب کوروک دیا ہے۔والسلام

22دسمبر 57ء(آپ کا احقر ملک عبدالرحمن خادم)

ابوالعطاء جالندھری کے نام آخری خط

A.V.H کمرہ نمبر5لاہور میوہسپتال 57۔12۔25

برادر مکرم ومحترم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

میں جلسہ سالانہ پر آنے کی تیاری کررہا تھا۔اور بہت امید تھی کہ اس مبارک تقریب میں شمولیت کی توفیق مل جائے گی۔لیکن کل 24دسمبر 57ءدوپہر کی کھانے کے بعد دائیں پنڈلی میں سوجن ظاہر ہوئی جو عصر تک بڑھتے بڑھتے ساری ٹانگ میں پھیل گئی اوراس کے ساتھ ہی شدید درد بن ران میں ہونے لگا تمام بقیہ دن اور گذشتہ رات بے چینی اور بے آرامی سے گذری۔ڈاکٹری رائے یہ ہے کہ تکلیف دائیں ٹانگ کی خون کی نالی میں Theomhasis (انجماد خون کے باعث خون کی رکاوٹ)کے باعث ہے اور یہ بیماری بھی (اگر اچھی ہوجائے تو)کافی دن لیتی ہے۔اور تشویشناک بیماریوں میں سے ہے۔اللہ تعالیٰ اپنا رحم فرمائے اور

میرے گناہوں کو جو بہت ہیں اپنی رحمت اور مغفرت سے بخش دے (آمین)

اگر چہ اصل بیماری تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے ٹھیک ہو چکی ہے۔ اور 19 دسمبر 57ء کے بعد ڈاکٹر پیرزادہ صاحب نے محض احتیاط کے طور پر مزید چند دن ٹھہرانے کا فیصلہ کیا تھا۔ مگر یہ نئی تکلیف کل اچانک شروع ہوگئی ہے۔ اس وقت جبکہ میں لیٹے لیٹے یہ سطور لکھ رہا ہوں۔ دائیں ٹانگ میں سخت درد ہو رہا ہے اگر چہ saridon کی ٹکیہ کھائی ہوئی ہے۔

منسلکہ پیغام (یہ پیغام صفحہ 57 پر ملاحظہ فرمائیں۔ ادارہ) لے اس غرض سے آپ کی خدمت میں پہنچا رہا ہوں کہ جناب ناظر صاحب اصلاح دارشاد کی اجازت حاصل فرما کر کسی مناسب موقعہ پر احباب جلسہ سالانہ کو پڑھ کر سنا دیں۔ احباب نے اس خیال سے کہ میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے بکلی تندرست ہو چکا ہوں۔ دوائیں بند کر دی تھیں۔ آپ براہ کرم احباب کی خدمت میں اپنی طرف سے جلسہ کے موقعہ پر دعا کی تحریک فرمائیں۔

مجھے جلسہ سالانہ سے محرومی کا بے حد قلق ہے اور 1916ء کے بعد یہ دسمبر کا پہلا جلسہ سالانہ ہے جس میں شریک نہیں ہو سکا لیکن اللہ تعالیٰ کی رضا کے آگے سر تسلیم خم کرنے کے سوا اور کوئی چارہ نہیں اور اپنی مصلحتوں اور حکمتوں کو وہی بہتر جانتا ہے۔ مجھے بے حد تکلیف ہے اور آپ سے مکرر درخواست ہے۔ کہ میرے لئے خود بھی دعا فرمائیں۔ اور جلسہ سالانہ کے موقعہ پر موثر الفاظ میں دعا کی تحریک فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے (آمین)

گجرات سے عزیز عبدالماجد۔ میرے ہم زلف۔ اللہ داد خان صاحب فارسٹ رینجر اور حضرت والدہ صاحبہ محترمہ جلسہ پر آ رہی ہیں۔ جو کوارٹر میرے لئے رکھا گیا تھا۔ اس میں وہ ٹھہریں گے۔ اس بارے میں خیال رکھیں۔ کہ ان کو کوئی تکلیف یا رکاوٹ نہ ہو۔

(احقر آپ کا ملک عبدالرحمن خادم)

خادم صاحب کی وفات کے متعلق آپ کی اہلیہ کا خواب

جبکہ دسمبر 57ء کے شروع میں معالج اور مریضوں ہر دو بکلی مطمئن تھے۔ اور آخری ایکسرے جو محض احتیاطاً کیا گیا تھا۔ اس کا نتیجہ بھی ہر جہت سے تسلی بخش تھا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے اپنی مشیت کا اظہار اس وجود پر فرمایا جو کہ خادم صاحب کے بعد اس دنیا میں سب سے زیادہ غم وہم کا مرجع بننے والا تھا۔ خادم صاحب کی اہلیہ محترمہ کہتی ہیں۔

''جبکہ دسمبر 57ء کے شروع میں معالج اور مریض ہر دو بکلی مطمئن تھے۔ اور آخری ایکس رے جو محض احتیاطاً کیا گیا تھا۔ اس کا نتیجہ بھی ہر جہت سے تسلی بخش تھا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے اپنی مشیت کا اظہار اس وجود پر فرمایا۔ جو خادم کے بعد اس دنیا میں سب سے زیادہ غم وہم کا مرجع بننے والا تھا۔ خادم صاحب کی اہلیہ محترمہ صاحبہ کہتی ہیں۔ کہ 24 دسمبر 1957ء سے جس دن وہ زیادہ بیمار ہوئے۔ تقریباً دس گیارہ روزہ پہلے غالباً 11، 12 دسمبر 57ء کی درمیانی رات عین صبح کے وقت (کیونکہ بیدار ہونے پر آذان کی آواز آرہی تھی) میں نے خواب میں کسی کو یہ کہتے سنا کہ وہ (خادم صاحب) سخت بیمار ہو گئے ہیں۔ یا سخت بیمار ہیں۔ جواباً میری زبان سے بے ساختہ یہ الفاظ نکلے۔ کہ وہ کس طرح سخت بیمار ہیں۔ وہ تو اب بالکل اچھے ہیں۔ ڈاکٹر پیرزادہ ایک مشہور معالج ان کا علاج کر رہے ہیں جو کوئی یہ کہتا ہے۔ کہ وہ سخت بیمار ہیں۔ غلط ہے۔ مگر پھر آواز آئی۔ مگر اب کے کچھ زیادہ غصہ اور جلال کے ساتھ کہ ''نہیں وہ سخت بیمار ہیں اور مشیت ایزدی میں کسی کو دخل نہیں۔'' وہ کہتی ہیں۔ کہ اس پر فوراً میری آنکھ کھل گئی۔ میں نے اٹھ کہ وضو کیا۔ نماز پڑھی۔ اور دعا مانگی۔ اور دل میں بڑی گھبراہٹ تھی۔ زیادہ خشوع اور خضوع سے دعائیں کیں۔ مگر اس خواب کا ان سے تو ذکر کرنا مناسب ہی نہ سمجھا گیا۔ بلکہ ان کی موت تک سوائے اپنی لڑکی امۃ الحکیم کے اور بھی کسی سے نہ کیا۔ وہ کہتی

ہیں۔ اس روز جب وہ حسب معمول ہسپتال میں گیئں ۔تو خادم صاحب کی طبیعت بالکل ٹھیک ٹھاک ہشاش بشاش تھی۔ اور بعد میں بھی کئی دن تک برابر اسی طرح طبیعت روبصحت رہی۔ اور میری گھراہٹ بھی دو چار دن کے بعد رفع ہوگئی۔حتی کہ جب 24 دسمبر 57ءکو وہ دوبارہ زیادہ بیمار ہوئے ۔تو اس وقت بھی یہ خواب میرے ذہن سے اتر چکی تھی۔ اوران کی موت کے بعد ہی پھر یہ خواب یاد آئی۔

میرے خیال میں یہ خواب ہم سب خویش و اقارب اور احباب کے ایسے وساوس کا ازالہ کرنے والی ہے۔ کہ ممکن ہے۔ کہ علاج میں کوئی کمی یا سوئے تدبیر ان کی پیش از وقت موت کا موجب ہوئی ہو۔ ایسا وسوسہ اور خیال بے جا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا اس طرح اپنی مشیت کا اظہار اس وجود پر کرنا جو دنیوی تعلقات کے لحاظ سے خادم صاحب سے اقرب تھا۔(کیونکہ پاک دامن وفادار بیوی دراصل خاوند کے جسم کا ایک حصہ ہوتی ہے) اور ٹھیک اس وقت اس کا ظاہر فرمانا جبکہ سب ظاہر بین معالج ،مریض اور تیمارداری شفایابی پر مطمئن ہو رہے تھے۔ اور پھر اس وقت جبکہ خادم صاحب اپنی کامیاب زندگی کا مختصر سنتالیس سالہ دور برضائے الٰہی کے مطابق ختم کر چکے تھے۔ قابل غور ہے۔ اور اگر ہم غور کریں۔ تو ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ سب ہمارے رحیم و کریم خدا تعالیٰ کی طرف سے ہماری اطمینانِ خاطر اور رضاء بقضائے الٰہی کا سامان تھا۔ خادم صاحب تقدیر الٰہی کے مطابق جو کام اللہ تعالیٰ ان سے لینا چاہتے تھے۔ وہ ختم کر کے ہم سے رخصت ہوئے ہے

بلانے والا ہے سب سے پیارا
اسی پر اے دل تو جان فدا کر

(الفرقان خادم نمبر جنوری 1959ء)

الہام۔’’سینتالیس سال کی عمر میں کفن میں لپیٹا گیا۔‘‘

ملک عبدالرحمٰن خادم صاحب 57ء میں سینتالیس سال کی مختصر مگر عظیم زندگی گذار کر فوت ہوئے۔اس کے متعلق قمر الانبیاء حضرت مرزا بشیر احمد صاحب مدظلہ العالی اپنے ایک مضمون میں تحریر فرماتے ہیں۔

’’میں نے اپنے نوٹ میں ذکر کیا تھا کہ خادم صاحب مرحوم کی عمر غالباً پچاس سال کے کم ہوگی۔مگر اسکے بعد تدفین کے وقت معلوم ہوا کہ اُن کی عمر صرف سنتالیس (47) سال تھی۔ اُس وقت مجھے اچانک حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ الہام یاد آیا کہ

’’سنتالیس کی عمر میں کفن میں لپیٹا گیا۔‘‘

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو یہ الہام حضرت مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم ومغفور کی وفات کے قریب ہوا تھا۔اوراس الہام کا پہلا مصداق حضرت مولوی صاحب کی ذات والا صفات ہی تھی۔لیکن چونکہ بعض اوقات خدائی کلام میں تنوّع ہوتا ہے اور ایک ہی الہام میں متعدّد واقعات کی طرف اشارہ ہوسکتا ہے۔اس لئے اس الہام کا دوسرا جلوہ قریباً پچیس سال بعد حضرت حافظ روشن علی صاحب مرحوم کی وفات میں نظر آتا ہے۔کیونکہ حضرت حافظ صاحب بھی سنتالیس کی عمر میں فوت ہوئے تھے۔اور آپ قریباً مزید اٹھائیس سال بعد ملک عبدالرحمٰن خادم بھی سنتالیس سال کی عمر میں فوت ہوئے ہیں۔اور پھر عجیب بات یہ ہے تبلیغِ حق کے میدان میں ان تینوں اصحاب کا انداز بھی کم وبیش ایک جیسا ہی تھا۔یعنی وہی عیر معمولی جوش وخروش وہی تیغِ عُریاں کا رنگ بلاخوف لَوْمَةَ لائم اظہارحق کا انداز مگر جواوّل ہے وہ اوّل ہے۔‘‘(روزنامہ الفضل ربوہ 5 جنوری 1958ء صفحہ 3)

خادم صاحب کے حالاتِ تدفین

ملک عبدالرحمٰن خادم صاحب کی وفات کی خبر جماعتی اور ملکی اخبارات میں شائع ہوئی۔اور اسے ایک جماعتی اور قومی صدمہ قرار دیا گیا۔آپ کے حالاتِ تدفین جو کہ الفضل میں شائع ہوئے کچھ اس طرح تھے۔

ربوہ یکم جنوری آج چھ بجے شام احمدیت کے بہادر سپاہی اور سلسلہ کے دلیر اور نڈر مجاہد مکرم ملک عبدالرحمٰن صاحب خادم کو مقبرہ بہشتی کے قطعہ خاص میں سپرد خاک کر دیا گیا۔وکل من علیہا فان ویبقیٰ وجہ ربک ذوالجلال والاکرام محترم خادم صاحب مرحوم کل ڈیڑھ بجے بعد دوپہر دل کے عارضہ سے میو ہسپتال لاہور میں وفات پا گئے تھے۔شام کو آپ کا جنازہ لاہور سے گجرات لے جایا گیا۔جہاں سے آج صبح 9 بجے روانہ ہو کر سوا دو بجے بعد دوپہر ربوہ لایا گیا۔4 بجے بعد نماز عصر مسجد مبارک کے عقبی میدان میں سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے نماز جنازہ پڑھائی اور جنازہ کو کندھا دیا۔نماز جنازہ کے وقت کی اطلاع بذریعہ لاؤڈ سپیکر کر دی گئی تھی۔چنانچہ نماز جنازہ میں مقامی احباب کثیر تعداد میں شامل ہوئے۔حضرت مرزا بشیر احمد صاحب مدظلہ العالی دیگر افراد خاندان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام محترم چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب اور دیگر بزرگان سلسلہ بھی تشریف لائے ہوئے تھے۔ربوہ کے علاوہ دیگر قریبی مقامات سے بھی احباب آئے ہوئے تھے۔

نماز جنازہ کے بعد آپ کا تابوت مقبرہ بہشتی لایا گیا۔چونکہ آپ کے بعض عزیزوں کی آمد متوقع تھی۔اس لئے قریباً ساڑھے پانچ بجے تک ان کا انتظار کیا گیا اور ان کے آنے کے بعد چھ بجے آپ کو سپرد خاک کر دیا گیا۔اور اس طرح احمدیت کا یہ پرجوش مبلغ اور سلسلہ کا نڈر اور بہادر سپاہی ہمیشہ کے لئے آنکھوں سے اوجھل ہو گیا۔قبر تیار ہونے پر حضرت مرزا بشیر احمد

صاحب مدظلہ العالی نے دعا فرمائی۔(منقول الفضل 2 جنوری 58ء)

قطعہ خاص میں

مولانا جلال الدین شمس صاحب جو کہ اس وقت صدر مجلس کار پرداز بھی تھے۔تحریر فرماتے ہیں۔

''عام قواعد کی رو سے خادم صاحب مرحوم قطعہ عام بہشتی مقبرہ میں دفن کئے جاسکتے تھے۔ لیکن ان خدمات اور قربانیوں کے پیش نظر جوانہوں نے سلسلہ کے لئے کی تھیں۔ میں نے بحیثیت صدر مجلس کار پرواز حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز سے عرض کیا۔اور حضور کی اجازت سے انہیں قطعہ خاص میں دفن کیا گیا۔اللّٰھم اعفرلہ وارحمہ۔''

(الفرقان خادم نمبر جنوری 1959ء)

تعزیتی قراردادیں

خادم صاحب کی رحلت پر مختلف جماعتوں اور حلقہ احباب کی تعزیتی قراردادیں وقفے وقفے سے جماعتی اخبارات میں شائع ہوتی رہیں۔دن میں سے جلد کا یہاں ذکر کیا جائے گا۔

بار ایسوسی ایشن منڈی بہاؤالدین ضلع گجرات

ہم ممبران بار ایسوسی ایشن منڈی بہاؤالدین ملک عبدالرحمن صاحب خادم وکیل گجرات کی ناگہانی وفات پر گہرے رنج و افسوس کا اظہار کرتے ہیں اور ہمیں ملک صاحب مرحوم کے خاندان سے دلی ہمدردی ہے۔(پریزیڈنٹ بار ایسوسی ایشن)(الفضل ربوہ مورخہ 12 جنوری 1958ء)

لاہور

جماعت احمدیہ لاہور کے عام اجلاس مورخہ 3 جنوری 58ء جس میں اراکین مجلس انصار اللہ۔ اراکین مجلس خدام الاحمدیہ اور ممبرات لجنہ اماء اللہ شامل تھیں۔ مندرجہ ذیل قرارداد تعزیت متفقہ طور پر پاس کی گئی۔ خادم صاحب مرحوم کی زندگی اسلام اور احمدیت کی خدمت کے لئے وقف تھی سلسلہ عالیہ احمدیہ کے دلیر سپاہی اور نڈر مجاہد تھے۔

خادم صاحب مرحوم کی وفات کو قومی صدمہ خیال کرتے ہوئے ہماری صدق دل سے نہایت ہی عاجزانہ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ خادم صاحب مرحوم پر اپنی بے شمار رحمتیں اور برکتیں نازل فرمائے اور جنت الفردوس کے اعلیٰ علیین میں آپ کو اپنے خاص قرب سے نوازے اور آپ کے خاندان کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے اور ہر طرح ان کا حامی و ناصر اور معین و مددگار رہے۔ آمین۔ (نامہ......احمدیت لاہور) (الفضل مورخہ 10 جنوری 58ء)

لجنہ اماء اللہ مرکزیہ

31 دسمبر 1958ء کو خالد احمدیت محترم ملک عبدالرحمٰن صاحب ایڈووکیٹ امیر جماعت ہائے گجرات انتقال فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ محترم خادم صاحب مرحوم سلسلہ احمدیہ کے پُرجوش، کامیاب مناظر اور ممتاز عالم تھے۔ خدا تعالیٰ نے تحریر و تقریر کا خاص اور منفرد ملکہ عطا فرمایا تھا۔ اس ملکہ کو آپ نے عمر بھر سلسلہ کی خدمت کے لئے وقف کیا۔ لجنہ مرکزیہ نے اپنے اجلاس منعقدہ 17 جنوری 1958ء میں آپ کی وفات پر بھی تعزیتی قرارداد پاس کی اور آپ کی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے آپ کی وفات کو ایک قومی صدمہ قرار دیا۔

(مصباح (ماہنامہ) فروری 58ء صفحہ 25)

اولاد

خادم صاحب نے زندگی میں ایک ہی شادی کی۔ آپ کی بیگم جن کا پہلے ذکر گذر چکا ہے

کے بطن سے خادم صاحب کے چار بچے ہوئے۔جن میں دولڑکے اور دولڑکیاں شامل ہیں۔

1۔آپ کے سب سے بڑے لڑکے کا نام ملک عبد الباسط ہے۔ باسط صاحب کومختلف عہدوں پر خدمات کی توفیق ملی۔

آپ کی پیدائش کی خبر دیتے ہوئے اخبارالفضل قادیان تحریر کرتا ہے۔کہ

''ملک عبدالرحمٰن صاحب خادم بی اے ایل ایل بی گجرات کے ہاں 27 نومبر 1938ء کو لڑکا پیدا ہوا۔مولودکا نام حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ نے عبدالباسط تجویز فرمایا ہے۔ موجود خان بہادر آصف زمان صاحب کلکٹر مرحوم آف پیلی بھیت کا نواسہ ہے۔ خدا تعالیٰ مبارک کرے۔'' (الفضل 1 جنوری 1939ء صفحہ 2)

باسط صاحب کے آگے دو بیٹیاں اور ایک بیٹا ہے۔

2۔آپ کے دوسرے بیٹے کا نام ملک عبدالماجد ہے۔آپ ریٹائرڈ لیفٹننٹ کرنل ہیں۔ ان کی 3 بیٹیاں ہیں اور تینوں ہی شادی شدہ ہیں۔

3۔آپ کی بڑی بیٹی کا نام امۃ الحکیم ہے۔ان کی دو بیٹیاں اور تین بیٹے ہیں۔دو بیٹے شادی شدہ ہیں جب کہ دونوں بیٹیوں کی شادی ہوچکی ہے۔

4۔خادم صاحب کی چھوٹی بیٹی کا نام امۃ الجمیل ہے۔ان کی 3 بیٹیاں ہیں اور ایک بیٹا ہے۔دو بیٹیاں شادی شدہ ہیں۔

ایک تعزیتی خط

از جناب چوہدری فتح محمد صاحب ایم اے پریذیڈنٹ سکنڈری ایجوکیشن بورڈ پنجاب یونیورسٹی لاہور

پیارے باسط۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مجھے انتہائی افسوس ہے کہ میں ابھی تک آپ کے ہاں گجرات میں اظہارِ رنج وغم کے لئے حاضر نہیں ہوسکا۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ 2 جنوری 58ء کو ربوہ سے واپس لاہور پہنچتے ہی مجھے اپنے محکمہ کی طرف سے فوراً کراچی جانے کا حکم ملا۔ لہٰذا بہ امر مجبوری میں 4 جنوری 58ء کو لاہور سے کراچی کے لئے چل پڑا۔ اور 5 جنوری 58ء کو یہاں پہنچا۔ جس سرکاری کام کے سلسلہ میں میں یہاں آیا ہوا ہوں اس کے متعلق مجھے ابھی تک یہ علم نہیں کہ کس تاریخ کو ختم ہوگا۔ اور کب میں واپس لاہور اور پھر گجرات پہنچ سکوں گا۔

ان شاء اللہ تعالیٰ یہاں سے فارغ ہونے کے بعد میں حاضر ہوں گا۔ محترمہ بھاوجہ صاحبہ اور اپنی دادی جان کی خدمات میں میری طرف سے دلی رنج وغم اور ہمدردی کا اظہار کیجئے۔ میں دست بدعا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے خاص الخاص فضل سے صبر کی توفیق بخشے۔ (آمین)

آپ کے والدِ محترم (اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے) ایک نہایت قیمتی وجود تھے اور کون ہے جسے ان کی جدائی کا اتنا ہی صدمہ نہیں جتنا کہ آپ کو اور آپ کے باقی افرادِ خانہ کو

ہے۔میرے دوست بھی تھے۔اور بھائی بھی۔میرا وہ سہارا بھی تھے۔اور دکھ سکھ کے ساتھی بھی۔اور ان کی جدائی سے میری زندگی میں ایک ایسا خلا پیدا ہو گیا ہے جو اب تمام زندگی خلا ہی رہے گا۔نہ مجھے کھانا سوجھتا ہے اور نہ سونا۔کسی وقت خیال آتا ہے کہ وہ ابھی زندہ ہیں۔پھر میں اپنے تئیں کہتا ہوں کہ میں تو خود انہیں اپنے ہاتھوں سے دفن کر کے آیا ہوں۔پھر بے اختیار آنکھوں سے آنسو ٹپک پڑتے ہیں پھر دل کو لاکھ جھوٹی تسلیاں دیتا ہوں۔اور بس اسی طرح دن اور راتیں گذرتی ہی چلی جا رہی ہیں۔اور طبیعت میں ہر وقت بے چینی اور بے قراری اور دل میں ایک جلن سی ہوتی رہتی ہے۔عزیزِ من کچھ نہ پوچھئے اپنی حالت کچھ ایسی ہے کہ میں اسے ٹھیک طرح سے بیان بھی نہیں کر سکتا مجھے یہ دکھ بھی کھائے جا رہا ہے کہ میں آخری لمحات میں ان سے باتیں بھی نہ کر سکا۔ان کی پیاری شکل بھی سیر ہو کر نہ دیکھ سکا۔ان کی کوئی خدمت نہ کر سکا۔اچھا اللہ تعالیٰ ان پر اپنے افضال کی بارش کرے انہیں بلند سے بلند مقام بخشے۔ہمیں صبر عطا فرمائے اور ان کے نقشِ قدم پر پر چل کر زندگی کا مقصد پانے کی توفیق عطا فرمائے۔(آمین)

باب۔خادم صاحب احباب کی نظر میں

خادم صاحب مرحوم۔احباب ان کے نمونہ سے سبق سیکھیں

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔اے

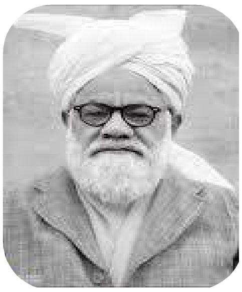

ہر ترقی یافتہ انسان کی زندگی کا ایک خاص پہلو ہوا کرتا ہے۔ جس میں وہ اکثر دوسرے لوگوں سے امتیاز پیدا کر کے ان کیلئے گو یا ایک نمونہ بن جاتا ہے اور فرض شناس لوگ اس کی مثال سے فائدہ اٹھا کر اپنی زندگیوں میں ترقی کا راستہ کھولتے ہیں۔ یہی صورت ملک عبدالرحمن صاحب خادم مرحوم کی زندگی میں نظر آتی ہے جنہوں نے آج سے ایک سال قبل گو یا بالکل جوانی کے عالم میں وفات پائی۔ خادم صاحب مرحوم گجرات صوبہ پنجاب کے رہنے والے تھے۔اور کسی ایسے خاندان سے تعلق نہیں رکھتے تھے جس میں علمی تبحر اور تبلیغی ذوق وشوق کی کوئی خاص روایات پائی جاتی ہوں۔ بلکہ خود ملک صاحب مرحوم نے بھی کسی دینی درس گاہ میں تعلیم نہیں پائی اور نہ کسی عالم دین کی باقاعدہ شاگردی اختیار کر کے دین کا علم سیکھا۔ان کی درسی اور عربی تحصیل علم صرف اس قدر تھی کہ انگریزی کالجوں کی فضاء میں بی۔ اے پاس کر کے وکالت کا امتحان دیا۔اور پھر بظاہر ساری عمر عدالتوں میں گشت لگا کر اپنی روزی کماتے رہے۔مگر باوجود اس کے خادم صاحب مرحوم نے محض اپنے ذاتی شوق اور ذاتی مطالعہ کے نتیجہ میں وہ کمال پیدا کیا کہ جہاں تک مذہبی مباحثہ اور اس میدان کے علمی حوالہ جات کا تعلق ہے وہ جماعت احمدیہ کے کسی موجودہ عالم سے کم نہیں تھے۔ بلکہ مناظرات میں جوابوں کی فراوانی اور برجستگی میں انہیں گو یا ایک جیتی جاگتی انسائکلو پیڈیا کہنا چاہئے۔

ہر اعتراض کا جواب ان کی زبان پر تیار کھڑا ہوتا تھا۔ ہر ضروری حوالہ ان کے مونہہ سے اس طرح نکلتا تھا۔ جس طرح ٹکسال کی مشین سے سکے بن بن کر نکلتے ہیں۔ اور جیسا کہ میں نے کہا ہے یہ سب کچھ کسی درسی تعلیم کا نتیجہ نہیں تھا بلکہ محض ذاتی شوق اور ذاتی مطالعہ کا نتیجہ تھا۔ جس نے ان کو مذہبی مناظرین کی صف اول میں لا کھڑا کیا تھا اور اس پر ذوق وشوق کا یہ عالم تھا کہ جب کسی قلمی یا لسانی جہاد کا بگل بجتا تھا۔ تو وکالت کو الوداع اور ذاتی آرام وآسائش کو خیر باد کہنے کا منظر نظر آتا تھا۔ اور خادم صاحب سب کچھ چھوڑ کر لبیك اللّٰھم لبیک کہتے ہوئے آ گئے آ جاتے تھے یہی وہ رضا کارانہ جذبہ تھا۔ جس نے قرون اولیٰ میں اسلام کو سر بلند کیا۔ اور یہی وہ رستہ ہے۔ جس پر گامزن ہو کر احمدیت کے فرزند آج پھر دوبارہ اسلام کا سر اونچا کر سکتے ہیں۔ اور ان شاء اللہ یہ ہو کر رہے گا۔ جیسا کہ خدائے عرش نے حضرت مسیح موعودؑ کو الہام کیا کہ:۔

بخرام کہ وقت تو نزدیک رسید وپائے

محمدیاں برمنار بلند تر محکم افتاد

”یعنی خوشی کی چال چل کہ اب وہ وقت نزدیک ہے کہ جب محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے نام لیوؤں کا پاؤں زمین کی پستی کی بجائے میناروں کی بلندی پر پڑے گا۔“

پس ہمارے نوجوانوں کو خادم صاحب مرحوم کی زندگی سے سبق لینا چاہئے۔ انہوں نے دنیا کے کاموں میں حصہ لیتے ہوئے اور وکالت کے فرائض ادا کرتے ہوئے محض اپنے ذاتی شوق اور ذاتی مطالعہ کے نتیجہ میں وہ مقام حاصل کیا جو کئی پورے وقت کے مبلغوں کو بھی حاصل نہیں ہوتا۔ انہوں نے اپنے دل میں خدمت دین کا بے پناہ جذبہ پیدا کیا۔ مذہبی مباحثات کے علم میں کمال کو پہنچے اور بظاہر واقف زندگی ہونے کے بغیر عملاً اپنے اوقات کو خدمت اسلام اور خدمت احمدیت کیلئے وقت رکھا۔ ایسے نمونے خدا کی طرف سے جماعت کیلئے حجت ہوا کرتے ہیں اور خدا یہ بتانا چاہتا ہے کہ جب تمہیں میں سے ایک نوجوان اپنی

ذاتی کوشش اور ذاتی ولولہ کے نتیجہ میں یہ مقام حاصل کرسکتا ہے توتم کیوں نہیں کر سکتے ؟ حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کے ایک الہام میں نواب محمد علی خان صاحب مرحوم کو حجۃ اللہ کے نام سے پکارا گیا ہے۔یعنی خدا کی طرف سے لوگوں پر ایک حجت اور حضرت مسیح موعودعلیہ السلام نے اس کی تشریح یہ فرمائی ہے۔کہ جب اللہ تعالیٰ نے ایک ریاست کے نوابی خاندان کے نواجوان فرد کوجس کے لئے ہرقسم کے عیش وآسائش کے سامان مہیا تھے احمدیت کی صداقت کو اس زمانہ میں قبول کرنے کی توفیق دی جب چاروں طرف مخالفت کا زور تھا۔ تو دوسرے صاحب دولت وثروت خاندانوں کے لئے نواب محمد علی خان صاحب مرحوم کا احمدیت کوقبول کرنا قیامت کے دن ایک حجت ہوگا۔کہ جب اسنے اپنے ماحول سے نکل کر صداقت کوقبول کیا۔توتم اپنے عیش وعشرت میں کیوں محوخواب رہے؟اسی طرح میں کہتا ہوں کہ خادم صاحب مرحوم کا وجودبھی جماعت کے ایک طبقہ کے لئے حجت ہے کہ جب خادم مرحوم نے اپنے ذاتی شوق اور ذاتی کوشش اورذاتی جدوجہد کے ذریعہ دین کا پختہ علم حاصل کیااور وکالت جیسے غافل رکھنے والے پیشہ میں مصروف ہونے کے باوجود دین کا پرجوش خادم رہ کہ زندگی گذاری توتم کیوں اس مقام کوحاصل نہیں کر سکتے ؟

پس اے وکیلواوراے ڈاکٹرواوراے تاجرواورصناعواوراے زمیندارواوراے دوسرے پیشہ ورو!تم پرخادم مرحوم کی زندگی یقیناایک حجت ہے کہ تم دنیا کے کاموں میں مصروف رہتے ہوئےبھی دین کاعلم حاصل کرسکتے اوردین کی خدمت میں زندگی گذار سکتے ہو۔اسلام تم سے یہ مطالبہ نہیں کرتا کہ ساری کی ساری جماعت دنیا کے کاروبارچھوڑ کردین کی خدمت کیلئے کلیۃً وقف ہوجائے بلکہ اس کا مطالبہ یہ ہے کہ جماعت کا ایک حصہ توپورے طور پردین کی خدمت کیلئے وقف ہو۔(جیسا کہ فرمایاولتکن منکم امۃ)اور دوسرا حصہ دنیا کے کاموں میں مصروف رہتے ہوئے اور جائز طریق پر اپنی اور اپنے اہل وعیال کی روزی کماتے ہوئے

اپنے اوقات اور اپنے اموال اور اپنے جسم اور اپنے دل ودماغ کے قویٰ میں سے خدا اور اس کے رسول اور اس کے مسیح اور اس کے دین کا واجبی حق نکالے تا وہ دجال کی طرح اندھا نہ ہونے پائے بلکہ اس کی دونو آنکھیں روشن ہوں اور اس کی زندگی میں دنیا یہ نظارہ دیکھے کہ:۔ دل بایار و دست باکار۔ پس عزیزو اور دوستو خادم مرحوم کی زندگی سے سبق سیکھو تا اس مرحوم نوجوان کی زندگی اور اس کی موت دونو خدا کی رحمت سے حصہ پائے۔ زندگی اس لئے کہ اس نے غیر معمولی حالات میں اپنی زندگی کو اسلام اور احمدیت کی خدمت میں لگایا۔ اور اپنے آپ کو اس کا اہل بنایا۔ اور موت اس لئے کہ اس کی وفات سے متاثر ہو کر تم نے اس کی زندگی سے خدمت دین کا سبق حاصل کر۔ وآخر دعوٰنا ان الحمد للہ ربّ العالمین۔

خاکسار مرزا بشیر احمد۔ ربوہ

9 دسمبر 1958ء

خادم صاحب مرحوم کی زندگی کا سنہری ورق

جناب سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب

ملک عبدالرحمن صاحب خادم کو اس وقت سے میں جانتا ہوں۔ جب وہ مڈل میں تھے۔ مجھے گجرات سلسلہ کے کام کے تعلق میں جانا پڑا۔ اور وہاں مجھے جماعت کے نوجوانوں کی طرف سے ایڈریس پیش کیا گیا۔ اور اس اجلاس میں ایک تقریر خادم صاحب مرحوم نے کی مجھے ان میں غیر معمولی ذہانت کا احساس ہوا۔ اس کے بعد جب بھی گجرات جانے کا موقعہ ہوا ایک جلسہ منعقد کیا جاتا۔ اور خادم صاحب اور ان

کے ساتھی تقریریں کرتے یہانتک کہ انٹرنس پاس کرنے تک حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتابوں اور سلسلہ کے لٹریچر سے ان کی واقفیت کافی ہوچکی ہوئی تھی۔ کالج میں داخل ہوئے تو ان کا شوق مطالعہ اور تقریر نمایاں تھا۔ اور بحیثیت ناظر دعوۃ تبلیغ انہیں طالب علم مبلغین کے ساتھ جلسوں اور مباحثات میں بھیجنا شروع کیا۔ ہوتے ہوتے جلسہ سالانہ کے سٹیج پر یہ جس صورت میں نمایاں ہوئے اور جس طریق سے خدمت سلسلہ کی توفیق ان کو ملی وہ محتاج اعادہ نہیں۔ خلاصہ یہ کہ خادم مرحوم کو طالب علمی کے زمانہ سے ہی اپنے والد بزرگ کے اسوہ حسنہ و تلقین کے ماتحت اپنے تئیں از خود خدمت سلسلہ کے لئے تیار کرنے کی توفیق ملی۔ جو ہم سے ہر ایک کے لئے قابل رشک اور سبق آموز ہے۔ بہت سے طلبہ تدریس نصاب مدرسہ یا کالج کا محض بہانہ ہی بناتے ہیں۔ کہ ان کا مطالعہ دینی کتب کے مطالعہ کے لئے وقت نہیں چھوڑتا۔ اگر شوق ہو یا دینی خدمت کی ضرورت کا سچا احساس ہو تو وقت نکالنا کیا مشکل ہے جو حل نہ ہو سکے۔ ایسا عذر کرنے والے بسا اوقات گپ شپ میں اپنا وقت عزیز ضائع کر دیتے ہیں۔ خادم مرحوم کی زندگی کا سنہری ورق ہمیشہ کے لئے یادگار ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسے نوجوان ہماری جماعت میں بیسیوں پیدا کرتا رہے۔ تا یہ سلسلہ اپنی جدوجہد مسلسل جاری رکھنے کی توفیق پاتا رہے۔

خدمت دین کیلئے والہانہ جذبات

ڈاکٹر عبدالروف صاحب امیر جماعت احمدیہ کیمبل پور

(1) ہمارے قادیان کے قیام کے دوران میں ملک عبدالرحمن صاحب خادم چند سالوں سے جب کبھی قادیان تشریف لاتے تو میرے پاس ہی قیام فرماتے چونکہ ان کا قادیان

تشریف لانا تبلیغی پروگراموں کے ماتحت ہوتا تھا۔اس لئے جب تک آپ اپنے پروگرام کی تکمیل نہ کر لیتے واپس اپنی قیام گاہ پر تشریف نہ لائے جس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ اکثر اوقات کھانے کا وقت بھی گزر جاتا آپ کا معمول تھا کہ آپ کھانا ہمیشہ قیام گاہ پر ہی آ کر تناول فرمایا کرتے تھے۔ میرا ان سے کئی بار اس امر پر اصرار بھی رہا کہ آپ کم از کم کھانا تو وقت پر آ کر کھالیا کریں۔اور اگر کسی وجہ سے آپ کھانے کے وقت پر تشریف نہ لاسکیں تو وہاں پر ہی کسی جگہ بے شک کھالیا کریں۔مگر وہ یہی فرماتے کہ وقت تھوڑا ہوتا ہے اور کام زیادہ۔اس لئے دیر ہو جاتی ہے۔گویا آپ دینی کاموں کو اپنی صحت پر ہمیشہ ترجیح دیا کرتے تھے اور اپنے اس عہد بیعت پر زندگی بھر قائم رہے کہ میں دین کو دنیا پر مقدم کروں گا۔''

آپ کھانے میں اس قدر سادگی برتتے تھے کہ جس سے یہ ظاہر ہوتا تھا کہ آپ خوردن برائے زیستن پر عمل کر رہے ہیں آپ کو کھانے کی لذت یا عدم لذت کی مطلق کوئی پرواہ نہیں تھی۔ جہاں تک میں سمجھتا ہوں اور حقیقت بھی یہی ہے کہ آپ کی انتڑیوں کی تکلیف کا اصل باعث وقت پر کھانا نہ کھانا تھا۔

(2)میرا ان سے انسیت اور محبت کا تعلق اس لئے بھی ہوا کہ میں ان کی پیہم تبلیغی سرگرمیوں سے بے حد متاثر تھا۔ میں دیکھتا تھا کہ آپ کو تبلیغ دین کی ایک دھن لگی ہوئی ہے اور وہ اس امر کو برداشت نہیں کر سکتے کہ اسلام واحمدیت پر کوئی دشمن نکتہ چینی کرے۔

(3)دعویٰ مصلح موعود سے بہت پہلے خادم صاحبؓ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانیؓ کو اس کا مصداق بادلائل یقین کرتے تھے اور ان کی وجہ سے میں بھی ان کا ہم خیال تھا۔

(4) آپ کو تبلیغ کے موقعہ پر باوجود خطرات میں گھر جانے کے اپنی عزیز جان کی بھی مطلق پرواہ نہیں ہوتی تھی۔ چنانچہ ایک مناظرہ کے موقعہ پر (مقام کا نام یاد نہیں رہا) آپ

کے بیان کردہ دلائل سے تنگ آ کر مخالفین میں سخت اشتعال پیدا ہوگیا۔ اس موقعہ پر خادم صاحبؓ کے ساتھ معدودے چند افراد تھے۔ اشتعال بڑھتا گیا مگر آپ ان کا ڈٹ کر مقابلہ کرتے رہے چنانچہ ہم میں سے کسی دوست نے کہا،'' ملک صاحب مجمع زیادہ سے زیادہ مشتعل ہوا جا رہا ہے ایسا نہ ہو کہ وہ حملہ کر دیں۔ اور آپ شہید ہو جائیں۔'' اس کے جواب میں آپ نے نہایت سادگی سے فرمایا'' مجھ جیسے گنہگار کو شہادت کہاں نصیب۔'' بالآخر اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اور ہماری آئندہ نسلوں کو ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

ہمارے پرانے رفیق کار مکرم خادم صاحب کا سانحۂ انتقال

مکرم مولانا جلال الدین صاحب شمس

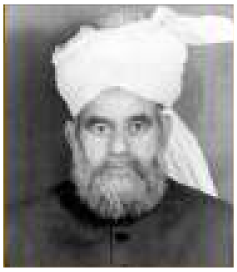

ہمارے پرانے رفیق کار مکرم ملک عبدالرحمن صاحب خادم گجراتی دارالفناء سے دارالبقا کی طرف انتقال فرما چکے ہیں۔

اناللہ وانا الیہ راجعون۔

اوائل دسمبر 57ء میں جب میں ان کی عیادت کے لئے میؤ ہسپتال میں گیا تو وہ ہشاش بشاش نظر آئے اور کہا کہ اب پہلے سے مجھے کافی افاقہ ہے۔

مکرم خادم صاحب مرحوم و مغفور سے میں اس وقت سے واقف ہوں جبکہ وہ ابھی کالج میں تعلیم پا رہے تھے۔ طالب علمی کے زمانہ میں بھی آپ کو تبلیغ احمدیت کا شوق تھا۔ اکثر مباحثات سننے کے لئے آیا کرتے۔ جب میں نے ابتداء میں مخالفین سے مناظرات شروع کئے تو ان میں سے بھی وہ بعض مناظرات میں حاضر ہوئے۔ ان کے دل میں بھی اللہ تعالیٰ نے احمدیہ

لٹریچر کے مطالعہ کا شوق پیدا کیا۔ جس کے نتیجہ میں وہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے مقررین اور مناظرین کی صف اوّل میں شمار ہوئے۔ جب کبھی انہیں سلسلہ کی طرف سے مناظرہ کے لئے یا جلسوں میں تقریر کرنے کے لئے دعوت دی گئی تو انہوں نے بخوشی خاطر اس پر لبیک کہی۔ اور اپنے ذاتی کاموں کو پیچھے ڈال کر تبلیغی کام کو مقدم کرتے رہے۔ تحقیقاتی عدالت کے سلسلہ میں بھی انہوں نے ہمارے ساتھ چھ سات ماہ کام کیا۔ روزانہ گجرات سے لاہور آیا کرتے۔ اور آخری بحث میں بھی حصہ لیا۔ بحث کے لئے تحقیقاتی عدالت نے دوسروں کی نسبت سے ہمیں تھوڑا وقت دیا تھا۔ لیکن خادم صاحب مرحوم نے تھوڑے سے وقت میں نہایت قابلیت کے ساتھ دوسری پارٹیوں کے اعتراضات کے ایسے دندان شکن جواب دیئے کہ تحقیقاتی عدالت کے جج صاحبان بھی اس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ چنانچہ تحقیقاتی عدالت کے صدر نے اس کا اظہار کیا کہ خادم صاحب نے بہت اچھی بحث کی ہے۔ تحقیقاتی عدالت کی مطبوعہ رپورٹ میں زیر عنوان ''اسلامی اصطلاحات کا استعمال'' ان کا ذکر کیا گیا ہے۔

الغرض خادم صاحب کی وفات سے ہمارا ایک قدیم رفیق کار اور ایک مخلص خادم سلسلہ ہم سے جدا ہو گیا ہے۔ لیکن بقول حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ؎

بلانے والا ہے سب سے پیارا
اسی پہ اے دل تو جاں فدا کر

قطعہ خاص میں

عام قواعد کی رو سے خادم صاحب مرحوم قطعہ عام بہشتی مقبرہ میں دفن کئے جا سکتے تھے۔ لیکن ان خدمات اور قربانیوں کے پیش نظر جو انہوں نے سلسلہ کے لئے کی تھیں۔ میں نے

بحیثیت صدر مجلس کار پرداز حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز سے عرض کیا۔ اور حضور کی اجازت سے انہیں قطعہ خاص میں دفن کیا گیا۔ اللھم اعفر لہ وارحمہ۔

جماعت احمدیہ گجرات کے دو عظیم امراء کا افسوناک انتقال

(از حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی)

جماعت احمدیہ گجرات کے دو امیروں کا قریب ترین فاصلہ کے اندر اندر پُر ملال وحسرت انتقال کر جانا علاوہ مقامی جماعت کے سلسلہ احمدیہ کے لئے بھی ان دو قابل ترین ہستیوں کی وفات کا صدمہ معمولی صدمہ نہیں۔ بلکہ گجرات کی جماعت احمدیہ کے افراد میں اس شان قابلیت کے نمونے شائد ہی جماعت احمدیہ گجرات کو میسر آسکیں۔

پہلے مکرم ومحترم جناب چوہدری احمد الدین صاحب جیسا قابل اور اہل علم اور ایڈووکیٹ جو جماعت احمدیہ اور سلسلہ حقہ احمدیہ کی خدمات سالہا سال کرنے کے علاوہ عام پبلک کی خدمات کے لئے ایک بہترین نافع وجود تھا۔ اور اپنی نیکی اور تقویٰ اور شرافت اور نافع الناس ہونے سے آپ کی وفات سے عوام اور خواص کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا ہے۔ وہ امیر جماعت احمدیہ کی حیثیت بھی رکھتے تھے اور اسی طرح سے ان کا وجود اور بھی بابرکت اور فوائد عامہ کے لحاظ سے نافع ترین وجود تھا۔

پھر آپ کی وفات کے بعد تھوڑا ہی عرصہ گذرنے پر دوسرے امیر جماعت احمدیہ گجرات ملک عبدالرحمٰن صاحب خادم جو نوجوان بھی تھے اور قریباً 47 سال کی عمر تک پہنچے تھے کہ وفات پا گئے اور بی۔اے اور قابل وکیل بھی تھے۔ علاوہ عوام الناس کے افادہ کے آپ کی زندگی کا

بہترین حصہ علاوہ فرائض امارت مختلف پہلوؤں کے لحاظ سے خدمات سلسلہ حقہ میں بسر ہوتا رہا۔ آپ ایڈووکیٹ کی حیثیت اور مذہبی معلومات کے علاوہ فن مناظرہ میں بھی بہت بڑی شہرت رکھتے تھے۔ اور تحریر اور تقریر میں اعلیٰ قابلیت رکھتے تھے اور جس طرح چوہدری احمد الدین صاحب نے حضرت اقدس کی کتاب ''اسلامی اصول کی فلاسفی' نام جو جلسہ مذاہب لاہور میں اعجاز نمائی کی شان کے ساتھ پڑھی گئی۔ جس کے متعلق تمام اقوام کے حاضرین افراد کی طرف سے اس کی بے نظیری اور فائق ہونے کے متعلق داد دی گئی۔ وہ اسلامی اصول کی فلاسفی والی تقریر اردو زبان میں تھی۔ جس کا ترجمہ فارسی زبان میں چوہدری احمد الدین صاحبؓ نے نہایت ہی قابلیت سے کیا۔ اور آپ نے اسّی سال کے قریب عمر پہنچنے پر وفات پائی۔ لیکن عزیز خادمؓ ابھی جوان عمر ہی تھے آپ کی طرف سے ایک مکمل نوٹ بک بھی شائع ہوئی جس میں ایک احمدی مناظر قریباً ہر طرح کے مناظرات میں ان کی نوٹ بک سے کافی فائدہ اٹھا سکتا ہے۔

خادم صاحب مرحوم

مکرم ابوالبشارت مولوی عبدالغفور صاحبؓ

ملک عبدالرحمن صاحب گجراتی نے اپنے لئے خادم تخلص چنا۔ اور حق یہ ہے کہ آپ نے خادم کہلانے کا حق ادا کر دیا۔ آپ خادم رہے زندگی بھر اسلام کے خادم رہے۔ احمدیت کے خادم رہے مسلمانوں کے خادم رہے دنیا کے ہر طبقہ کے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ اپنے بھائی کی اس کے ظالم ہونے کی حالت میں بھی مدد کر اور مظلوم ہونے کی حالت میں بھی مدد کر۔ صحابہؓ کرام نے عرض کی کہ حضور مظلوم کی مدد کرنا

توسمجھ میں آتا ہے مگر ظالم کی مدد کا مفہوم کیا ہے۔آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ظالم کو ظلم کرنے سے روکنا یہ بھی اس کی مدد کرنا ہے۔سوخادم صاحب نے اسلام اور احمدیت کی خدمت تو اس رنگ میں کی۔کہ بہترین اور مضبوط دلائل احسن پیرایہ میں دنیا کے سامنے تقریر اور تحریر کے ذریعہ پیش کئے اور غیروں کی خدمت اس رنگ میں کی۔کہ ان کے مذاہب کے کمزور پہلوان کے سامنے نمایاں طور پر پیش کئے اور کئی سعید روحوں نے آپ کی اس خدمت سے فائدہ اٹھایا۔اور صداقت کو پہچاننے اور قبول کرنے کی توفیق پائی ۔

آپ طالب علم ہی تھے کہ ظاہری تعلیم کیساتھ آپ کو دینی علوم کے حصول کا بھی شوق پیدا ہوا۔اور دینی علوم کا شوق اس قدر غالب آتا گیا کہ آپ کے کلاس فیلو بھی اور دوسرے لوگ بھی آپ کے دینی شوق اور دینی غلبہ کے قائل ہو گئے۔

گویا جوں جوں آپ ظاہری کلاسوں میں ترقی کرتے گئے۔ساتھ ہی ساتھ دینی کلاسوں میں بھی ترقی کرتے چلے گئے۔آپ کالج تک پہنچے تو دینی معلومات میں بھی وہی ترقی حاصل کر لی۔جو ہمارے دینی کالج کے طلباء نے دینی کالج میں داخل ہو کر حاصل کی۔آپ نے دینی معلومات کے حصول کو اپنی ذاتی ترقی تک محدود نہ رکھا۔ بلکہ ساتھ ہی ساتھ زبانی گفتگو۔ تحریری خط وکتابت۔اخبارات میں مضامین کے ذریعہ۔تقاریر کے ذریعہ۔مناظرات کے ذریعہ آپ اپنے معلومات دینی سے دنیا کو فائدہ پہنچاتے رہے۔

آخر آپ نے دنیاوی علوم میں اپنے لئے وکالت کی ڈگری حاصل کی اور آپ وکیل بن گے مگر ساتھ ہی دینی علوم میں ترقی کر کے دینی وکیل بھی بن گئے۔

آپ نے حضرت مسیح موعودؑ اور آپ کے خلفاء کے لٹریچر کا محنت توجہ اور شوق سے مطالعہ کیا۔دینی خدمت کا جب بھی آپ کو موقعہ ملا۔آپ نے خادم دین ہونے کا مظاہرہ کیا۔عمدہ

اور پیچیدہ مسائل پر آپ نے عام فہم طریقہ پر تقاریر کر کے اپنا خادم ہونا ثابت کیا۔ جب بھی کسی دشمن اسلام اور معاند احمدیت نے اسلام پر کئی رنگ میں حملہ کرنا چاہا۔ آپ سینہ تان کر خادم اسلام بن کر اس کے مقابل پر اتر آئے اور اس قدر اپنا اثر اور رعب پیدا کر دیا۔ کہ مخالف دنگ رہ گیا۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ خادم صاحب کو جنت الفردوس میں جگہ دے۔ آمین۔

احمدیت کا مخلص و غیور خادم

ابولعطاء جالندھری

محترم جناب ملک عبدالرحمن صاحب خادم ایڈووکیٹ امیر جماعت احمدیہ گجرات کا انتقال ایک قومی اور جماعتی صدمہ ہے یوں تو ہر پیدا ہونے والا انسان آخر فوت ہوتا ہے۔ مگر جو افراد کسی نصب العین کے مخلص اور پر جوش حامی ہوتے ہیں۔ اور جو لوگ اپنی جماعت میں ایک خاص خدمت بجالا رہے ہوتے ہیں۔ ان کی وفات سے جو خلا پیدا ہوتا ہے۔ وہ بصد مشکل اور لمبے عرصہ کے بعد پُر ہوتا ہے۔ شاعر نے خوب کہا ہے

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے جہاں میں دیدہ ور پیدا

اخویم محترم خادم صاحب مرحوم ان نوجوانوں میں سے نمایاں ترین شخصیت تھے جو ہمہ تن دین کی خدمت کو اپنا مقصد قرار دے کر مخلصانہ جدوجہد میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ آپ نے ساری زندگی سلسلہ کے سچے غیور فرزند کے طور پر بسر کی ہے۔ 1924ء کے مارچ میں کھاریاں ضلع گجرات میں مجھے (جب کہ میں ابھی حضرت استاذی المحترم حافظ روشن علی صاحب رضی اللہ عنہ کے پاس پڑھا کرتا تھا۔) ایک جلسہ کے لئے جانا پڑا۔ اس موقعہ پر پہلی مرتبہ برادرم

خادم صاحب سے ملاقات ہوئی۔آپ کی عمراس وقت 15۔16 برس کی ہوگی۔یہ پہلی ملاقات ایسی محبت اوراخوت کی راسخ بنیاد بن گئی جس کی مثال بہت کم ملتی ہے۔للہی محبت اور پرخلوص تعلق کے یہ بتیس برس آج ایک خواب نظرآتے ہیں۔محترم خادم صاحب اس وقت دسویں جماعت میں پڑھتے تھے،انہیں علم دین کا بے حد شوق تھا ہر جگہ سے معلومات حاصل کرنے کی انہیں دھن تھی۔عنفوان شباب سے ہی وہ مخالفین اسلام واحمدیت کے مقابلہ میں سینہ سپر دہو جایا کرتے تھے۔اللہ تعالیٰ نے انہیں صیقل ذہن کے ساتھ خاص قوت گویائی بھی عطافرمائی تھی۔ اور یہ کہنا ذرہ بھر مبالغہ نہیں کہ جناب ملک صاحبؓ نے ان مواہب الٰہیہ کو ہمیشہ دین کی خاطر خرچ کیا۔اوائل میں جب کبھی انہیں محسوس ہوتا کہ کسی وجہ سے مقامی مباحثہ میں مرکز سے کوئی آنا چاہتے تواپنے تعلقات کی بناء پر مجھے فوراًبلالیتے تھے۔میراانداز ہ ہے کہ مجھے گذشتہ عرصہ میں بے شمارمرتبہ گجرات جانے کا اتفاق ہوا ہے۔قیام ہمیشہ ان کے ہاں ہی ہوتا تھا۔اللہ تعالیٰ نے ملک صاحب موصوف کوزندہ دلی اورنکتہ سنجی کا ملکہ بھی خوب عطافرمایا تھاان کی مجلس میں بسااوقات پاکیزہ لطائف کا تذکرہ ہوتا تھا۔

یہ بات خاص طور پرقابل ذکر ہے کہ ایک اچھے قانون دان اورعمدہ مقرر وکیل کے ساتھ ساتھ آپ گہراجاننے والےاورنکتہ رس عالم دین بھی تھے۔ان دونوں صفات کے اجتماع نے آپ کوبیسیوں نادرمواقع خدمت دین کےعطافرمائے مناظرات میں آپ کو یدطولیٰ حاصل تھا۔اور بڑے بڑے معاندمولوی خادم صاحب مرحوم کے نام سے مرعوب تھے۔قوت تحریر بھی پرتاثیرہوتی تھی۔مضامین کاایک انباراوراحمدیہ تبلیغی پاکٹ بک اس پرشاہدہیں۔یہ ایک کھلی حقیقت ہے کہ محترم خادم صاحب کوسلسلہ سے بے پناہ خلوص تھا۔اور حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی ذات سے بے انتہا عقیدت اورعشق تھا۔ حضور کے خلاف کسی بات کا سننا آپ کے لئے ناممکن تھاباوجودیکہ آپ گجرات میں بطوروکیل

پریکٹس کرتے تھے۔مگر جب بھی سلسلہ کوکسی جگہ آپ کی ضرورت پیدا ہوئی آپ نے بلا تامل اس کے لئے لبیک کہا اور ہمیشہ پورے جوش اور خلوص سے خدمت ادا کی۔ **جزاہ اللہ عن الاسلام والمسلیمن خیرا۔**

وسط دسمبر 57ء میں جب میں ہسپتال میں ان کی عیادت کے لئے گیا۔تو حالت اچھی تھی۔ انہوں نے فرمایا کہ وہ جلسہ پر ربوہ تشریف لائیں گے۔ میں نے افر جلسہ سالانہ حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب سے عرض کیا کہ خادم صاحب کی یہ خواہش ہے۔وہ بیمار ہیں۔ اس لیے ان کی رہائش اور کھانے کا خاص اہتمام ہونا چاہتے۔محترم خادم صاحب کے کالج کے زمانہ سے ہی حضرت صاحبزادہ صاحب سے گہرے مخلصانہ تعلقات تھے انہوں نے فرمایا۔ ان کے لئے تو بہر حال انتظام کیا جائے گا۔چنانچہ ان کے لئے کوارٹر ریز روکر کے انہیں اطلاع کر دی گئی۔اور یہ توقع تھی کہ وہ جلسہ سالانہ کے موقع پر تشریف لے آئیں گے۔میں ان کے لئے چشم براہ تھا۔لیکن ان کی بجائے جلسہ سالانہ کے سٹیج پر مورخہ 26-12-57 کو مجھے برادرم محترم خادم صاحب کا ایک ملفوف موصول ہوا ایلچی نے بتایا کہ خادم صاحب تو تشریف نہیں لا رہے۔جس سے بہت افسوس ہوا۔پھر اکتیس دسمبر کو اچانک یہ سننا پڑا۔کہ حضرت خادم صاحب مرحوم انتقال فرما گئے۔ **انا اللہ وانا الیہ راجعون۔**

آہ! میرے ابا جان مرحوم۔ملک عبدالباسط صاحب
ابن محترم ملک عبدالرحمن صاحب خادم مرحوم

میرے ابا جان محترم ملک عبدالرحمن صاحب خادمؓ مرحوم 12 نومبر 1910ء بروز جمعہ اڑھائی بجے شب بمقام گجرات (پنجاب) پیدا ہوئے۔ابتدائی تعلیم مشن ہائی سکول گجرات

میں حاصل کی میٹرک کے سال میں آپ مشن سکول سے مقامی گورنمنٹ انٹرمیڈیٹ کالج میں چلے گئے۔ اور وہیں سے 1926ء میں آپ نے امتیاز کے ساتھ میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ 1928ء میں آپ نے اسی کالج سے ایف اے کا امتحان پاس کیا اور گورنمنٹ کالج میں بی اے کا داخلہ لے لیا۔1930ء میں آپ نے امتیاز کے ساتھ بی اے پاس کیا اور لاء کالج لاہور میں داخل ہو گئے۔1933ء یا 1934ء میں آپ نے وکالت کا امتحان پاس کیا۔ اور واپس گجرات آ کر پریکٹس شروع کر دی۔ خداداد ذہنی قابلیتوں کی وجہ سے آپ کا شمار جلد ہی گجرات کے چوٹی کے وکیلوں میں ہونے لگا۔ آپ تادم آخر گجرات میں بڑی کامیابی سے پریکٹس کرتے رہے۔

آپ کو بچپن ہی سے دینی تعلیم حاصل کرنے اور وہ مخالفین احمدیت سے مناظرے کرنے کا شوق تھا۔ ابھی نویں جماعت میں پڑھتے تھے کہ آپ نے اہل پیغام کے جواب پہ ایک رسالہ لکھا۔ جس کا نام ''نیر صداقت'' تھا۔ یہ رسالہ انجمن احمدیہ گجرات کی طرف سے شائع ہوا۔ گو آپ پیدائشی احمدی تھے لیکن 1916ء میں یعنی 6 سال کی عمر میں سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی کے دستِ مبارک پر بیعت کی۔ فرمایا کرتے تھے کہ اس کے بعد بھی میں نے کئی دفعہ بیعت کی ہے۔ اور ہوسکتا ہے کہ اس سے پہلے بھی کی ہو۔ لیکن مجھے یاد نہیں۔ آپ کا ذرہ ذرہ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اور احمدیت کی محبت میں سرشار تھا۔ دل میں احمدیت اور حضرت اقدس ایدہ اللہ کے لیے بڑی غیرت تھی۔ جو لوگ فتنہ منافقین میں شامل ہوئے انہیں کبھی دیکھنا تک گوارا نہ کیا۔ فرماتے تھے جو میرے آقا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا نہیں وہ خادم کا بھی نہیں آپ ہر چیز برداشت کر سکتے تھے۔ لیکن یہ امر نا قابل برداشت تھا کہ کوئی شخص احمدیت یا حضرت صاحب ایدہ اللہ کی شان میں کوئی

گستاخانہ لفظ استعمال کرے۔احمدیت کے حق میں اور مخالفین احمدیت کے جواب میں متعدد نظمیں لکھیں درجنوں کتب تصنیف فرمائیں۔جن میں سے آپ کی کتاب ''مکمل تبلیغی احمدیہ پاکٹ بک'' بڑی معرکۃ الآرا تصنیف ہے۔

خدا تعالی نے تحریر وتقریر کا ایسا ملکہ عطا فرمایا تھا۔جس کے دوست ودشمن سب ہی معترف تھے۔اپنی ان تمام قابلیتوں کو احمدیت ہی کے لیے وقف کر رکھا تھا رمضان شریف میں قران مجید کا درس باقاعدگی سے دیا کرتے تھے۔گجرات کے کئی غیر احمدی معززین آپ کا درس سنا کرتے تھے۔بچپن ہی سے تبلیغ کا بہت شوق تھا خدا تعالیٰ کے فضل سے کبھی بھی کوئی ایسا موقع نہیں آیا جب کسی مناظرہ میں آپ کو شکست ہوئی ہو۔فخر سے فرماتے تھے کہ خدا تعالیٰ کے فضل وکرم سے مجھے کبھی بھی کسی مناظرہ میں شکست نہ ہوئی تھی اور میں ہمیشہ ہی سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت میں کامیاب وکامران ہی واپس لوٹا۔''

فرماتے تھے کہ ''اکثر مناظر مجھے دیکھ کر ہنس پڑتے تھے کہ اس کل کے بچے نے ہمارے ساتھ کیا مناظرہ کرنا ہے لیکن انہیں کیا علم کہ یہ بچہ اکیلا نہیں بلکہ اس کے ساتھ احمدیت کی صداقت تمام احمدی جماعت اور خصوصاً حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کی دعاؤں کی عظیم اور بے پناہ طاقت بھی ہے جن کا مقابلہ دنیا کی کوئی ہستی نہیں کرسکتی۔

آپ کا پہلا مناظرہ مشہور عیسائی مبلغ پادری عبدالحق سے گجرات میں ہوا جس میں انجام کار عیسائی مبلغ نے راہ فرار اختیار کی اس وقت ابھی آپ نویں جماعت میں پڑھتے تھے پھر آپ میٹرک میں یا ایف اے میں پڑھتے تھے کہ آپ کا مناظرہ مولوی ثنا اللہ صاحب سے وزیر آباد میں ہوا۔ابا جان رحمہ اللہ مرحوم فرماتے تھے کہ جب مولوی ثنا اللہ صاحب نے مجھے دیکھا تو کہنے لگے کہ اس بچے نے میرے ساتھ کیا مناظرہ کرنا ہے میں یہ سن کر خاموش ہوگیا۔جب مناظرہ

شروع ہوا تو پہلے تو مولوی صاحب ذرا ٹھٹکے پھر ذرا گھبرائے اور تھوڑی دیر کے بعد راہ فرار اختیار کر گئے۔اسی طرح آپ نے احمدیت کے چوٹی کے مخالفین کو بارہا میدان دلائل میں شکست فاش دی۔یہاں تک کہ مخالفین جب خادم کا نام سنتے تو فرار کا راستہ ڈھونڈنے کی کوشش کرتے۔ درثمین اردو،عربی اور کلام محمود کے اکثر اشعار زبانی یاد تھے حافظہ ایسا تھا کہ ہزاروں حوالے زبانی یاد تھے جب اور جہاں بھی کسی حوالے کی ضرورت پڑتی زبانی سنا دیتے۔

اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا کبھی کسی سے نہیں ڈرے تھے ہمیشہ حق بات ہر کسی کے سامنے بیان کر دیتے ایک دفعہ سیالکوٹ میں جلسہ ہو رہا تھا۔آپ نے بھی اس میں تقریر کرنی تھی جلسہ کے دوران احراریوں نے حسب عادت گڑبڑ مچا دی اور لگے اینٹ پتھر برسانے۔آپ پتھروں کی بارش میں بھی ڈٹے رہے اور اپنی جگہ سے نہیں ہلے کسی نے زور سے کہا خادم صاحب اس طرف آجایئے کہیں کوئی پتھر نہ لگ جائے۔آپ پیچھے دیکھ کر مسکرائے اور بڑے تحمل سے وہیں کھڑے کھڑے فرمایا خادم کی ایسی قسمت کہاں کہ اس کے بھی خون کے چند قطرے اسلام اور احمدیت کی راہ میں بہیں۔اور واقعی سینکڑوں دوست زخمی ہوئے لیکن آپ کا بال بیکا بھی نہ ہوا۔خاکسار خود اس واقعہ کا چشم دید گواہ ہے بعض دفعہ ساری ساری رات بیٹھے دینی مضامین لکھتے رہتے تھے ہم کہتے تھے ابا جان آپ اتنا کام نہ کیا کریں اس سے آپ کی صحت پر برا اثر پڑے گا اس پر آپ ایک ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ فرماتے اگر احمدیت اور حضرت صاحب کی تائید میں کام کرتے کرتے میری زندگی بھی ختم ہو جائے تو میں سمجھوں گا کہ میں نے سب کچھ پا لیا۔

1956ء کے فتنہ منافقین کے بعد اکثر خاکسار سے فرمایا کرتے تھے اگر دین اور دنیا میں کچھ بننا چاہتے ہو تو ہمیشہ احمدیت اور حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا دامن مضبوطی سے

پکڑے رکھنا اور یہ ایمان رکھنا کہ اسی میں تمہاری نجات ہے۔آپ اپنی اخری سانس تک احمدیہ کی ترقی اور سیدنا حضرت امیر المومنین المصلح الموعود خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صحت والی لمبی عمر کے لیے دعا مانگتے رہے۔ایام علالت میں فرماتے تھے میں اپنے لیے کیا دعا مانگوں میرے لیےتو ساری جماعت دعا مانگ رہی ہے میں تو جماعت کی ترقی اور حضور ایدہ اللہ کی صحت اور درازی عمر کے لیے دعا مانگتا ہوں۔فرماتے تھے میں اپنے لیے یہ دعا مانگتا ہوں اے اللہ ساری جماعت جس محبت سے میری صحت وسلامتی کے لیے دعا مانگ رہی ہے اور صدقات کررہی ہے یہ محبت ان کے دلوں میں تو نے ہی ڈالی ہے اس میں میری تو کوئی خوبی نہیں۔اب تو ہی ان کی دعاؤں کو بھی سن اور قبول فرما۔‘‘

1944ء میں جگر کی بیماری میں مبتلا ہوئے یہ بیماری اتنی شدید ہوگئی کہ ڈاکٹر صاحبان تقریباً مایوس ہوگئےلیکن خدا تعالیٰ کے رحم وکرم اور سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خاص شفقت توجہ اور دعاؤں کی وجہ سے آپ چھ ماہ کی طویل اور شدید بیماری کے بعد صحت یاب ہوگئے۔ 1949ء میں ایک دفعہ پھر گردے کی بیماری نے حملہ کیا۔لیکن اللہ تعالیٰ کےفضل سے آپ صحت یاب ہوگئے۔

1953ء کے فسادات کی تحقیقاتی عدالت میں بھی آپ نے جماعت کی نمائندگی کی اور جماعت کے کیس کو اس خوبی سے پیش کیا کہ دوست اور دشمن حیران رہ گئے۔

اگست 1957ء کے وسط میں مری تشریف لے گئے۔وہاں سیرت النبی ﷺ کے جلسہ میں تقریر کے بعد واپس آئے تو فرمانے لگےتم کو ایک نئی بات بتاؤں کہ آج تقریر کرتے کرتے میرا سانس پھول رہا تھا۔کچھ عرصہ کے بعد آپ کو نفخ کی شکایت ہوگئی۔ 24 ستمبر کو کھانسی شروع ہوگئی اور بلغم کے ساتھ خون آنے لگا۔ٹمپریچر بھی کافی ہوگیا۔ 26 ستمبر 1957ء

کو آپ کو لاہور لایا گیا اور البرٹ وکٹر ہسپتال (میو ہسپتال) میں داخل کیا گیا۔

ہسپتال میں آنے کے بعد آپ کی طبیعت آہستہ آہستہ سنبھلتی چلی گئی اور نومبر کے آخر میں آپ کی طبیعت بہت حد تک ٹھیک ہو گئی تھی۔ اور یہ خیال تھا کہ بس دسمبر تک گجرات واپس جائیں گے۔ چنانچہ آپ نے الفضل میں پتہ کی تبدیلی کا اعلان بھی کرا دیا۔ 19 دسمبر کو ڈاکٹر نے بھی کہہ دیا کہ اب آپ جا سکتے ہیں لیکن آپ خود ہی ہسپتال میں ٹھہرے رہے اور یہ پروگرام بنایا کہ 25 دسمبر کو ہسپتال ہی سے ربوہ جلسہ سالانہ میں شرکت کی غرض سے جائیں گے۔ دل میں جلسہ سالانہ پر حاضر ہونے کی اتنی تڑپ تھی کہ اگر کوئی یہ کہتا کہ آپ جلسہ سالانہ پر نہ جائیں وہاں احتیاط نہ ہو سکے گی اور گرد و غبار آپ کی صحت کے لیے نقصان دہ ہے۔ آپ یہ سن کر ناراض ہو جاتے اور فرماتے 1916ء کے بعد آج تک کوئی جلسہ بھی ایسا نہیں آیا جس میں حاضر نہ ہوا ہوں۔ اس لیے یہ کبھی نہیں ہو سکتا کہ صحت یاب ہو کر بھی میں جلسہ سالانہ پر نہ حاضر ہو سکوں۔"
چنانچہ آپ نے مخالفت کے باوجود تمام انتظامات مکمل کر لئے تھے۔

24 دسمبر 1957ء بعد دوپہر آپ کی دائیں ٹانگ میں سوجن پیدا ہو گئی۔ جو دیکھتے ہی دیکھتے تمام ٹانگ میں پھیل گئی اور ساتھ ہی نا قابل برداشت شدید درد شروع ہو گئی۔ ڈاکٹر صاحبان نے معائنہ کے بعد Thuromhosis) تھرہوسس تشخیص کیا اور ساتھ ہی یہ تسلی بھی دی کہ شکر ہے کہ یہی تھرامسس دل یا دماغ میں پیدا نہیں ہوا۔ یہ جلد ہی ٹھیک ہو جائے گا لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ابا جان کے دل میں خطرہ پیدا ہو گیا تھا کہ اب وقت آخر نزدیک ہے۔ چنانچہ اسی دن یعنی 24 دسمبر کو جب راقم الحروف عشاء کی نماز کے لیے باہر سے وضو کر کے کمرے میں داخل ہوا تو فرمانے لگے بیٹا دعائیں مانگو۔ پتہ نہیں کیا ہونے والا ہے۔ اس پر خاکسار نے تسلی دی اور عرض کیا ابا جان آپ تو خواہ مخواہ ہی گھبرا رہے ہیں۔ حضور ایدہ اللہ اور ساری جماعت آپ کو یہ دعاؤں میں مصروف ہے۔ اس پر آپ آب دیدہ ہو گئے اور فرمانے

لگے میرے جانی کبھی خدا تعالیٰ اپنے پیاروں کی مان لیتا ہے اور کبھی اپنی منواتا ہے اگر وہ ہر دفعہ دوسروں کی مان لے تو وہ خدا کیسا ہے۔ اس لیے کیا پتہ اس نے اپنی منوانی ہو۔ 28 دسمبر کو اڑھائی بجے بعد دوپہر خاکسار سے جلسہ سالانہ کے متعلق باتیں کر رہے تھے۔ اس وقت ہر سال تقریر فرما رہے ہوں گے۔ سارا ربوہ نعرہ ہائے تکبیر کی مقدس صداؤں سے گونج رہا ہوگا۔ خدا کا مقدس خلیفہ علم وعرفان کے موتی بکھیر رہا ہوگا اور ایک میں بدنصیب ہوں کہ یہاں اپاہجوں کی طرح چارپائی پر لیٹا ہوں۔ ساتھ ہی ساتھ آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ یہاں تک کہ ہچکی بندھ گئی۔ اتنے میں تین بج گئے اور عام ملاقات کا وقت شروع کیا اور گھر سے تمام لوگ ملنے کے لیے آ گئے۔ اور آپ ان سے باتوں میں مشغول ہو گئے تھوڑی دیر کے بعد فرمانے لگے۔ میرا سانس نجانے کیوں پھول رہا ہے لیکن اسے معمولی بات سمجھ کر نظر انداز کر دیا گیا۔ لیکن پانچ بجے تک تو حالت ہی کچھ اور ہو گئی سانس کافی پھول گیا۔ سر میں بھی درد کی شکایت تھی فوراً ڈاکٹر کو بلایا گیا۔ اس نے قبض کی وجہ بتائی چنانچہ اسی وقت انیما کیا گیا۔ رات دو بجے تک پانچ دفعہ حاجت ہوئی اور آخری دفعہ کچھ خون کی ملاوٹ بھی تھی۔ ایسے سے بھی کچھ فرق نہ پڑا۔ سانس بدستور پھولی رہی۔ رات آپ بہت کم سو سکے۔ 29 کا دن بھی اسی طرح گزر گیا اور کچھ افاقہ نہ ہوا۔ 30 کو حالت کافی بگڑ گئی۔ اصل میں اس تکلیف کی وجہ یہ تھی کہ ٹانگ کا تھرومبس Thrombes اپنی جگہ سے ہل کر اوپر دل کی طرف آ گیا تھا۔ جس سے سانس پھول رہا تھا۔ 30 کو بعد دوپہر ربوہ میں حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کو فون پر اطلاع دی گئی اور دعا کے لیے درخواست کی گئی۔ 30 اور 31 دسمبر کی درمیانی رات سخت تکلیف اور بے چینی میں گزری سانس تیز تیز چل رہا تھا۔ آکسیجن دی گئی لیکن اس سے بھی کوئی افاقہ نہ ہوا۔ 31 دسمبر کی صبح تو آپ بات بھی ٹھیک طرح نہیں کر سکتے تھے کیونکہ سانس حد سے زیادہ پھولی ہوئی تھی۔ اسی دن حضرت سیٹھ عبداللہ الہ دین صاحب آف سکندر

آباد عیادت کے لیے تشریف لائے انہیں آپ نے اپنے پاس کافی دیر تک ٹھہرائے رکھا۔آخر کافی دیر کے بعد مکرم سیٹھ صاحب نے ایک لمبی اور رکعت آمیز دعا کرائی اور ابا جان نے حضرت سیٹھ صاحب موصوف کو ہچکیاں لیتے ہوئے رخصت کیا۔

ایک بجے کے قریب طبیعت بہت ہی بگڑ گئی تو بہت کوشش کے بعد ڈاکٹر کرنل الٰہی بخش صاحب کو بلایا گیا۔انہوں نے معائنہ کیا فرمایا کہ پھیپھڑے کی جھلی میں پانی پیدا ہو گیا ہے۔ اس کو نکال دینے سے تکلیف دور ہو جائے گی اور اپنے ماتحتوں کو ہدایت دینے کے بعد خود چلے گئے۔جب ڈاکٹر صاحب پانی نکال رہے تھے تو آپ ان سے بار بار فرماتے۔''زبیر(ڈاکٹر کا نام ہے)خدا کے لیے پانی نہ نکالو میں کلیپس claps کر جاؤں گا میری سانس ٹھیک کر دو۔ مجھے سانس کا کوئی ٹیکہ لگاؤ۔لیکن ڈاکٹر صاحب پانی نکالتے ہی چلے گئے۔تھوڑی دیر کے بعد آپ نے پھر فرمایا''زبیر میری سانس نکل رہی ہے۔میں ٹھنڈا پڑ رہا ہو۔مجھے کوئی سانس کا ٹیکہ لگا دو آخر پانی نکلنا خود ہی بند ہو گیا۔'' (پانی جو نکالا گیا وہ اتنی تھوڑی مقدار میں تھا کہ اسے نہ ہونے کے برابر کہا جا سکتا ہے)اس کے بعد آپ کو گلوکوس دی گئی اور آکسیجن کی مقدار بڑھا دی گئی۔آپ بار بار خاکسار کی طرف دیکھتے،کبھی میرے چھوٹے بھائی عزیز عبدالماجد کی طرف،کبھی ہماری والدہ کی طرف اور کبھی اپنی والدہ یعنی ہماری دادی اماں کی طرف آخر ایک بج کر 30 منٹ پر احمدیت کے اس بہادر اور نڈر مجاہد نے ایک لمبا سانس لیا اور روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔اس طرح ہم سے ہمارے مشفق اور انتہائی محبت کرنے والے ابا جان ہمیشہ کے لیے جدا ہو گئے۔اناللہ وانا الیہ راجعون۔

ہم لوگ ہمیشہ ہمیش کے لیے ان کی دعاؤں اور پیار سے محروم ہو گئے آپ نے اپنے پیچھے دو لڑکے اور دو لڑکیاں اور ایک بیوہ اپنی نشانی چھوڑی ہیں آپ اتنے ہنس مکھ تھے کہ جس محفل

میں بھی بیٹھے ہوں وہ محفل کشت زعفران بن جاتی تھی۔ بزرگان جماعت اور احباب کرام دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ہم کو صحیح معنوں میں والد صاحب مرحوم کا جانشین بنائے اور ہمیں بھی اسلام اور احمدیت کی خدمت کا موقع دے اور ہم بھی صحیح معنوں میں سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے خادم کہلائیں اور وہ تمام نیک خواہشات جو ابا جان مرحوم کی ہمارے متعلق تھی وہ تمام خواہشات جلد سے جلد پوری ہوں۔ اے خدا! ہم سب کو بھی خادم بننے کی توفیق عطا فرما۔ آمین ثم آمین)

آخر میں میں ان تمام احباب کا دلی شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے ابا جان مرحوم مفہوم کی بیماری میں ان کی صحت اور درازی عمر کے لیے دعائیں کی اور جواب ان کے لیے درجات کی بلندی کے لیے دعائیں کر رہے ہیں خصوصاً میں محترم چوہدری اسد اللہ خان صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور،........... محترم جناب سید بہاول شاہ صاحب حلقہ رتن باغ لاہور، محترم جناب ڈاکٹر عبدالرحمن صاحب موگا، محترم جناب ڈاکٹر آغا طاہر زیدی صاحب، محترمہ جنابہ اہلیہ صاحبہ ڈاکٹر آغا طاہر زیدی صاحب اور مجلس خدام الاحمدیہ لاہور کا انتہائی طور پر شکر گزار ہوں۔ جنہوں نے مرحوم کے ایام علالت میں ان کی ہر طرح خدمت کی خدا تعالیٰ ان سب کو جزائے خیر اور اسلام اور اہمیت کی زیادہ سے زیادہ خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ اور ساتھ ہی تمام دوستوں سے پھر درخواست کرتا ہوں کہ وہ ہمارے لیے دعا فرمائے کہ خدا تعالیٰ ہم پر اپنے خاص فضل نازل فرمائے۔ ہمیں ابا جان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور دین و دنیا میں ہمارا حامی و ناصر ہو۔

(الفضل 3 مارچ 1958ء صفحہ 3-4)

پیارے ابا جان کے حالات زندگی و بیماری اور پاکیزہ نصیحتیں

ملک عبدالباسط صاحب پسر جناب خادم صاحب

میرے ابا جان جناب ملک عبدالرحمن صاحب خادم مرحومؓ 12 نومبر 1910ء بروز جمعہ بمقام گجرات (پنجاب) پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم مشن ہائی سکول گجرات میں حاصل کی۔ میٹرک میں آپ مشن سکول سے مقامی گورنمنٹ انٹرمیڈیٹ کالج میں چلے گئے۔ 1926'27 میں آپ نے امتیازی شان سے میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ اس دوران میں آپ دینی تعلیم بھی حاصل کرتے رہے۔ کئی مخالف علماء کے ساتھ کامیاب مناظرے کئے اور اہل پیغام کے جواب میں ایک رسالہ ''نیر صداقت'' کے نام سے لکھا جو انجمن احمدیہ گجرات کی طرف سے شائع ہوا۔ 1929ء میں آپ نے اسی کالج سے انٹرمیڈیٹ کا امتحان پاس کیا۔ اور گورنمنٹ کالج لاہور میں بی اے کا داخلہ لے لیا۔ آپ سناتے تھے کہ اس وقت سارے کالج میں صرف میں اکیلا مسلمان لڑکا تھا۔ جس نے داڑھی رکھی ہوئی تھی۔ اس وقت تک دینی میدان میں بھی آپ نے کافی شہرت حاصل کر لی تھی۔ اور آپ دور دور جا کر احمدیت کے مخالفین سے مناظرے کرتے تھے۔ اور بڑے فخر سے فرماتے تھے کہ خدا تعالیٰ کے فضل سے مجھے کبھی بھی شکست نہ ہوئی تھی۔ بلکہ ہمیشہ ہی سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی خدمت میں کامیاب و کامران ہی واپس آتا تھا۔ اور شاید یہی وجہ تھی کہ حضور ایدہ اللہ بنصرہ کئی مناظروں کے لئے مجھے منتخب فرماتے تھے۔ آپ فرماتے تھے کہ اکثر مخالف مناظر مجھے دیکھ کر ہنس پڑتے تھے۔ کہ اس کل کے بچے نے ہمارے ساتھ کیا مناظرہ کرنا ہے۔ لیکن انہیں یہ

نہیں معلوم تھا کہ بچہ اکیلا ہی نہیں ہے۔ بلکہ اس کے ساتھ احمدیت کی صداقت تمام احمدی جماعت اور خصوصاً حضرت امیر المومنین خلیفہ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی دعاؤں کی عظیم اور بے پناہ طاقت ہے۔''

1930ء میں آپ نے گورنمنٹ کالج لاہور سے بی اے کا امتحان پاس کیا۔ کیونکہ شروع ہی سے آپ نے آزاد طبیعت پائی تھی اس لئے آپ ملازمت کی پابندیوں سے گھبراتے تھے۔ چنانچہ آپ نے اپنے لئے وکالت جیسا آزاد اور معزز پیشہ اختیار کرنے کا فیصلہ کیا اور لاء کالج میں داخلہ لے لیا۔ 1933ء 1934ء میں آپ نے وکالت کا امتحان پاس کیا۔ اور واپس گجرات آ کر پریکٹس شروع کر دی۔ اور آخر تک بڑی کامیابی سے گجرات ہی میں پریکٹس کرتے رہے۔ آپ گجرات کے بہترین ایڈووکیٹوں میں سے مانے جاتے تھے۔

1944ء میں آپ بہت سخت بیمار ہوئے یہاں تک کہ ڈاکٹر صاحب بالکل مایوس ہو گئے۔ لیکن جماعت اور بالخصوص سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کی خاص توجہ اور دعاؤں پر اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا اور آپ چھ ماہ کی طویل بیماری کے بعد صحت یاب ہو گئے۔ 1949ء میں ایک دفعہ پھر گردے کی بیماری نے پرزور حملہ کیا۔ اور حالت بیحد تشویشناک ہو گئی۔ لیکن پھر اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپ صحت یاب ہو گئے۔ آپ اللہ تعالیٰ کے سوا کبھی کسی سے نہیں ڈرتے تھے۔ ہمیشہ حق بات ہر کسی کے سامنے بیان کر دیتے تھے۔

جب چیمہ صاحب کے مضمون کے جواب میں آپ مضمون لکھ رہے تھے تو بعض دفعہ ساری ساری رات بیٹھے لکھتے رہتے تھے۔ ہم کہتے تھے کہ آپ اتنا کام نہ کریں۔ اس سے آپ کی صحت پر برا اثر پڑے گا۔ اس پر آپ بڑے جوش سے فرماتے کہ اگر احمدیت اور حضرت صاحب کی تائید میں مضمون لکھتے لکھتے میری زندگی ختم ہو جائے تو میں سمجھوں گا کہ میں نے

سب کچھ پالیا۔شاید احمدیت اور حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ سے آپ کی اسی محبت کی وجہ تھی۔ کہ جلسہ سالانہ 1956ء کی تقریر میں حضرت اقدس ایدہ اللہ نے آپ کو ''خالد بن ولید'' کا لقب عطا فرمایا۔فتنہ منافقین کے بعد اکثر مجھ سے فرمایا کرتے تھے کہ بیٹا اگر دین اور دنیا میں سرخرو ہونا چاہتے ہوتو ہمیشہ احمدیت اور حضرت خلیفہ المسیح الثانی المصلح الموعود ایدہ اللہ کا دامن مضبوطی سے پکڑے رکھنا اور یہ یقین رکھنا کہ اسی میں تمہاری نجات ہے اور اگر تم نے ایسا نہ کیا تو دین اور دنیا دونوں میں ذلیل وخوار ہو گے۔''

اگست 1957ء کے وسط میں آپ مری تشریف لے گئے۔ قیام مری کے دوران میں سیرت النبی صلعم کا جلسہ آ گیا۔جس میں آپ نے بھی تقریر کی۔ واپسی پر خاکسار سے فرمانے لگے۔آج تمہیں ایک نئی بات بتاؤں! میں نے سمجھا کہ شاید آپ حسب عادت کوئی دلچسپ لطیفہ سنانے لگے ہیں۔آخر فرمانے لگے کہ میں نے ساری زندگی تقریریں کرتے کرتے ہی گذاردی بعض دفعہ پانچ پانچ اور سات سات گھنٹے بھی تقریر کی ہے،لیکن میرا سانس کبھی نہیں پھولا تھا۔لیکن آج آدھ گھنٹہ کی تقریر کے دوران میں ہی سانس پھولنے لگتا تھا۔'' اس واقعہ کو کسی نے کوئی خاص اہمیت نہ دی۔ بلکہ یہ سمجھا گیا کہ سطح سمندر سے بلندی پر آ جانے کی وجہ سے بلڈ پریشر بڑھ گیا ہے۔دو تین روز کے بعد آپ کو نفخ کی شکایت ہوگئی۔لیکن گرم پانی کی بوتل سے وقتی طور پر یہ تکلیف رفع ہوئی۔لیکن کچھ عرصہ کے بعد پھر شروع ہوگئی۔

یکم ستمبر 1957ء کو گجرات واپس تشریف لائے۔لیکن نفخ کی تکلیف بدستور جاری تھی۔ آپ دن بدن کمزور ہوتے جاتے۔ ہلکا ہلکا ٹمپریچر بھی رہنے لگا۔لیکن آپ اپنا روزانہ کا کام باقاعدہ کرتے رہتے۔حسب دستور روزانہ کچہری تشریف لے جاتے ستمبر کے وسط تک یہ تکلیف کافی بڑھ گئی اور ساتھ ہی ٹمپریچر بھی بڑھ گیا۔ 19 ستمبر 1957ء کو آپ بغرض ڈاکٹری

معائنہ لاہور تشریف لے گئے ۔ جہاں ڈاکٹر محمد اسلم پیرزادہ نے آپ کا معائنہ کیا۔ ایکس رے وغیرہ بھی کیا گیا۔ ڈاکٹر صاحب موصوف نے آپ کو نسخہ لکھ دیا۔ اور ہدایت کی کہ مکمل ایک ماہ بالکل آرام کریں اور کچہری کا کام قطعاً بند کر دیں۔

چنانچہ آپ 22 ستمبر کو گجرات واپس تشریف لائے اور نسخہ کا استعمال شروع کر دیا 24 ستمبر کی صبح کو کھانسی بھی شروع ہوگئی۔ اور کھانسی کے ساتھ بلغم میں خون بھی آنے لگا۔ چنانچہ اسی دن آپ نے مکرم و محترم جناب خان اللہ داد خانصا کو (جو رشتہ میں آپ کے ہم زلف بھی ہیں) لاہور بھیجا تا کہ وہ ڈاکٹر صاحب کو تمام حالات سے تفصیلاً آگاہ کریں اور مناسب ہدایات لے کر آئیں۔ ڈاکٹر صاحب نے تمام حالات سن کر فیصلہ کیا کہ آپ کو فوراً لاہور آ کر ہسپتال میں داخل ہو جانا چاہتے۔ تا کہ مکمل طور پر اور تسلی بخش طریقے پر علاج ہو سکے چنانچہ 26 ستمبر بروز جمعرات آپ کو لاہور لایا گیا۔ اور اسی دن میو ہسپتال کے ابرٹ وکٹر ہسپتال (A.V.H) میں داخل کرا دیا گیا۔ ڈاکٹر صاحبان نے معائنہ کے بعد فرمایا کہ آپ کو پلورسی ہے۔ یعنی آپ کے پھیپھڑے (دائیں) کی بیرونی جھلی میں پانی بھر گیا ہے۔

علاج شروع ہو گیا لیکن کچھ افاقہ ہوتا نظر نہ آیا۔ آخر یہ تجویز ہوئی کہ آپ کے پھیپھڑے سے سوئی کے ذریعے سے پانی نکالا جائے چنانچہ 13 اکتوبر کو پہلی دفعہ پانی نکالا گیا جو ½ سیر کے قریب تھا۔ لیکن کچھ دنوں کے بعد پانی پھر ہو گیا۔ اور تکلیف پھر بڑھ گئی۔ آخر 16 اکتوبر کو دوبارہ پانی نکالا گیا جس سے آپ کی طبیعت سنبھل گئی۔ اور اس کے بعد آپ کی صحت روز بروز بہتر ہوتی چلی گئی۔ اکتوبر کے پہلے عشرہ کے آخر میں حضور امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز لاہور تشریف لائے۔ تو حضور نے آپ کے لئے ہومیوپیتھی کی دوائیں تجویز فرمائیں ، بلکہ خاص شفقت توجہ اور محبت کی وجہ سے حضور نے وہ دوائیں خود ہی منگو دیں نومبر کے آخر میں

آپ کی صحت بالکل ٹھیک ہوگئی تھی۔

اور خیال تھا کہ وسط دسمبر تک گجرات واپس چلے گئے۔ چنانچہ آپ نے اخبار میں پتہ کی تبدیلی کا بھی اعلان کرادیا تھا۔ اور 19 دسمبر کو ڈاکٹر نے بھی کہہ دیا تھا۔ اب آپ جاسکتے ہیں۔ لیکن آپ خود ہی ہسپتال میں ٹھہرے رہے اور یہ پروگرام بنایا کہ 25 دسمبر کو ہسپتال سے ہی ربوہ جلسہ سالانہ میں شرکت کی غرض سے جائینگے۔ آپ کے دل میں جلسہ سالانہ پر حاضر ہونے کی از حد تڑپ تھی۔ ہم لوگ کہتے تھے۔ آپ جلسہ پر نہ جائیں۔ وہاں کا گردوغبار آپ کے لئے مضر ہے۔'' اور فرماتے تھے کہ 1916ء کے بعد آج تک دسمبر کا کوئی جلسہ بھی ایسا نہیں آیا۔ جس میں میں حاضر نہ ہوا ہوں۔ اس لئے یہ کبھی نہیں ہوسکتا کہ میں صحت یاب ہوکر بھی جلسہ سالانہ پر حاضر نہ ہوسکوں۔ چنانچہ آپ نے ربوہ کے لئے روانگی کے تمام انتظامات مکمل کر لئے تھے۔ لیکن 24 دسمبر کو آپ کی دائیں ٹانگ میں سوجن پیدا ہوگئی۔ جو دیکھتے ہی دیکھتے تمام ٹانگ میں پھیل گئی اور ٹانگ پھول کر کپا بن گئی۔ اس کے ساتھ شدید درد تھی جو نا قابل برداشت تھی۔ ڈاکٹر صاحبان نے معائنہ کے بعد تھرمبوسیس (انجماد خون) تشخیص کیا اور ساتھ ہی تسلی بھی دی کہ خدا تعالیٰ کا شکر اور احسان ہے کہ یہ دل و دماغ میں پیدا نہیں ہوا۔ اس لئے یہ جلد ہی ٹھیک ہو جائے گا۔ لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ ابا جان کے دل میں خطرہ پیدا ہو گیا تھا کہ اب وقت آخر نزدیک ہے۔ چنانچہ اسی دن یعنی 24 دسمبر کو جب یہ خاکسار عشاء کی نماز کے لئے وضو کر کے کمرے میں داخل ہوا تو مجھے مخاطب کر کے فرمانے لگے۔ بیٹا! دعائیں کرو پتہ نہیں کیا ہونے والا ہے۔ چنانچہ اس پر خاکسار نے تسلی دی اور عرض کی کہ۔ ابا جان! آپ تو خواہ مخواہ ہی گھبرا رہے ہیں۔ تمام جماعت آپ کے لئے دعائیں کر رہی ہے اور پھر حضرت صاحب بھی آپ کی صحت اور درازی عمر کے لئے دعائیں کر رہے ہیں۔ تو پھر آپ کیوں مایوس ہو رہے

ہیں۔اس پر آپ آبدیدہ ہوگئے اور مایوس کن لہجے میں فرمانے لگے۔ میرے جانی! کبھی خدا تعالیٰ اپنے پیاروں کی مان لیتا ہےاور کبھی اپنی منواتا ہے۔اگر وہ ہر دفعہ مان ہی لےتو خدا اسے کون کہے گا۔اور پھر کیا پتہ ہے میری دفعہ اس نے اپنی ہی منوانی ہو۔'' آہ! مجھ بدنصیب کو کیا پتہ تھا۔کہ آپ وہی بات کہہ رہے ہیں۔جو فی الواقعہ مستقبل قریب میں ہونے والی تھی۔

28 دسمبر کو 02:30 بجے بعد دوپہر خاکسار سے جلسہ سالانہ کے متعلق باتیں کررہے تھے۔ کہ اس وقت حضرت صاحب ایدہ اللہ تقریر فرمارہے ہوں گے سارا ربوہ نعرہ ہائے تکبیر کی مقدس صداؤں سے گونج رہا ہوگا۔ ہزاروں لوگوں کے ایمان تازہ ہورہے ہوں گے۔ اور ایک میں بدنصیب ہوں کہ یہاں۔ چارپائی پر اپاہجوں کی طرح لیٹا ہوں۔''اور ساتھ ہی ساتھ آنکھوں سے آنسوؤں کی بارش ہورہی تھی یہاں تک کہ ہچکی بندھ گئی۔تقریباً 4 بجے کے قریب فرمانے لگے۔میرا سانس نہ جانے کیوں پھول رہا ہے لیکن کسی نے اس پر کوئی خاص توجہ نہیں کی اور ادھر ادھر کی باتیں ہوتی ہیں لیکن پانچ بجے تک تو حالت ہی کچھ اور ہوگئی۔سانس کافی پھول گیا تھا۔سر میں درد کی شکایت تھی۔فوراً ڈاکٹر کو بلایا گیا۔علاج سے کچھ افاقہ ہوا لیکن اس رات آپ سو نہ سکے۔29 کا دن بھی اسی طرح گذر گیا 30 کو حالت کافی بگڑ گئی۔30 دسمبر کو بعد دوپہر خاکسار نے ربوہ حضر خلیفہ المسیح الثانی ؓ کو فون پر اطلاع دی اور دعا کے لئے درخواست کی۔ چنانچہ اس سے ابا جان کو کافی ہوگئی۔30 اور 31 دسمبر کی درمیانی رات آپ بالکل نہ سو سکے۔

31 دسمبر کی صبح تو اپنے ساتھ قیامت کا سا منظر لے کر آئی آپ ایک بات بھی ٹھیک طرح نہ کر سکتے تھے۔کیونکہ سانس حد سے زیادہ پھولی ہوئی تھی۔اسی دن جناب سیٹھ عبداللہ الہ دین صاحب سکندر آباد (بھارت) والے عیادت کے لئے تشریف لائے،انہیں آپ نے کافی دیر

تک اپنے پاس بٹھائے رکھا۔آخر کافی دیر کے بعد مکرم سیٹھ صاحب نے ایک لمبی اور رقت آمیزہ دعا کرائی اور ابا جان نے سیٹھ صاحب کو ہچکیاں لیتے ہوئے رخصت کیا۔ایک بجے کے قریب جبکہ طبیعت بہت بگڑ گئی۔ڈاکٹر صاحبان بہت کوشش کرتے رہے۔آپ بار بار حسرت بھری نظروں سے کبھی خاکسار کی طرف دیکھتے کبھی میرے چھوٹے بھائی عزیز عبدالماجد کی طرف کبھی ہماری والدہ کی طرف اور کبھی ہماری دادی اماں کی طرف۔آخر ایک بج کر 30 منٹ پر آپ نے ایک لمبا سانس لیا اور روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔اور اس طرح ہمارے پیارے شفیق اور مہربان ابا جان ہم سے ہمیشہ کے لئے جدا ہو گئے۔انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مکرم ملک عبدالرحمن صاحب خادم مرحوم کی آخری تقریر

مکرم چوہدری مشتاق احمد صاحب باجوہ۔ربوہ

مورخہ 3 اگست 57ء کو مسجد احمدیہ گلڈانہ مری میں بعد نماز جمعہ جلسہ سیرۃ النبی منعقد ہوا جس میں مکرم ملک عبدالرحمن صاحب خادم نے تقریر فرمائی۔ میں نے صدارت کے فرائض سرانجام دیئے۔ملک صاحب مرحومؓ نے کمال حکمت سے اپنی تقریر کے لئے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس احسان کا ذکر انتخاب فرمایا کہ کس طرح اللہ کریم نے آپ کے ذریعہ مرد وعورت دونوں کی عزت عصمت وعفت ونیک نامی کی حفاظت کا قانون جاری فرمایا۔آپ نے سورہ نور کی متعلقہ آیات تلاوت فرمائیں اور حضرت ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر بہتان اور ان کی بریت اور آئندہ کیلئے اس برائی کے سد باب کے لئے الٰہی قانون کا ذکر فرمایا۔اس قانون کی روشنی میں آپ نے مصلح موعودؓ کی خلافت پر بہتان تراشی کرنے والوں کا ذکر کیا۔اور بتایا کہ وہ کتنا بڑا ظلم کر رہے ہیں۔اس ضمن میں آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ

السلام کے ارشادات بھی پیش فرمائے۔

مکرم ملک صاحب مرحومؒ نے اس مبارک تقریب کے موقع پر نہ صرف اس دنیا کے محسن اعظم کو والہانہ انداز میں خراج عقیدت پیش کیا بلکہ ایسا موضوع چنا جو گذشتہ فتنہ مخرجین اور جماعتی تربیت کے لحاظ سے جماعت کیلئے مفید تھا۔ میں مکرم ملک صاحب مرحوم کے اس پرحکمت موضوع اور عالمانہ خطاب سے بہت متاثر ہوا۔ اور اپنی صدارتی تقریر میں انہیں داد دی اور اس طرح میں نے درحقیقت سامعین کی ترجمانی کی۔

مکرم ملک صاحب کی یہ تقریر اس امر کا بھی ثبوت تھی کہ انہیں صداقت اور احمدیت کے مقابلہ میں کسی اپنے عزیز سے عزیز رشتہ دار کی بھی پرواہ نہیں۔ وہ خلافت حقہ کے خلاف ظلم کو واشگاف کرنے کے لئے اپنے قریبی رشتہ داروں کی بھی بلا دریغ مذمت کر سکتے ہیں۔

جلسہ ختم ہوا۔ اس کے بعد مسجد کے صحن میں مختلف امور پر خادم صاحب مرحومؒ سے تبادلہ خیالات ہوتا رہا وقت کافی ہو گیا تھا۔ اس لئے عصر کی اذان ہوئی اور مکرم ملک صاحب مرحوم سے ہی عرض کیا گیا۔ کہ وہ امامت کروائیں۔

نماز سے فارغ ہونے کے بعد ہم دونوں چند اور دوستوں کے ہمراہ اکٹھے جنرل پوسٹ آفس کی طرف روانہ ہوئے۔ چڑھائی بہت زیادہ تھی۔ مگر ہم آہستہ آہستہ ہی قدم اٹھا رہے تھے۔ ملک صاحب نے بتایا کہ ان کے عزیزوں کے اعتراض کس قدر بے معنی ہیں اور حضور ایدہ اللہ کی ذات کس طرح ان الزامات سے پاک ہے۔ میں نے محسوس کیا کہ ملک صاحب مرحوم کا سانس بہت زیادہ پھول گیا ہے۔ میں نے پوچھا کیا بات ہے؟ فرمایا کہ مری کے صرف اس سفر کے دوران میں ہی میرا سانس پھولنا شروع ہوا۔ پہلے تو کبھی ایسی تکلیف نہ ہوئی تھی۔ میں نے کہا آپ کو لاہور جا کر معائنہ کروانا چاہیئے۔ فرمایا ہاں ضرور واپسی پر لاہور

جاؤں گا اور معائنہ کرواؤں گا۔

باتوں باتوں میں آخر یہ چڑھائی کا سفر ختم ہوا۔اور ہم جنرل پوسٹ آفس کے پاس پہنچ گئے۔میں نے اجازت طلب کی۔اور انہیں خدا حافظ کہہ کر اپنی جائے قیام (کوٹھی واقع کشمیر پوائنٹ) کی طرف روانہ ہوا لیکن کیا معلوم تھا کہ یہ ملاقات آخری ملاقات ہوگی اور کسے یہ خبر تھی کہ یہ 30 اگست کی خادم صاحب مرحوم کی تقریر ان کی آخری پبلک تقریر ہوگی۔

میرے لئے سیرۃ النبیؐ کی تقریب پر منعقد مجلس کی صدارت بے شک باعث سعادت تھی۔لیکن یہ کس کے گمان میں تھا کہ میں ان کی آخری تقریر کے موقع پر صدارت کر رہا ہوں۔خادم صاحب مرحوم کی تقریر ہمیشہ اپنے اندر بے پایاں دلکشی رکھتی تھی۔لیکن کس سامع کے تصور میں تھا کہ وہ اس شعلہ بیان مقرر کے یہ کلمات پھر کبھی سن نہ سکے گا۔میرے نزدیک ایک رنگ میں خادم صاحب مرحومؓ کا جماعت کو یہ آخری پبلک پیغام ہے اور ہمیں اسے اپنے ذہنوں سے کبھی محو نہ کرنا چاہیے۔

ملک عبدالرحمن صاحبؓ خادمؔ

جناب عبدالحمید خاں صاحب شوق۔لاہور

ملک صاحب موصوف نہایت ہی زندہ دل اور مرنجان مرنج انسان تھے۔آپ کی گفتگو میں بے شمار لطائف وظرائف بیان ہوا کرتے تھے۔بات کرتے تو منہ سے پھول جھڑتے تھے۔سامع پر آپ کی باتیں بہت گہرا اثر چھوڑتی تھیں۔تبلیغ دین کا بہت جوش رکھتے تھے۔جو شخص بھی ان سے ملتا اسے کسی نہ کسی رنگ میں تبلیغ کر دیتے۔بات ایسی معقول اور موقع ومحل کے لحاظ سے موزوں کرتے کہ مدمقابل حیران وساکت رہ جاتا۔اعتراض کا جواب فوراً دیتے

تھے۔مگر جو کچھ کہتے وہ مدلل اور برجستہ ہوتا۔اوراس جواب کوسن کرحریف مرعوب ہوجاتا تھا۔ ایک دفعہ جلسہ سے واپسی پر مجھے چک جھمرہ سٹیشن پرمل گئے۔پان کھارہے تھے۔میں نے کہا خادم صاحب! پہلے توآپ پان نہیں کھایا کرتے تھے۔اب توجب دیکھومنہ میں پان ہوتا ہے۔ہنس پڑے اور فرمانے لگے۔بھئی جب بیوی ہندوستانی ہو۔توپھر پان سے کیسے بچاجائے۔ایک دفعہ گجرات میں عہدہ امارت کے لئے ان کے والد بزرگوار چوہدری برکت علی خاں صاحب اور چوہدری احمد دین صاحب وکیل کے مابین جھگڑا ہوگیا۔چوہدری برکت علی صاحب بہت جوشیلے اور تیزطبع انسان تھے۔خود خادم صاحب بھی جوشیلی طبیعت کے مالک تھے۔مگرضرورت کے وقت جوش کودبانا بھی جانتے تھے۔چنانچہ میں نے انہیں اس موقعہ پر اپنے والدصاحب کونرم روی اورصلح جوئی کی تلقین کرتے دیکھاتھا۔

والدہ صاحبہ نے مجھے بتایا کہ جب عالم گڑھ ضلع گجرات میں میرے نانا حضرت مولوی غلام حسین صاحبؓ کے ذریعے جماعت کا قیام عمل میں آیااورآپ کی تبلیغ واشاعت دین سے احمدیت ترقی کرنے لگی تو وہاں کے غیراحمدی اصحاب نے احمدیوں کوایک مسجد میں نماز پڑھنے سے روک دیا اورخوب لڑائی کی اس پرمقدمہ چلا اس مقدمہ میں جناب خادم صاحب مرحوم نے بڑھ چڑھ کرحصہ لیا مفت وکالت کے فرائض سرانجام دیئے۔کہتے ہیں کہ جب وہ کمرۂ عدالت میں بولتے تھےتوفریق مخالف لاجواب اوردم بخود رہ جاتا تھا۔آخراللہ تعالی کےفضل اوررحم سے خادم صاحب کی کوشش اورہمت بارآورہوئی بعداحمدیوں کومسجدمل گئی۔

اللہ تعالی کےحضوردعا ہے کہ وہ اپنےفضل وکرم سے خادم صاحب مرحوم کواعلی علیین میں جگہ دےاوران کواہل وعیال کاخودمحافظ وکفیل ہوآمین۔

جو کچھ مجھے یاد ہے

محترم پروفیسر قاضی محمد اسلم صاحب۔ ایم اے کراچی

میں 29ء میں انگلستان سے دو سال مزید تحصیل علم کے بعد واپس لاہور لوٹا مجھے انگلستان جانے سے پہلے بھی اور وہاں کے قیام کے دوران میں بھی تبلیغ اور اشاعت کے کاموں سے دلچسپی تھی۔ جب میں واپس آیا تو میں سب سے گہرا اثر یہ لے کر آیا کہ سلسلہ کے پڑھے لکھے نوجوان ایسے ہوں گے جو انگریزی کالجوں کی تعلیم سے بھی بہرہ ور ہوں اور عربی اور اسلامی علوم سے بھی خوب واقف ہوں تا یہ مشرقی و مغربی علوم کا اجتماع جو ہمارے سلسلے کا امتیاز رہا ہے۔ قائم رہے اور آئندہ ترقی کرتا چلا جائے۔

واپسی پر حضور ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی خدمت میں حاضر ہوا۔ کچھ باتیں کرنے کا موقعہ بھی ملا۔ حضور ایدہ اللہ لاہور میں قیام فرماتے۔ اور ماڈل ٹاون میں مکرمی چوہدری سر محمد ظفر اللہ خان صاحب کی کوٹھی میں فروکش تھے۔ ایک مجلس میں دو تین طالب علم نمایاں نظر آئے۔ میں نے اس موضوع پر حضور کی خدمت میں کچھ گذارش کر رکھی تھی۔ اس مجلس میں اشارہ کافی تھا۔ میں نے کہا کاش! کالجوں میں پڑھنے والے نوجوان بھی سلسلہ کے علوم میں ایسے طاق ہوں۔ جیسے کوئی بڑے سے بڑا مبلغ میں نے اس خیال کو پھر پیش کر دیا۔ میرے فقرے میں کچھ بے اطمینانی تھی حضور ایدہ اللہ نے سنتے ہی مجلس میں ایک نوجوان کی طرف اشارہ کیا۔ اور کہا آپ انہیں نہیں جانتے؟ حضور کے اشارے میں میرے فقرے کا جیتا جاگتا جواب تھا۔ یہ نوجوان جو گفتگو کے لحاظ سے بڑا ذکی اور ذہین ایک عجیب خود اعتمادی اور اولوالعزمی لئے

ہوئے تھا۔ گورنمنٹ کالج کا سرخ بلیز ر پہنے ہوئے۔ چھوٹی چھوٹی ڈاڑھی۔ بڑی بڑی آنکھوں والا ہمارا عبدالرحمن خادم تھا۔ جسے قرب سے اور بار بار ملنے اورجس کی تقریراورتحریرکو سنتے دیکھنے کے مواقع مجھے بار بار ملنے والے تھے۔خادم صاحب کو دیکھتے ہی میرااپنا حوصلہ بڑھ گیا۔ پھرکیا تھا۔ لاہور میں کئی سال ان کی تقریروں اورتحریروں کے غلغلے ہوتے رہے اور ہر روز کوئی نیا محاذ کوئی نئی فتح انہیں دنوں کی بات ہے۔ موچی دروازے کے باہرایک مشہورمناظرکوخادم صاحب نے (اس طالب علمی کے عالم میں)للکارا اورایسا ساکت کیا کہ سلسلے کے مخالف بھی نہ صرف محسوس کر گئے بلکہ منہ سے مان گئے کہ ان کے مولوی صاحب سے کچھ نہیں بنا۔اس کے بعد میں نے خادم صاحب کو گنج میں مصری شاہ میں اورکئی دوسری جگہ بحیثیت مناظر دیکھا۔اوربحیثیت رونق مجلس اورلیکچرار تو بے شمار جگہ۔ان کی ایک نہایت ہی کامیاب تقریر سیرت کے موضوع پر گورنمنٹ کالج لاہور میں اس زمانے کی مسلم ایسوسی ایشن کے زیراہتمام ہوئی۔ جسے سن کر کالج کے مسلمان پروفیسر دنگ رہ گئے۔ وہ تقریرایسی سحرانگیزتھی کہ اس کے بعدایسی تقریروں کا سلسلہ بند ہوگیا۔

خادم صاحب کی قلمی مساعی لاہور کے احمدی نوجوان کی ایک انجمن کا ذکرآتا ہے۔جس کا نام احمدیہ فیلوشپ آف یوتھ تھا۔اس کے کرتادھرتا خادم صاحب ہی تھے۔انہی کا ایک حلقہ تھا جواس کے لئے چندہ دیتا یا جمع کرتا تھا۔جس سے اس کے پمفلٹس شائع ہوتے تھے۔ بالعموم کسی یوم التبلیغ پر یا کسی اوراہم تقریب پرایک پمفلٹ حضور ایدہ اللہ بنصرہ نے بھی رقم فرمایااوراسی فیلوشپ کوچھاپنے کے لئے دیا۔

احمدیہ فیلوشپ آف یوتھ کے پمفلٹوں کا فائل محفوظ کرنے کے قابل ہے۔امید ہے ہماری لائبریریاں اس کی طرف توجہ کریں گی۔

میں اس فلیوشپ کے کاموں کوقریب سے جانتا تھا۔ میرے مشورے اس میں شامل

ہوتے تھے۔ بلکہ اس زمانے میں لاہور کا امیر ہونے کی وجہ سے ان پمفلٹوں کی اشاعت میں میری عام ذمہ داری بھی شامل ہوتی تھی۔ احمد یہ فیلوشپ آف یوتھ میرا ہی تجویز کیا ہوا نام تھا۔ انگلستان کی ایک ایسی ایسوسی ایشن کا نام تھا جو مجھے پسند آ گیا۔ اس زمانے میں لاہور میں ہم نے ایک سٹڈی سرکل کی بنیاد رکھی۔ جس میں علمی مقالے پڑھے جاتے۔ سال بھر کا پروگرام طے کر لیا جاتا۔ ہر مقالے کے وقت مخصوص اور محدود حاضری ہوتی اور مقالے پڑھے جانے کے بعد سوال و جواب کا سلسلہ ہوتا۔ ہماری جماعت کے مشاہیرے نے مثلاً اخویم سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب نے **آدم فی القرآن** پر حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ نے بشارات بائیبل پر، مولانا جلال الدین صاحب شمس نے جہاد فی القرآن پر بیش قیمت مقالے خاص تیاری کے بعد پڑھے۔ جہاں تک مجھے یاد ہے یہ شائع بھی ہوئے غالباً یہ تینوں تو ضرور شائع شدہ ہیں۔ بیرون جماعت دوست بھی جو ہمارے ساتھ تعاون کرتے۔ اس سرکل میں شامل ہوتے اور مقالے بھی پڑھے۔ اور ایک خوشگوار اور مفید علمی و دینی تحقیق کا سلسلہ باہمی ادب اور تعاون کی شکل میں جاری رہتا۔

اس سٹڈی سرکل میں خادم صاحب نے نہایت عمدہ مقالہ پڑھا۔ ان کو جب دعوت دی گئی تو مجھے خیال ہوا خادم صاحب کی طبیعت کے لئے بحث کا میدان جس میں ترکی بہ ترکی جواب دینا ہوتا ہے شاید زیادہ موزوں ہو۔ سٹڈی سرکل کا ماحول ان کیلئے موزوں نہ ہو۔ کیونکہ اس میں نسبتاً ٹھنڈے طریق کی ضرورت تھی۔ اور کچھ رسمی قسم کے علمی طریق کی جس کی ایک شرط یہ ہوتی ہے کہ ایسی علمی باتیں بیان کی جائیں جنکا کسی جذباتی اور وقتی بحث سے زیادہ تعلق نہ ہو۔ خادم صاحب نے موضوع کیا چنا؟ حسان بن ثابتؓ کی شاعری۔ ہمارے دوست جانتے ہیں کہ حسان بن ثابتؓ کے ایک شعر نے ابتداء اسلام کے اس شاعر اور نبی اکرم ﷺ کے صحابی اور عاشق کو زندہ جاوید کر دیا ہے۔ اس شعر کی تقریب کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے

اور آپ کے متبعین نے اور علی الخصوص ہمارے موجودہ امام اور خلیفہ ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے خوب اجاگر کیا ہے۔ حسان بن ثابت نابینا تھے۔ نبی کریم ﷺ کی وفات پر انہوں نے اس شعر میں کہا:۔ تو میری آنکھ کی پتلی تھا۔ یعنی مجھے اندھے کی دنیا تیری وجہ سے روشن تھی اب تیرے مرنے کے بعد مجھے پرواہ نہیں کون جیتا اور کون مرتا ہے۔

خادم صاحب کے دل و دماغ میں سلسلہ کی تحریریں سلسلہ کا مخصوص علم۔ اور طرز کلام پوری طرح راسخ تھا۔ (ہاں اس طالب علمی کے زمانے میں) آپ نے ایک علمی موضوع کے لئے اسی خزانے کی طرف رجوع کیا۔ اشارہ وہاں سے مل گیا۔ اپنے مطالعے سے اسی اشارے کو پھیلا کر آپ نے پورا مضمون تیار کر لیا۔ حسان بن ثابتؓ کا مجموعہ کلام لائبریری سے لے کر چھان مارا۔ زندگی کے حالات سب قسم کے ماخذوں سے جمع کر کے مرتب کر لئے۔ اور سیرت نبویؐ اور زمانہ ابتداء اسلام کے اس فدائی رسول اور فدائی اسلام کی سیرت اور شاعری کو ایسے عمدہ طریق سے مربوط کیا کہ سننے والے عش عش کر اٹھے۔ مقالہ سٹڈی سرکل کا شاہکار ثابت ہوا۔ احمدیہ ہوسٹل ایمپرس روڈ میں اجلاس ہوا۔ اجلاس میں لاہور کے کئی پروفیسر موجود تھے ان میں عربی ادب اور اسلامی تاریخ کے استاد بھی تھے۔

بے لوث آنریری مبلغ

(جناب قریشی عبدالرشید صاحب وکیل المال تحریک جدید)

میں وقف میں آنے سے قبل کئی سال بھاٹی گیٹ لاہور کی جماعت میں سکرٹری تبلیغ رہا ہوں۔ جلسوں اور تبلیغی دعوتوں پر مبلغیں بلانے کی ضرورت رہتی تھی۔ محترم خادم صاحب مرحوم کو جب بھی ایک پوسٹ کارڈ پر جلسہ کی تاریخ کی اطلاع دی جاتی تھی۔ وہ ضرور پہنچ جاتے

تھے۔کرایہ وغیرہ خاموشی سے جوجیب میں ڈال دیا جاتا تھا۔قبول فرماتے تھے۔

غرض یہ کہ بے لوث۔آنریری مبلغ کے۔فرائض سرانجام دینے والی شخصیت تھی۔اللہ تعالیٰ مرحوم کوکروٹ کروٹ جنت نصیب کرے۔اوردرجات نوبلندفرماتارہے۔

خادم احمدیت کا مجاہد

از ثاقب صاحب زیروی

محترم ملک عبد الرحمٰن صاحب خادم (جو سلسلہ کے ایک معروف خادم دین تھے) کی وفات پر محترم ثاقب زیروی صاحب نے ایک مختصر سا مضمون تحریر فرمایا تھا۔محترم خادم صاحب کی یاد میں وہ مضمون ہدیۂ قارئین کیا جاتا ہے۔اور احباب کو دعوت دی جاتی ہے کہ محترم خادم صاحب کی زندگی کے حالات جن کا انہیں ذاتی طور پر علم ہو تحریر فرما کر ہمیں عنایت فرمائیں۔(مدیر)

زندگی کس قدر عارضی ہے،اس مشاہدہ کا کرب انگیز احساس سب سے پہلی دفعہ مجھے اپنے بڑے بھائی محمد اقبال کی وفات پر ہوا تھا پچیس سال گزر جانے کے باوجود جن کی وفات کا غم ایک کسک بن کر آج بھی اسی طرح دل وجگر کو برماتا ہے۔اوردوسری دفعہ اسی شدت کے ساتھ برادرم ملک عبدالرحمٰن خادم کے اس جہان سے گذر کر ہماری آنکھوں سے روپوش ہوجانے پر ہوا۔جن کے ارتحال کی خبریں پڑھنے۔تعزیت کی قراردادیں نظروں سے گذرنے حتیٰ کہ ربوہ پہنچ کراس کی آخری آرام گاہ کوان دیکھنے والی آنکھوں سے دیکھ آنے کے باوجود دل اس خبر کو صحیح تسلیم کرنے کے لئے تیار نظر نہیں آتا۔اور وہ نکھرا نکھرا سا چہرہ وہ ہنسی ہنسی سی لپکتی اُمڈتی آنکھیں۔وہ پاکیزہ اور لطیف مسکراہٹ ہر بار آنکھوں کے سامنے آکراسی کی وفات کی ہرخبر کو

جھٹلا جاتی ہے۔

مجھے کبھی نہ بھول سکے گی یہ حقیقت جب میں آخری دفعہ میو ہسپتال میں ان کی مزاج پُرسی کے لئے گیا تو وہ بڑی ہی مدہم لے میں گنگنا رہے تھے۔

بعد از خدا بعشق محمد مخمرم
گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم

میں نے دروازہ کی جالی کا پٹ اپنی طرف کھینچتے ہوئے دل ہی دل میں دعائیہ رنگ میں ساقیٔ خمخانہ کوثر سے التجاء کی کہ وہ اپنے مخمور کے اس ادعا کو برکتوں سے بھر دیں اور اس کی زندگی کی سفارش فرمائیں۔ میرے بیٹھنے کے چند لمحوں بعد گجرات سے ایک معزز فرد تشریف لے آئے۔ جنہیں چند منٹ بعد آپ نے اس تاکید کے ساتھ رخصت کیا کہ وہ جاتے ہی مرزا صاحب کے ہاتھ (غالباً گجرات بس والے مرزا صاحب مراد تھی) حضرت بانی سلسلہ کے فارسی کلام کا مجموعہ درِّ مکنون بھجوا دیں۔ پھر میری متوجہ ہوئے۔ پوچھا کوئی خواب دیکھا؟ میں نے بتایا کہ ایک خواب نما سی کیفیت میں آپ کی صحت کا اشارہ معلوم ہوتا تھا۔ لیکن پس منظر قدرے مکدر تھا۔ شائد ڈاکٹر صاحبان فی الحال آپ کو چلے جانے کی اجازت نہ دیں۔ کہنے لگے ”نہیں وہ مرض کی ابتدائی کیفیت دکھائی گئی ہے ڈاکٹر صاحب نے ”پچھلے ہفتہ ہی اجازت دے دی تھی۔“ لیکن شومیٔ تقدیر کہ چند ہی دن بعد ہی مکدّر پس منظر پھیل کر زندگی کے پیش منظر پر بھی مسلط ہو گیا۔ یہاں تک کہ سانس کی آمد و رفت اُسی کی گرفت میں آ گئی۔ زندگی کی نبض چھوٹ گئیں۔ اور میرے کانوں کو یہ ناقابل یقین خبر بھی سننا پڑی کہ۔

میرے خادم صاحب (نہیں میرے مخدوم۔ میرے بھائی) ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اس دارِ فانی کو خیر باد کہہ گئے۔

جسم فرطِ درد سے لرزلرز گیا۔ اور دل نے تڑپ تڑپ کر سینے کی دیواروں کو پھاند جانے کی کوشش کرنی شروع کردی اور گذشتہ بیس سال محبت ورفاقت کے تمام چھوٹے بڑے واقعات ایک عجیب کرب آفرین تسلسل کے ساتھ قلب و دماغ سے ٹکڑا ٹکڑا کر محض یادوں، قصوں، باتوں اور خوابوں کا روپ دھارنے لگے۔ سب سے پہلے یاد آئیں وہ گھڑیاں۔

جب وہ زیرہ (ضلع فیروز پور) میں سب سے پہلی دفعہ میرے ایک کارڈ لکھ دینے ہی پر جلسہ سالانہ (جماعت احمدیہ زیرہ) میں شمولیت کے لئے تشریف لائے تھے۔ پھر حضرت پیر اکبرعلی صاحب کی صدارت میں ایک اہل حدیث روپڑی مولوی سے ان کا مناظرہ بھی ہوا تھا۔ وہ کس طرح عقاب کی طرح ہر بات اور ہر دلیل کے موڑ پر جھپٹ جھپٹ پڑتے تھے اور کس طرح اس مجاہد کے ٹھوس اور وزنی دلائل سے عاجز آ کر ان کے مدّ مقابل کو میدان چھوڑتے ہی بنی تھی۔ اور زیرہ کے ایک ہندو ڈاکٹر نے حضرت پیر صاحب مرحوم سے بڑے ہی فخریہ انداز میں کہا تھا" ....جس قوم کے پلیڈر ایسے ہوں ان کے مربی کیسے ہوں گے۔" پھر مجھے یاد آیا فیروز پور میں حضرت میرزا ناصرعلی صاحب امیر جماعت ہائے احمدیہ ضلع فیروز پور کی کوٹھی سے ملحقہ میدان میں ان کا پادری عبدالحق صاحب سے وہ مناظرہ جس سے متاثر ہوکر ایک متعصب غیر احمدی نے بھری بزم میں یہ کہا تھا۔ ....اسلام (پر اعتراض) کا جواب دے کر خادم کا چہرہ یوں کھل اٹھتا ہے جیسے گلاب کا پھول............"

پھر یاد آئے اینٹی احمدیہ فسادات کی انکوائری کے وہ دن جب اس شیر کی دھاڑ سن کر مخالف سر نیوڑھائے بیٹھے تھے اور شاہباز احمدیت بات بات پر ان کے فرسودہ دلائل کے تانے بانے کو توڑ مروڑ کر پرے پھینک رہا تھا۔ ماحول دم بخود تھا۔ اور جج صاحبان اس کے علم کی وسعتوں پر حیران تھے۔ پھر یکا یک میری آنکھوں میں پھر کر رہ گئے وہ لمحے جب 56ء کے جلسہ سالانہ

پر تقریر فرماتے ہوئے حضرت فضل عمر نے سلسلہ کے دو مربیان کے ساتھ میرے خادم کا نام لے کر انہیں خالد کے معزز لقب وخطاب سے نوازا۔ میں نے فوراً جیب سے ایک چٹ نکالی۔ اس پر بے ساختہ یہ الفاظ لکھے۔''یا خالد الاحمدیہ بارك الله لكم''

اور چٹ ان کو بھجوا دی۔ انہوں نے چٹ لی۔ ایک منٹ تک پڑھی۔ پھر میری طرف دیکھا۔ نگاہوں میں تشکر و امتنان کے اشک تیر رہے تھے اور تقریر کے بعد حضور کے اسٹیج سے اترتے ہی مجھ سے لپٹ گئے اور کہا ثاقب! ''............ہم کتنے خوش قسمت ہیں ہمیں (فضل عمر) کا مبارک زمانہ نصیب ہوا............'' اور پھر دیر تک وہیں کھڑے کھڑے ہمارے دل وفور تشکر سے تصور ہی تصور میں آستانہ الوہیت پہ گرے رہے۔

لیکن اب یوں محسوس ہو رہا ہے۔ جیسے یہ سب کچھ خواب تھا۔ خواب ہے اور صرف خواب ہی کی حیثیت سے زندہ رہے گا۔

اب وہ دلائل و براہین کا مستحکم حصار کہیں نظر نہ آئے گا۔ وہ جس کی تقریر کے ہر موڑ پر فلک شگاف نعرے بلند ہوا کرتے تھے۔ وہ جو بظاہر مشکل سے مشکل اعتراض کو یوں ہنس کر حل کر دیا کرتا تھا۔ جیسے کاغذی بادام کو بھینچ کر اس کا مغز نکال دیا جاتا ہے۔

وہ دوستوں کا غمگسار، احمدیت پر پروانہ وار قربان و نثار، یار دلدار کہیں نظر نہ آسکے گا۔

اب صرف اس کی یاد ہوگی۔ یا ہمارے دلوں کی گہرائیوں سے اٹھنے والی ہوک۔ جو جب بھی قلب و جگر کو کچوکے دیا کرے گی ہونٹوں پر یہ التجاء دعا بن کر پھیل جایا کرے گی۔

''............اے میرے خدا۔ اے میرے حبیب تو اس خادم و خالد احمدیت کو قبول کر اسے جنت عطا کر اور اس کے عوض فضل عمر کو وہ مجاہد عطا کر جو اس مرنے والے کے مشن کو پورا کرنے کے لئے اٹھ کھڑے ہوں جو اس خلاء کو پورا کریں جو اس کی وفات سے پیدا ہوا ہے

اور جس کی وسعتوں کو دیکھ کر دل بعض اوقات بیٹھنے لگتا ہے۔

ہر نوجوان کے دل کو احمدیت کی وہی شیفتگی، وہی جرات و دلیری اور وابستگی عطا کر جو تو نے محض اپنے فضل سے اپنے اس نیک اور دلیر بندے ملک عبدالرحمٰن خادم کو عطا کی تھی۔ اے میرے پیارے خدا! تو ایسا ہی کر!! (الفضل 13 مارچ 1989ء صفحہ 3)

اسلام اور احمدیت کا حقیقی خادم

(محترم چوہدری محمد اسداللہ خان صاحب بار ایٹ لاء لاہور)

برادرم مکرم ملک عبدالرحمن صاحب خادم مرحوم و مغفور کے ساتھ مجھے دیرینہ تعلق تھا۔ ابھی وہ لاء کالج میں وکالت کی تعلیم حاصل کر رہے تھے۔ کہ میرا ان سے بے تکلف رابطہ ہو گیا تھا۔ میں نے ان کو نہایت باغیرت پکا اور سچا مومن احمدیؑ مسلمان پایا۔ ان کا دینی علم بہت گہرا اور وسیع تھا۔

کالج کے زمانہ میں انہوں نے ایک انجمن قائم کی تھی۔ جس کے ممبران کے تعداد دس تھی۔ اور اس مناسبت کے باوصف اس کا نام ''عشرہ مبشرہ'' رکھا گیا تھا۔ ملک صاحب مرحوم مضامین لکھتے تھے۔ جو ٹریکٹوں کی صورت میں شائع ہوتے رہتے تھے۔ اور تبلیغ کا اس قدر وسیع کام ہوتا تھا کہ اس انجمن کے ہر ممبر کے لئے دل سے دعا نکلتی تھی۔ مضامین صرف جوابی ہی نہیں ہوتے تھے بلکہ اپنے نظریات بھی پیش کئے جاتے تھے۔ اور خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے نتائج نہایت شاندار حاصل ہوتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس تبلیغی جدوجہد کے ذریعہ سے سلسلہ حقہ احمدیہ کو کئی نوجوان مخلص خادم بھی عطا فرمائے۔ جو آج بھی اس انجمن کے ممبران کے لئے

بطور صدقہ جاریہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ مالک اس نہایت ہی مفید کام کے صلے میں مکرم ملک صاحب مرحوم اور باقی تمام ممبران کو نہایت اعلیٰ درجہ کے انعامات سے نوازے آمین۔ کالج کے زمانہ کے بعد ملک صاحب مرحوم کو جس والہانہ انداز میں اسلام کی تبلیغ کے جذبہ سے سرشار دیکھا۔ بہت ہی کم نوجوانوں میں وہ جذبہ دیکھنے میں آیا ہے۔ تمام لوگ جانتے ہیں کہ وکالت کا کام بہت محنت اور توجہ چاہتا ہے۔ اور ملک صاحب مرحوم اپنے کام میں کامیاب تھے۔ اس لئے انہیں بہت کم فارغ وقت مل سکتا ہوگا۔ پھر بھی جب کبھی دین کی ضرورت کا انہیں علم ہوتا۔ وہ بغیر کسی عذر کے فوراً خدمت کے لئے تیار ہوجاتے۔ ان کی اس بےلوث دینی مستعدی کی وجہ سے ان کا تخلص خادم نہایت موزوں تھا۔

بعض لوگ وقت کی قربانی بھی پیش کردیتے تھے۔ مال کی قربانی بھی پیش کردیتے ہیں لیکن اپنے آرام کی قربانی میں سستی دکھا جاتے ہیں۔ ملک صاحب مرحوم کو میں نے دیکھا کہ وہ ہر قسم کی قربانی برطیب خاطر اور کماحقہ ادا کرتے تھے۔ ایک دفعہ ضلع گوجرانوالہ کے ایک دورافتادہ گاؤں میں مجلس مناظرہ منعقد ہوئی۔ جہاں مکرم ملک صاحب کو احمدیہ نقطہ نگاہ پیش کرنے کے لئے بلوایا گیا تھا۔ راقم الحروف کو بھی اس مجلس میں شمولیت کا موقعہ ملا۔ اختتام مناظرہ پر ریلوے سٹیشن نارنگ تک پہنچنے کا کوئی انتظام نہ ہوسکا۔ اس لئے ہم پیدل ہی آئے فاصلہ قریباً آٹھ میل ہوگا۔ میں نے دیکھا کہ باوجود دودن مناظرہ میں متعدد تقریریں کرنے کے مکرم ملک صاحب مرحوم نے یہ فاصلہ بغیر کسی تھکاوٹ کا اظہار کرنے کے طے کیا۔ حالانکہ ہمارے ساتھ کے کئی احباب تکان سے بیحال ہورہے تھے۔ دینی خدمات کے ضمن میں ملک صاحب مرحوم کے لئے کوئی رکاٹ روک پیدا نہ کرسکتی تھی۔

غیرت دینی اور پابندی نظام میں بھی مکرم ملک صاحب معزز حیثیت رکھتے تھے۔ اوران کو

دیکھ کر ہمیشہ دل سے ان کے لئے دعا نکلتی تھی۔ اللہ تعالیٰ جنت الفردوس میں انہیں نہایت اعلیٰ مقام عطا فرمائے اوران کے بچوں کوان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق افرعطا فرمائے۔آمین۔

ملک صاحب مرحوم عملی زندگی میں انقطاع الی اللہ کی نہایت پرمنفعت مثال تھے۔وہ دنیا میں رہتے تھے۔ پر دنیا سے بالکل بے پرواہ ہوکر۔ باوجود ایک نہایت ہی دنیا دارانہ پیشہ اختیار کرنے کے انہون نے دنیا کو کبھی اختیار نہ کیا تھا۔اوران کی دینی عملی زندگی دیکھ کر ہمیشہ رشک آیا کرتا تھا۔لیکن یہ خاصیت اللہ تعالیٰ کے خاص فضل سے ہی حاصل ہوسکتی ہے۔زور بازو سے نہیں۔

اپنا نقطہ نظر پیش کرنے میں مکرم ملک صاحب مرحوم نہایت نڈر تھے۔اوران کی زبان اور نطق میں اللہ تعالیٰ نے بے انداز برکت رکھی تھی۔ فسادات پنجاب 1953ء کے تحقیقاتی کمشن کے روبرو دینی حصہ کو پیش کرنے میں جس بے لوث اور جرات مندانہ انداز میں آپ نے جماعت احمدیہ کی وکالت کی وہ فاضل جج صاحبان سے بھی اخراج عقیدت حاصل کرگئی۔ جس کا انہوں نے اپنی رپورٹ میں نہایت زوردار الفاظ میں ذکر کیا ہے۔جتنی دیر ملک صاحب تقریر کرتے رہے۔تمام سامعین گویا مسحور ہی رہے۔ جماعت احمدیہ کو ماضی قریب میں بہت سے مخلص اور پرجوش خدام سے جدا ہونا پڑا ہے وہ لوگ تو اپنا عہد اللہ تعالیٰ سے باندھ کر اسے کماحقہ نباہ کر اس کے پاس چلے گئے۔لیکن جو ابھی تک اس سجن المومنین میں موجود ہیں ان پر ایک نہایت ہی عظیم ذمہ داری کا بوجھ آپڑا ہے۔ہمیں ضرورت ہے کہ ہر آن ہم میں صادق اور عرفانی اور خادم پیدا ہوتے رہیں۔تاکہ خدا کے کام میں روک پیدا نہ ہو بلکہ اس کا کام پہلے سے بھی بڑھ کر وسیع اور کامیاب ہو۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم کو توفیق عطا فرمائے کہ ہم اس ذمہ داری کو کماحقہ سنبھالنے اور

نبھانے میں اس کی رضا حاصل کر سکیں۔ اور جب ہم اپنے خالق کے روبرو پیش ہوں تو وہ ہم سے راضی ہو اور ہم سے راضی ہوں۔ آمین۔ (الفضل 5 مارچ 1958ء صفحہ 3)

میدان دلائل کا فاتح مجاہد

جناب محمد رمضان صاحب پوسٹل پنشنر گجرات

میں نے محترم مکرم ملک عبدالرحمن صاحب خادمؔ کا بچپن دیکھا ہے۔ البتہ پورا تعارف طالب علمی کے زمانہ میں ہوا۔ جبکہ آپ اسلام کے ایک سرگرم مبلغ اور نڈر سپاہی تھے۔ اور اس لحاظ سے سلسلہ کے عاشقوں کی پہلی صف میں پہنچ چکے تھے۔ محترم ملک خادم صاحب کے والد بزرگوار محترم حضرت ملک برکت علی صاحب مرحوم کو اپنے ہونہار مجاہد بیٹے پر جس قدر بھی ناز ہوتا کم تھا۔ لیکن گجرات شہر کے تمام احمدی احباب کو بھی اس بات پر کچھ کم فخر نہیں تھا۔ کہ ملک خادم صاحب زمانہ طالب علمی میں ہی تبلیغ احمدیت کا اس قدر بلند شوق اور ولولہ رکھتے ہوئے کامیاب اور نڈر سپاہی ہیں۔

آپ اپنے زمانہ طالب علمی میں ہی ایک کامیاب مناظر تھے۔ جلسہ سالانہ پر جب سے آپ کی تقریر شروع ہوئی جلسہ سالانہ ایسا نہیں گذرا کہ آپ مقررین میں شامل نہ ہوئے ہوں۔ گویا محض خدا تعالیٰ کے فضل سے آپ اول درجہ کے مقررین میں اپنا مقام رکھتے تھے۔ جلسہ سالانہ پر آپکی تقریر کا بڑے شوق سے احباب جماعت انتظار کرتے۔ آپ کے بلند پایہ مقرر ہونے کا پتہ اس سے چلتا ہے کہ آپ کی تقریر کے دوران نعرہ ہائے تکبیر سے جلسہ گاہ بار بار گونج اٹھتی تھی۔ آپ ہمیشہ اپنے مدعا کو ثابت کرنے کے لئے ایسے دلائل محکم پیش فرماتے۔ اور ایسے طرز اور لہجہ میں پیش فرماتے کہ کسی دیانتدار سامع کو ان دلائل کی صداقت

سے انکار نہیں ہوسکتا تھا۔اسی طرح عام دوستانہ محفل میں دینی دنیوی سیاسی۔قانونی یا گھریلو معاملات کی بات ہوتی۔آپ اپنی خداداد ذہانت اورخلوص سے دوسروں کوحق بات کا قائل کرانے کا بہترین ملکہ رکھتے تھے۔مختصر یہ کہ وہ دلائل کے میدان میں ایک فاتح مجاہد تھے۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ سلسلہ اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے لئے بے حد غیرت رکھتے تھے۔

آپ خدا تعالیٰ کے فضل سے کامیاب وکیل عالم دین۔اور سیاستدان تھے۔گجرات شہر کے شرفا آپ کودل سے چاہتے۔اورآپ سے مشورہ حاصل کرتے تھے۔آپ کی وفات کے بعد خاکسار کوکئی دوستوں نے کہا ہے کہ ہمیں وکیل تو بہت مل سکتے ہیں۔لیکن محترم ملک خادم صاحب کی طرح یا ان جیسا دیانتداری کے ساتھ مخلصانہ صحیح مشورہ دینے والا ہمدردنہیں مل سکتا۔میں جب کبھی کسی بڑے افسر یا اورکسی معزز شخص کے پاس جناب ملک صاحب کا سلام وپیام لے کر جاتا۔پوچھا جاتا کون ہے؟تو مجھے جواب دیتے ہوئے بہت ہی لطف آتا کہ جناب میں ملک خادم صاحب کا خادم ہوں۔مجھے اکثر جگہ یہ جملہ ادا کرنا پڑتا۔اوراس میں بڑی لذت محسوس ہوتی۔

اب دل میں یہ تڑپ ہے کہ محترم ملک صاحب مرحوم کے فرزند ملک عبدالباسط صاحب اور ملک عبدالماجد صاحب کو خدا تعالیٰ آپ کے نقش قدم پر چلائے اور وہ اپنے پیارے اباجان کے علوم کے وارث ہوں۔اورآپ کی خالی نشست کو پر کرنے والے ہوں۔آمین۔

ایک گہرے دوست اور کلاس فیلو کے تاثرات

بشیر احمد صاحب چغتائی بی ایس سی واہ کینٹ

میں 25ء میں گجرات انٹر میڈیٹ کالج میں دسویں میں جا کر داخل ہوا۔ تو محترم بھائی ملک عبدالرحمن صاحب خادم مرحوم ومغفور سے تعارف حاصل ہوا۔ عربی اور اردو ہمارے مشترک مضامین تھے۔ چند دن ان کے گھر پر میٹرک کے امتحان کی تیاری کے سلسلہ میں عربی اکٹھی بھی پڑھتے رہے دوستانہ تعلقات بڑھے تو پھر رفتہ رفتہ گہرے برادرانہ تعلقات ہو گئے۔ اس زمانہ میں بھی ان کا بہترین اور محبوب شغلہ تبلیغ ہی تھا۔ لوگ احمدیت پر اعتراض کرتے اور وہ ان کا رد کیا کرتے۔ بازار میں ہی بعض اوقات گفتگو شروع ہو جاتی تو گھنٹوں جاری رہتی لوگ اکٹھے ہو جایا کرتے اور احمدیت کی صداقت کے دلائل ایک طالب علم کی زبانی سنا کرتے۔

اس زمانہ میں بھی کسی کے علم سے مرعوب نہ ہوتے اور کامل وثوق کے ساتھ مدلل طور پر اپنی بات کو پیش کرتے۔

عام طور پر جب حضرت مسیح موعودؑ کی کسی تحریر پر کوئی شخص اعتراض کرتا تو خادم صاحب ہمیشہ فرمایا کرتے تھے کہ آگے پڑھو۔ معترض رکتا اور وہ اصرار کرتے کہ آگے پڑھو کیونکہ سیاق وسباق خود ہی اعتراض کو حل کر دیتے۔

لاہور کالج کے زمانہ میں جب امیر صاحب جماعت احمدیہ لاہور کی اجازت سے احمدیہ فیلو شپ آف یوتھ بنائی تو ٹریکٹوں کے شائع کرنے میں اس قدر انہماک تھا کہ بعض اوقات آدھی آدھی رات تک پریس والوں اور کاتبوں وغیرہ کی طرف چکر لگاتے رہتے اور پھر سارے لاہور شہر میں اس طرح تقسیم کراتے کہ شہر میں ایک شور پڑ جاتا۔

کھیلوں میں سے کرکٹ اور والی بال کا شوق تھا اور کیرم بورڈ بھی خوب کھیل لیتے تھے۔ بعض دوستوں کو جن سے گہرے تعلقات ہوتے بہت خطوط لکھتے بلکہ بعض اوقات ایک ایک دن میں دو دو تین تین خط لکھ دیتے۔

سکول اور کالج debates میں ہمیشہ حصہ لیتے اور بحث میں شگفتگی پیدا کر دیتے۔ بچپن ہی سے پان کھاتے تھے۔ شربت یا سوڈا واٹر بے حد برف ڈال کر خوب ٹھنڈا کر کے پیتے۔ احمدیہ ہوسٹل کے زمانہ سے اور پھر اس کے یعنی سکول کے وقت سے ہی نظم لکھتے تھے۔ واقعات کو دلچسپ پیرائے میں منظوم کر لیتے۔ اگر کسی لڑکے سے پرخاش ہو جاتی تو پھر اس کی ہجو بھی لکھتے۔ اور ہم جماعت لڑکوں کو اکٹھا کر کے فرصت کے وقت میں سناتے اور خاصہ شغل ہو جاتا۔ ایک زمانہ میں کچالو کھانے کا بہت شوق ہو گیا تھا۔ بعض اور دوست کچالو کھانے کے شوقین تھے۔ ان کے ساتھ مل کر بہت کچالو کھا جایا کرتے۔ مٹھائی میں برفی بہت پسند تھی۔ مچھلی بھی بڑے شوق سے کھاتے تھے۔ احمدیہ ہوسٹل کے زمانہ میں موری دروازہ لاہور کے باہر باغ میں مختلف قسم کے مذہبی خیالات کے لوگ شام کے وقت اکٹھے ہو جایا کرتے۔ اس میں دہریہ بھی ہوتے آریہ اور سناتن دھرمی بھی خادم صاحب اکثر اس مجلس میں شامل ہوتے اور خوب بحث مباحثہ رہا کرتا۔ اور بعض اوقات اچھا خاصا مجمع ہو جایا کرتا۔

مجھے ایک مثال بھی یاد نہیں کہ خادم صاحب سے کسی نے احمدیت پر کسی اعتراض کا جواب پوچھا ہو۔ اور انہوں نے کہا ہو کہ مجھے ابھی فرصت نہیں یا موقع نہیں یا پھر کسی وقت آیئے۔ طبیعت میں شگفتگی تھی اور بعض محاورات کو مزاحیہ رنگ دے کر اسے بار بار دہراتے تو ایک مذاق بن جاتا اور پھر دوسرے بھی اس کی نقل کرتے لگتے۔ مثلاً یہ کہنا کہ میں طبیعت صاف کر دوں گا۔ اس کی بجائے کہتے کہ میں طبیعت کپڑ چھان کر دوں گا وغیرہ۔ نظم خود کہہ لیتے

تھے۔مگر میں نے کبھی ان کو اپنی نظموں کا ریکارڈ رکھتے ہوئے نہیں دیکھا۔البتہ اکثر اپنی دینی نظمیں الفضل وغیرہ میں شائع کروادیا کرتے۔اکثر حوالے انہیں ازبریاد ہوتے اور جب دوران تقریر میں وہ حضرت مسیح موعودؑ کی وہ تحدیانہ تحریریں جو حضور نے مخالفین کو چیلنج کر کے لکھیں ہیں زبانی جوش کے ساتھ فرفر سناتے تو ایک خاص کیفیت پیدا ہو جاتی۔الزامی جواب ان کی طرف سے خاص طور پر زور آور ہوا کرتا تھا۔اور معترض بعض اوقات سٹ پٹا اٹھتا تھا۔

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی دعا اور توجہ پر کامل یقین تھا۔اور اطاعت امام کے نہایت اعلیٰ مقام پر تھے۔حضور سے بے حد محبت اور عقیدت تھی۔ایک مرتبہ عزیز عبدالباسط صاحب کو بہت تیز بخار تھا۔ادھر حضور نے خادم صاحب کو طلب فرمایا ہوا تھا۔بچہ کو اسی حالت میں چھوڑ کر چل پڑے۔اس کی شدید بیماری کے متعلق تشویش اتنی تھی کہ جب گجرات اسٹیشن پر آکر معلوم ہوا کہ گاڑی لیٹ ہے اور ابھی کچھ وقت باقی ہے۔تو اسٹیشن سے پھر گھبرائے ہوئے گھر بچہ کو دیکھنے آئے۔لیکن بچہ کو اسی حالت میں چھوڑ کر چل پڑے۔حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر عزیز کی بیماری کا ذکر کیا اور کہتے تھے کہ حضور نے جس توجہ سے سنا۔مجھے اسی وقت یقین ہو گیا کہ حضور کی دعا سے بچہ کی بیماری جاتی رہے گی۔چنانچہ بعد میں جب گھر واپس پہنچے تو معلوم ہوا کہ بچہ کا بخار اسی وقت ہی اتر گیا تھا۔

محترم خادم صاحب کی چند خوبیاں

قریشی محمد نذیر صاحب مربی سلسلہ احمدیہ

میں 1932ء سے باقاعدہ مبلغ مقرر ہو کر نظارت کے ماتحت کام پر مقرر ہوا۔

مکرم خادم صاحب مرحوم سے میری واقفیت اس سے چند سال قبل ہو چکی تھی۔اس زمانہ

میں وہ عموماً مکرم مولانا ابوالعطاء صاحب سے ملا کرتے۔ پہلی مرتبہ 32ء اکتوبر نومبر میں ضلع سرگودھا کے متعدد مقامات پر اکٹھے کام کرنے کا موقعہ ملا۔ متعدد مقامات پر مناظر میں ہوئے۔ ان میں سلانوالی کا مناظرہ ایک خاص شان رکھتا تھا۔ اس بھی مکرم خادم صاحب ہماری طرف سے مناظر اور مولوی محمد حسین صاحب کولوتاڑی دوسرے فریق کی طرف سے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں نمایاں کامیابی عطا فرمائی۔

مکرم خادم صاحب مخالف کے سامنے نہایت دلیرنہ انداز میں کلام پیش کرتے۔ اور اس سے پہلے پوری محنت سے اس کا مطالعہ فرماتے۔ ان کی محنت کا یہ پھل تھا۔ کہ وہ ایک انگریزی دان ہونے کے باوجود جید عالم تھے۔ اور کسی بڑے سے بڑے عالم کے سامنے آنے سے نہ صرف یہ کہ گھبراتے نہ تھے۔ بلکہ اسے اپنا شکار سمجھتے۔ میں سمجھتا ہوں کہ مناظرہ کی قابلیت ایک خداداد چیز ہے۔ جس میں مکرم ملک صاحب کو حاضر جوابی شست کلامی اور پر رعب انداز عطا کیا گیا تھا۔ اور ان کی گفتگو ان کا مسکرا کر بات کرنا ایسا بھلا معلوم ہوتا تھا۔ کہ مخالف بھی اس کی داد دیتا۔ مکرم ملک صاحب دوستی پال انسان تھے سب دوستوں کے ساتھ ان کے مراسم تھے۔ مجھے جب بھی ملتے معانقہ کر کے ملتے۔ اور کچھ دیر سابقہ صحبتوں کا ذکر فرماتے۔

ان الفاظ کو لکھتے وقت وہ مواقع آنکھوں کے سامنے ہیں۔ اور ان کی یاد میں میری آنکھیں پرنم ہیں۔ ان کے صاحبزادے نے گذشتہ دنوں الفضل میں ایک مضمون اپنے والد محترم کے حالات پر لکھا ہے۔ جسے دیکھ کر میں خوش بھی ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی اولاد میں بصیرت اخلاص اور انداز بیان رکھا ہے۔ مگر ساتھ یہ خیال بھی آیا کہ بچہ اس بلند پایہ باپ کی خوبیوں اور کمالات کا اندازہ لگانے سے بہت قاصر ہے۔ مکرم ملک صاحب میں موقعہ کی نزاکت کو سمجھنے اور پبلک اور حکومت کے ساتھ معاملہ کرنے کا خاص ملکہ تھا۔ وہ گفتگو میں پبلک کے ایک حصہ

پر چھا جاتے اور مخالف الرائے احباب بھی ان کی خداداد قابلیت کے باعث داد دیئے بغیر نہ رہ سکتے۔مکرم ملک صاحب کا خاص وصف حاضر جوابی تھا۔جس میں جواب الجواب کے ساتھ ظرافت طبع بھی شامل ہوئی تھی۔

خادم صاحب مرحوم کی زندگی کے بعض پہلو

(جناب راجہ علی محمد صاحب، امیر جماعت احمدیہ گجرات)

محترم جناب راجہ علی محمد صاحب امیر جماعت احمدیہ گجرات نے محترم جناب ملک عبد الرحمٰن صاحب خادم مرحوم کے حالات زندگی اور سلسلہ عالیہ احمدیہ کے لئے آپ کی خدمات آپ کی بلند پایۂ علمی حیثیت اور سیرت و کردار پر ایک نہایت تفصیلی مقالہ سپرد قلم فرمایا ہے، اس کا ایک حصہ افادۂ احباب کی غرض سے ذیل میں شکریہ کے ساتھ شائع کیا جاتا ہے (ادارہ)

میرے پیارے مرحوم ملک عبدالرحمن خادم احمدیت کے ایک بہادر فرزند اور قابل فخر نڈر مجاہد تھے ان کی زندگی کے ہر باب کا ہر ورق خواہ وہ عہد طفولیت کا ہے۔ یا زمانہ طالب علمی یا معاشرتی جدوجہد کا۔ ایثار و قربانی کا مرقع ہے۔

ان کی طفولیت فضول لہو ولعب بے مقصد کھیل کود ناہموار طفلگی اور ضروری محنت اور مشقت سے جی چرانے کے عیوب سے پاک تھی۔ابھی وہ اس عہد غیر معتدل سے پورے طور پر نکلنے بھی نہ پائے تھے۔کہ ان کو اہم دینی کتابوں اور اپنے سلسلہ احمدیہ کے روح پرور پاکیزہ مزکی لٹریچر کے مطالعہ کا ہمہ تن مصروف اور خود فراموش شائق پایا گیا۔جس کی بدولت اللہ تعالیٰ کے فضل و احسان سے عالم جوانی میں انہوں نے اپنے نفس کو تہذیب کامل سے آراستہ کرلیا۔گویا کہ عنفوان شباب سے ہی ذاتی ذمہ داری کا احساس اخلاقی قدروں کا احترام و اکرام۔ان کا

شعار اور طرۂ امتیاز تھا۔ گو عمر میں تو اس وقت وہ چھوٹے تھے مگر علم و عقل و دانش اور اخلاقی میزانوں اور ذمہ داریوں کے جائزہ اور محاسبہ میں ان کا نفس اکثر سال خوردہ لوگوں سے بہت اونچے مقام پر پونچ گیا تھا۔ یہ حقیقت ہے۔ کہ نہ کسی نے ان کی طفلگی دیکھی۔ اور نہ کبھی کسی نے اطوار کے لحاظ سے ان کو طفل پایا۔ شروع سے ہی ہمیشہ ایک مرد عاقل و عاقبت اندیش کی مانند علمی مجالس اور مذاکرات اور پاک و بے عیب مصالحانہ صحبتوں میں رہ کر تحصیل علم کا شوق اور اخلاقی مذہبی مسائل پر از خود غور و فکر کرنا ان کا مسلک زندگی رہا۔

وہ گلستان احمدیت میں وہ عندلیب خوشنوا تھے۔ جس کے چہچہانے کی یاد اور جس کی نغمہ سرائیوں (سالانہ جلسہ کی تقریروں) کا محفوظ ریکارڈ ہمارے لئے ایک مضراب الم سے کم نہیں۔ اس سے ہماری ہر رگ ناتواں اب بیتابانہ پھڑک اٹھتی ہے۔ اور ان کی دید و گفتار کی حسرتیں اور ارمان ایک سوہان روح ہیں کہ جس سے ان کے محبوں اور قدر دانوں کا ایک کثیر گروہ بے چین رہتا ہے ان کی زندگی صادق القول احمدی ''دین کو دنیا پر مقدم کرونگا'' کی مثالی زندگی تھی۔ اور یہ قول ہی ہے جو در اصل احمدیت کی جان ہے۔ اور اس کے قائم کی غرض و غایت۔

ہر احمدی جو بلا واسطہ یا بالواسطہ ان کو جانتا ہے ان کی مفارقت کے غم میں ان کے لئے بدرگاہِ عالی دعا گو ہے۔ کہ ان کو اللہ تعالیٰ اپنے جوارِ رحمت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائیں۔ در اصل اس کے غم کا حقیقی مداوا ہی اب یہ دعا ہے۔

سال 1927ء میں میری پہلی بیوی کے مرنے کے بعد میری دوسری شادی بزرگوارم حضرت ملک برکت علی رضی اللہ عنہ کی بڑی لڑکی جو ملک عبدالرحمن صاحب خادم کی حقیقی بڑی ہمشیرہ ہیں کے ساتھ ہوئی تب سے عزیز موصوف کے دم واپسین یعنی 31 دسمبر 1957ء تک

ان سے میرے تعلقات ان کے خاندان کا ایک فرد ہونے کی حیثیت سے متواتر محبت اور شفقت اور باہم اکرام وتکریم کے رہے ہیں۔اس طرح جب اکیس سال پیچھے جائیں تو خادم صاحب کا وہ زمانہ سولہ سترہ سالہ لڑکپن کا زمانہ تھا۔کہ جب سے میں نے ان کو نہایت قریب سے دیکھا۔وہ اس وقت انٹرنس پاس کر کے ایف اے میں زمیندار کالج گجرات میں پڑھتے تھے۔مگر اپنی تبلیغی لگن۔ذاتی سنجیدگی اور خود ضبطی کی وجہ سے اسوقت بھی وہ خاندان میں غیر معمولی طور پرعزت وتکریم کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ان کو اس وقت بھی صرف علمی باتوں میں دلچسپی تھی اور علمی مجلسوں میں نہایت ذوق وشوق سے شامل ہوتے تھے۔اور سکول سے باہر تقریباً سارا وقت کتب بینی یا تبلیغی سرگرمی میں صرف کرتے تھے۔اپنی عمر کے تقاضا کے مطابق وہ کسی ایسے ماحول میں شاذونادر ہی شامل ہوتے تھے۔جہاں ان کے وقت کا ضیاع ہو۔یا یہاں اخلاقی ناہمواری کا امکان ہوان کا شغل مطالعہ اور بالخصوص اپنے سلسلہ کے لٹریچر کا مطالعہ تھا۔ان کو احمدیت کی تبلیغ کی ایک فطرتی لگن تھی۔اس لگن کے تحت وہ نہایت درجہ ذاتی کاوش وفکر سے بہت دقیق اور گہرا مطالعہ ہرقسم کے ضروری لٹریچر کا کرتے تھے۔محض ان کا ذاتی مطالعہ اور سعی وکوشش ہی ان کی علمی ترقی اور کمال کا موجب تھے۔اور یہی وجہ ہے۔کہ ان کے کریکٹر میں خودداری اور خوداعتمادی بدرجۂ کمال تھی۔جوہر موقعہ پر ایک جوہر نمایاں کے طور پر ان میں چمکتی تھی۔انہوں نے اس جوہر صافی کی بدولت اپنے گرد ایک ایسا ماحول صافی پیدا کر لیا تھا۔کہ جس کی وجہ سے ان کی تربیت کے بارہ میں بھی ان کے والد صاحب بزرگوار رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے۔کہ ان کو کبھی پدرانہ نگرانی یا ناصحانہ تشویش لاحق نہ ہوئی۔گویا اللہ تعالیٰ نے خادم کی فطرت میں ہی یہ جوہر ودیعت کئے ہوئے تھے۔جو بلا خارجی اسباب استمداد اپنے وقت غنچۂ گل کی طرح کھلتے گئے۔اور ریاض احمدیت میں ظہور

پذیر ہو کہ مہکنے لگے۔ خادم صاحب کی احمدیہ پاکٹ بک ان کے مختلف مذاہب کے مذہبی لٹریچر کے وسیع اور گہرے مطالعہ پر شاہد ہے۔ پہلی پاکٹ بک میرے علم کے مطابق انہوں نے جبکہ ان کی عمر 17، 18 سال تھی مرتب کی تھی۔ وہ چھوٹی تقطیع پر اسم بامسمیٰ مختصر پاکٹ بک تھی۔ بعد میں اس کی نظر ثانی کرتے رہے اور آخری پاکٹ بک جس کے شروع میں ان کی تصویر بھی لگی ہوئی ہے۔ اور جس پر ایک نظر پڑتے ہی دل میں غم واندوہ کے احساسات تازہ ہو جاتے ہیں۔ اسی کے چھٹے ایڈیشن پر مشتمل ہے۔ یہ اب 1200 صفحات کی ایک ضخیم کتاب ہے۔ مؤلف کی محنت کوشش اور اس کے وسیع مذہبی مطالعہ اور ناقدانہ نظر کی گواہ تو یہ خود پاکٹ بک اور اس کا قیمتی اور مفید مواد ہے۔ اور اس کی افادیت اور قبولیت عامہ اس کے بار بار چھپنے اور حجم میں متواتر اضافہ سے ظاہر ہے۔

خادم صاحب کا سالانہ جلسہ کی سٹیج پر سے مقررین میں انتخاب پہلی دفعہ سال 1936ء میں ہوا۔ جبکہ ان کی تقریر کا موضوع ''وابستگان خلافت کی منکرانِ خلافت پر فضیلت'' تھا۔ اس کے بعد متواتر 1956ء تک (1957ء کے جلسہ میں بوجہ بیماری شامل نہ ہوئے اور 31 دسمبر 1957ء کو فوت ہو گئے۔) وہ مقررین میں انتخاب کئے جاتے رہے۔ ان کا یہ متواتر انتخاب ان کے علم نافع الناس ان کے ملکۂ تقریر ان کے مکارم اخلاق اور سلسلہ عالیہ احمدیہ کے ساتھ فدایانہ تعلق اور خدمت کے والہانہ جذبہ کا ثبوت ہے۔ جلسہ پر سامعین ان کی تقریر سننے کے خاص طور پر شائق ہوتے تھے۔ اور تقریر کی پسندیدگی کا اعلان انکی طرف سے بکثرت وجدانی نعرہ ہائے تکبیر سے کیا جاتا تھا۔ انہوں نے صحیح معنوں میں اپنے آپ کو سلسلہ کی خدمت کے لئے وقف کیا ہوا تھا۔ اول سے آخر تک اس عہد پر کہ ''دین کو دنیا پر مقدم کروں گا'' قائم رہ کر خدمت دین بجالاتے رہے۔ کبھی کوئی روک اس راہ میں ان کے لئے روک نہ بنی۔ اور نہ ہی

کوئی مشکل وہ یہ خدمت بغرض ثواب اور خوشنودی اور رضائے مولا کریم بصدق دل اور مومنانہ جذبہ اور عزم کے ساتھ سرانجام دیتے تھے۔ اور جس طرح ان کی زندگی کے شروع میں یہ جذبہ کارفرما تھا۔ اسی طرح ان کے دم واپسین تک وہ ان میں موجزن رہا۔

امیر جماعت شہر و ضلع گجرات کی حیثیت سے بھی خادم صاحب کا ذکر بعض ان کی خصوصیات کی وجہ سے ضروری معلوم ہوتا ہے۔ خادم صاحب سال 1944ء سے برابر امیر جماعت شہر گجرات اور بعد میں امیر ضلع گجرات بالاتفاق بلاکسی خفیف تردد یا امکاناً شکایت کے منتخب ہوتے چلے آئے ہیں۔ اس کی وجہ ظاہر ہے۔ خادم صاحب کا مقام کیا بلحاظ ایثار وقربانی اور کیا بلحاظ علم وفضیلت اور کیا بلحاظ خلوص ونمونہ پرہیزگاری اتنا اونچا تھا۔ کہ کسی کے دل میں ان کے خلاف کوئی تردد یا شکایت پیدا ہی نہ ہوسکتی تھی۔ ان کی خدمات کی پوری تفصیل کا پیش کرنا نہ میرا مقصد ہے۔ اور نہ میں کرسکتا ہوں۔ لیکن میں صرف چند موٹی موٹی خصوصیات بطور ذکر بقائے خیر کے عرض کرونگا۔

وہ عالم دین تھے اور انہوں نے بے دریغ اپنی صحت وتوانائی کا لحاظ کئے بغیر اپنے اس رزق خداداد کو جماعت پر جوان کی زیر تربیت تھی۔ خرچ کیا۔ وہ امیر شہر گجرات تو 1944ء میں منتخب ہوئے لیکن قرآن شریف کا درس دینا انہوں نے اس سے پہلے 1940ء سے شروع کردیا تھا۔ میرے محترم جناب چوہدری اعظم علی صاحب سیشن جج ریٹائرڈ جو ان دنوں گجرات میں سینئر سب جج تعینات تھے۔ اور 1944ء تک جماعت احمدیہ کے امیر شہر بھی رہے تھے۔ چند روز ہوئے کہ خادم صاحب مرحوم کی والدہ صاحبہ اور ان کی محترمہ اہلیہ صاحبہ کی خدمت میں تعزیت کے لئے تشریف لائے۔ اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے خادم صاحب کو قرآن شریف کے فہم کی میں ایک خاص ذوق عطا فرمایا تھا۔ وہ نہایت محنت اور شوق وذوق سے درس قرآن

مجید دیا کرتے تھے۔اور بعض اعلیٰ طبقہ میں سے غیر احمدی تعلیم یافتہ بھی درس میں التزاماً شامل ہوکر استفادہ کرتے تھے۔ 1944ء کے بعد نہایت ہی اہتمام کے ساتھ سوائے ایک دو سال کے جبکہ وہ اپنی شدید بیماری کی وجہ سے درس نہ دے سکے .... وہ ہر سال رمضان المبارک کے مہینہ میں پورے قرآن مجید کا درس ختم کیا کرتے تھے۔علاوہ ازیں اور اوقات میں بھی وہ قرآن شریف کا درس کئی سالوں تک دیتے رہے۔

سال گذشتہ 1376ھ مطابق 1957ء کے ماہ رمضان المبارک کا جب درس شروع کیا۔تو اس کے پہلے خطبہ جمعہ میں جماعت کے احباب کو درس سننے کی تلقین کرتے ہوئے کہا کہ شروع میں مجھے اپنی بیماری اور ناتوانی کی وجہ سے کچھ تردد تھا۔کہ درس دینا شروع کروں یا نہ کروں۔ لیکن آخر یہ سوچ کر کہ پھر شائد یہ موقعہ ملے یا نہ ملے۔میں نے درس دینا شروع کر دیا ہے۔ آپ لوگوں کو بھی چاہئے کہ فائدہ اٹھائیں۔شاید پھر آپ کو یہ موقعہ ملے یا نہ ملے۔اب ایسا معلوم ہوتا ہے کہ نوجوان متقی۔امیر جماعت کے منہ سے نکلے ہوئے یہ الفاظ مشیت ایزدی کو لبیک کہہ رہے تھے۔ایسی کرامت ان کے حصہ میں ہی آتی ہے۔جو اپنی زندگی میں دین کو دنیا پر مقدم کر کے تادم اخیر صادق القول ثابت ہوتے ہیں۔

خادم صاحب کے عہد امارت کی یہ بھی ایک خصوصیت ہے اور اس لئے قابل ذکر ہے کہ ان کے عام عہد امارت میں عام طور پر مرکز سے مبلغ یا مناظر منگوانے کی کم ہی ضرورت پڑی۔وہ ان تمام ضروریات پر خود حاوی تھے۔گویا اپنی زیر امارت جماعتوں کے انتظامی نگران کے علاوہ ایک عالم دین یا مبلغ کی حیثیت سے بھی خدمت کرنے کی خصوصیت ان کو حاصل تھی۔

علاوہ ازیں ضلع کے صدر مقام پر ان کی موجودگی جماعتی وقار کا موجب تھی۔عالم تھے اور صائب الرائے اور پبلک کے معزز طبقہ میں اپنی اصابت رائے کی بدولت ایک ممتاز شخصیت

کے مالک تھے۔ان کا یہ اثر ورسوخ اور قانون دانی ایک ایسا سرمایہ تھا میں سے ضلع کی بیرونی جماعتیں اور دیگر احمدیہ احباب متمتع ہوتے تھے۔اوران کے ممنون احسان تھے۔اوراس کا جماعت اور نظام سے وابستگی پر بہت نیک اثر تھا۔وہ چونکہ بلحاظ نمونہ ایثار وقربانی اور نیز عالم دین اور مبلغ کی حیثیت سے تمام احمدی افراد میں قابل احترام وعزت تھے۔اس لئے ان کو ایک ایسا اثر ورسوخ اور وقار حاصل تھا۔جس کے طفیل وہ مرکز سے آئی ہوئی ہدایات کے مطابق نظام سلسلہ کی بہتر طور پر خدمت سرانجام دے سکتے تھے۔اور دیتے تھے۔ان کے چودہ سالہ عہد امارت میں جہانتک میں نے سنتا ہے اور جیسا کہ مجھ کو معلوم ہوتا ہے۔کبھی بھی کوئی ایسا اہم معاملہ پیش نہ آیا۔جس کو انہوں نے بروقت خود نہ سنبھال لیا ہو۔یا جس کو خود ہی خوش اسلوبی کے ساتھ طے نہ کیا ہو۔

استقلال طبیعت :: خادم صاحب راسخ العزم پختہ مزاج اور مستقل طبیعت کے انسان تھے۔اگر ہم یہ کہیں کہ وہ اپنی دھن کے پکے تھے۔تو شاید یہ کہنا ان کی طبیعت کے متعلق زیادہ صادق الحال ہوگا۔لیکن بنظر غائر اس بارہ میں بھی ان کی طبیعت کے دورُخ نظر آتے ہیں۔

دنیوی یعنی معاشرتی معاملات میں جب وہ کسی بات پر جس کو وہ اپنے خیال کے مطابق صحیح سمجھتے۔بعض اوقات ایسے بضد اس بات پر جم جاتے۔کہ پھر مصلحت بینی یا مصلحت اندیشی کے طور کے دلائل ان پر بہت کم کارگر ثابت ہوتے لیکن دینی معاملات میں ان کی طبیعت کا رنگ جہاں تک میں نے دیکھا ہے۔اس سے مختلف تھا۔میری مراد اس سے ان کے عقائد کے بارے میں ان کے استقلال کے متعلق ذکر کرنا نہیں ہے۔کیونکہ اپنے عقائد میں وہ بفضلہٖ تعالیٰ ایسی مضبوط چٹان تھے۔جس سے ہر قسم کی مخالفت کی پرجنوں دیوانہ لہریں جب ٹکراتیں۔تو ہمیشہ اوندھے مونہہ بل کھاتی ہوئی واپس ہوئیں۔بلکہ میری مراد یہ ہے۔کہ وہ

عقیدہ کے مخالف لوگوں سے بالخصوص اپنے قریبی رشتہ داروں سے ہمیشہ تلطف اور تالیفِ قلب کو کام میں لاتے۔اور بعض حالات میں ان کے احساسات کواپنے احساس پر ترجیح دینے میں بھی مصلحت سے کام لیتے۔ اس میں مآل اندیشی کا محرک دوسروں کی دینی بھلائی ہوتی تھی۔ ویسے عام معاملات میں وہ طبیعت کے کھرے اور صاف گو تھے جو بات وہ کسی کو کہتے، اس پر خود اپنی دور اندیشی کی بدولت جمے رہتے۔ اور اس سے انحراف کو نہ اپنے لئے نہ کسی اور کے لئے پسند کرتے۔ میں یہاں ان کی طبیعت کے استقلال کا ایک واقعہ جو بہت کے لئے سبق آموز ہے بیان کرتا ہوں۔

خادم صاحب کے والد بزرگوار حضرت ملک برکت علی صاحب رضی اللہ عنہ سال 1952ء میں فوت ہوئے تھے۔ وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابی اور موصی تھے۔ ان کی وصیت کا حساب۔ ان کی وفات پر فوراً بے باق کر دیا گیا تھا۔لیکن باوجود اس کے خادم صاحب نے اپنی اس خواہش کے تابع کہ اپنے والد مرحوم کی قبر پر ان کو دعا کرنے کا موقعہ حاصل رہے۔ ان کی میت کو امانتاً صندوق میں گجرات میں ہی دفن کرایا۔ اور قبر اندر سے پختہ انیٹوں کی اس طرح محرابی بنوائی گئی کہ صندوق کو ممکن طور پر کم نقصان پہنچے۔ اور جب میت قادیان مقبرہ بہشتی میں دفنانے کے لئے لے جانی ہو۔ تو بآسانی قبر سے وہ برآمد ہو سکے۔

اس کے بعد سال 1952ء سے اپنی وفات تک ان کا بلا تساہل اور بلا بھول چوک یہ معمول رہا۔ کہ سوائے کسی اشد مجبوری کے وہ ہر جمعہ پڑھانے کے بعد براہ راست بلا لحاظ شدت موسم خواہ بارش ہو یا کڑاکے کی سردی یا گرمی جس کے لئے وہ چھتری سائیکل پر ساتھ رکھتے تھے۔ پہلے وہ قبرستان جاتے۔ اور اپنے والد مرحوم کی قبر پر دعا کر کے گھر واپس لوٹتے۔ کہنے کو یہ بات ایک معمولی بات ہے۔ لیکن اس مداومت اور استقلال پر جب فی زمانہ عام انسانی

غفلت اور تساہل اور والدین کے احسانات سے خودکش فراموشی کو سامنے رکھتے ہوئے غور کریں۔تو یہ ایک ایسا کارنامہ ہے۔ جو صرف ایسے مجاہد نفس سے صادر ہوسکتا ہے۔جس کو اللہ تعالیٰ پر اور عالم معاد پر کامل یقین کے ساتھ والدین کی محبت میں روح کی تازگی اور روحانی زندگی بھی حاصل ہو۔

دنیوی ذاتی معاملات میں جہاں تک میں نے ان کو پایا ہے۔وہ ہمیشہ آپس کے معاملات میں مقدمہ بازی جھگڑا یا فساد سے بچتے تھے۔گویا ان کے نزدیک اس میں تضیع اوقات وزر کے علاوہ تضیع اخلاق کا بھی خطرہ تھا۔ان کی ہمیشہ یہ کوشش ہوتی تھی۔کہ کسی نہ کسی طرح کسی قدر نقصان یا حرج کے ساتھ بھی ایسے معاملات کا تصفیہ ہوجائے کہ دل کی پریشانی سے آدمی جتنا بچے اتنا ہی بہتر ہے لیکن دینی معاملات میں یہ نہیں کہ سکتا کہ اس معیار کو وہ سامنے رکھتے تھے۔ بلکہ وہ ہمیشہ اختلافی معاملات یا مسائل کو غائت درجہ حل کرنے یا کامل تصفیہ تک پہنچانے کی کوشش میں لگے رہتے تھے اور وہ یہ ذوق اور شوق بکمال استقلال کرتے تھے۔

زندہ دلی:: فطری طور پر خادم صاحب شگفتہ مزاج تھے۔مگر طبیعت پر ضبط تھا۔شگفتگی اور کرختگی حسب حالات کچھ اختیاری تھی۔

ان کے بے تکلف دوست اور ان کے ایوان ظرافت کے تحمل کے زائرین ان کی اس سیرت کے بے حد مداح اور قائل ہیں۔ کہتے ہیں۔دم ساز دوستوں کی ہلکی پھلکی محفل میں وہ مجلس کا سگار تھے۔مجلس پر چھا کہ ہر ایک کے وہی مرجع دل ہوتے اور ہاتف غیبی سے تائید یافتہ۔ اپنے علم وفضل کے دامن سے ظرافت کے ہلکے پھلکے پھول اٹھاتے اور خاص مشار الیہ پر اس انداز سے پھینکتے کہ پھول لگے مگر کانٹا نہ چبھے۔

یہ سچ ہے کہ لطیف ظرافت ہی صرف صحیح الفکر ظرافت میں داخل ہے۔یعنی ایسی ظرافت کہ

جس کو کثافت ذہنی یا میلِ خاطر نے نہ چھوا ہو اور جو روح کے پروں میں نامعلوم طور پر گھس کر بہجت آگین ہیجان اور وجدان پیدا کرے۔ باقی سب دُرد۔ دَرد اور بار خاطر۔

جولانی طبع اور جودت میں قدرت نے خادم صاحب کو ایک وافر حصہ دیا تھا۔ اس کے ساتھ علم و فضل کا آئینہ اس حسن کو دوبالا کرنے والا تھا خواص چھوڑ عوام جن کے ساتھ بے تکلفی تھی۔ وہ ان کی اس سیرت کو بحسرت تمام یاد کر کے روتے ہیں۔ مناظرات و مباحثات میں بھی ان کی اس سیرت کا پرتو بے ساختہ جھلک اٹھتا تھا۔ مگر ضبط اور نفاست کو کبھی ہاتھ سے نہ دیا۔ ایسی باریک چوٹ کرتے تھے کہ دشمن کھسیانہ ہو کر دم بخود ہو جاتا اور ان کی یہ بے ہراس دلجمعی اور شگفتگی جو علامت کامرانی اور کامیابی ہے۔ سامعین کے نزدیک ان کی فتح کی دلیل ہوتی۔

لوکلی بار روم ہی ان کی اس سیرت کی زیادہ تر موزون جولان گاہ تھی۔ وہاں برابر کی چوٹ تھی مگر ان کی فوقیت مسلم ہے۔ خادم صاحب نے اپنے ذوق کی مناسبت سے ریڈیو لاہور پر ایک تقریر جس کا غالباً عنوان ''عدالتوں میں نوک جھونک'' تھا کی تھی۔ بہت دلچسپ تھی۔

خادم صاحب کی دوستی کا رنگ:: خالص دوستی کا جذبہ ایک ممتاز شرف ہے اور انسانیت کا زیور۔ خودغرض نہ کسی کا دوست ہے اور نہ وہ دوستی کے قابل۔

جہاں تک میں نے خادم صاحب کو دیکھا ہے وہ دوستی کے معاملہ میں ایک رقیق القلب اور رنگ پرور انساں تعلق یکساں خلوص و بے تکلفی کا تھا۔

کسی کے جذبہ دوستی کی حقیقی قدر و منزلت کا حال تب کھلتا ہے۔ جب وہ اپنی نہ زندگی کا ابتدائی طالب علمی کا دور طے کر کے مروجہ تمدن کی مختلف المدارج سوسائٹی میں داخل ہوتا ہے۔ اگر اپنی اس نئی منزل میں بھی اس کا سلوک سوسائٹی کی طبقاتی تقسیم کے علی الرغم اپنے قدیم ہمجولیوں اور ہم نشینوں سے ویسا ہی رہتا ہے۔ جیسا کہ ان سے کبھی پہلے تھا۔ تو پھر سمجھو کہ وہ شخص

حقیقی دوستی کے جذبہ امین ہے اس معیار پر اگر خادم صاحب کی دوستی کو جانچا جائے۔ تو صاف نظر آئے گا کہ ان کا زیادہ یگانگت اور خیر سگالی کا تعلق ایسے مخصوص دوستوں سے تھا جو بظاہر سوسائٹی کی طبقاتی تقسیم میں کسی جہت سے ان سے نچلے طبقہ میں تھے۔ کیونکہ خادم صاحب ان کی خاطر داری کا خیال اور دلداری کا اہتمام اب بھی اسی طرح کرتے تھے۔ جیسا کہ ماضی کے بعید ایام میں۔

دوستانہ ہوا خواہی کا سرچشمہ دل ہے۔ اور وہاں تک ایک غیر کی نظر کو خواہ وہ کتنی ہی تیز اور سریع کیوں نہ ہو۔ قابل اعتبار رسائی نہیں۔ اس لئے میں حالات چشم دید کی بناء پر ان کے دوستوں میں کوئی قابل اعتبار تقسیم تو نہیں کر سکتا۔ مگر یہ میں کہہ سکتا ہوں کہ یہ جو بظاہر ان کے دوستوں کا حلقہ بہت وسیع نظر آتا ہے۔ اس کی اگر باہمی اخلاص مروت اور قربانی کی جریب سے حد بندی کی جائے۔ تو کچھ لوگ اس دائرہ سے باہر کھڑے نظر آئیں گے۔ مگر اس میں کسی کا قصور نہیں۔ ہمارے مادی تمدن مادی ماحول مادی نظریہ زندگی کے اس روح کشش زمانہ میں جیسا کہ بقول شیخ وسلطان کی صحبت میں نفع گیر مصاحبین جمع ہو جاتے ہیں۔ ویسے ہی کسی مفید وجود کی طرف جو اپنے ذہین رسا، عملی قوت، پختگی عزم اور اثر ورسوخ کی بدولت قابل قدر ہو۔ متمدن مصلحت کوش فرزانوں کا رخ کرنا بعید از قانون قدرت نہیں۔ خادم صاحب حقیقتاً خادم اسلام تھے۔ اور فقط یہ خوبی ان کی وجہ امتیاز تھی۔ یہاں تک کہ ان کے عقیدہ کے مخالف بھی ان کی اس خوبیٔ کریکٹر کے بادل نخواستہ قائل تھے۔ اس کے ساتھ وہ پختہ مغز، مدبر، عاقبت اندیش مشیر اور راسخ العزم باہمت جوان تھے ۔ اور ان چیزوں کی اس دنیا میں بہت مانگ ہے اس لئے ایسے وجود کے دامن سے اگر بعض مصلحت کیش بھی وابستہ نظر آئیں۔ تو کسی کو تعجب نہ کرنا چاہیئے ۔ ڈسٹرکٹ بار ایسوسی ایشن گجرات نے اپنی قرار داد تعزیت مورخہ یکم جنوری

1958ء میں خادم کی اچانک اور بے وقت وفات پر گہرے رنج وغم کا اظہار کرتے ہوئے کہا ہے کہ ''ان کی وفات سے نہ صرف ایک دیرینہ ہمدرد دوست کی رفاقت سے (ہم) محروم ہو گئے ہیں بلکہ ایک عالم ہمارے درمیان سے اٹھ گیا ہے۔ جو ہمہ گیر لیاقت اور تخلیقی صلاحیتوں کا حامل تھا۔'' رشتہ داروں کے ساتھ سلوک میں جو خاص بات میں نے دیکھی اور تواتر کے ساتھ جس کا تجربہ کیا۔ وہ یہ تھی کہ کسی سے ہمدردی کے موقعہ پر ان کا دل جس کے تابع ان کا عمل ہوتا تھا۔ زیادہ حرکت کرتا اور زبان کم۔ وہ کسی کا کام کر کے اس کو احسان جتانا اپنے وقار کے خلاف سمجھتے تھے۔ صرف یہ نہیں بلکہ اگر ان کے سامنے کوئی احسان پذیرائی ظاہر کرنا چاہے تو ان کے چہرہ پر ناگواری کی خشونت کے آثار نظر آتے لگتے تھے۔ وہ رشتہ دار سے رشتہ داری کے تعلق میں کسی قسم کا فائدہ اٹھانا عار خیال کرتے تھے بحیثیت وکیل یا کسی اور رنگ میں بھی اپنے رشتہ داروں، دوستوں اور بے کس غریب ناداروں کی بلا وجہ معاوضہ خدمت کرتے گر خود حتی الوسع کسی اپنے ذاتی کام کے لئے فرمائش کرنے سے کتراتے تھے۔

عوام سے جو ان کی اس سیرت سے واقف تھے بالخصوص ضلع کے اندر جماعت کے کمزور اور بے کس افراد جو اپنی ہر مشکل کے موقعہ پر ان کی طرف رجوع کرتے تھے۔ اب ان کی مفارقت کو بہت زیادہ محسوس کرتے ہیں۔

عزیزم خادم صاحب کو مکرم مولانا ابو العطاء صاحب کے ساتھ اپنی بہت اوائل ایام تبلیغ سے محبت اور مودت کے تعلقات تھے وہ مولانا صاحب موصوف کی علمی صلاحیتوں کے مداح تھے۔ اور کہتے تھے کہ ان صلاحیتوں کے علاوہ وہ صوفی منش ہیں اب خادم صاحب کی وفات کے بعد ہر شخص اپنے اپنے تعلق کے مطابق ان کی جدائی کو محسوس کرتا ہے۔

خادم صاحب مرحوم کی اہلیہ محترمہ کا خواب

جبکہ دسمبر 57ء کے شروع میں معالج اور مریض ہر دو بکلی مطمئن تھے۔ اور آخری ایکسرے جو محض احتیاطاً کیا گیا تھا۔ اس کا نتیجہ بھی ہر جہت سے تسلی بخش تھا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے اپنی مشیت کا اظہار اس وجود پر فرمایا۔ جو خادم کے بعد اس دنیا میں سب سے زیادہ غم وہم کا مرجع بننے والا تھا۔ خادم صاحب کی اہلیہ محترمہ صاحبہ کہتی ہیں کہ 24 دسمبر 1957ء سے جس دن وہ زیادہ بیمار ہوئے۔ تقریباً دس گیارہ روزہ پہلے غالباً 11، 12 دسمبر 57ء کی درمیانی رات عین صبح کے وقت (کیونکہ بیدار ہونے پر آذان کی آواز آرہی تھی) میں نے خواب میں کسی کو یہ کہتے سنا کہ وہ (خادم صاحب) سخت بیمار ہو گئے ہیں۔ یا سخت بیمار ہیں۔ جواباً میری زبان سے بے ساختہ یہ الفاظ نکلے۔ کہ وہ کس طرح سخت بیمار ہیں۔ وہ تو اب بالکل اچھے ہیں۔ ڈاکٹر پیرزادہ ایک مشہور معالج ان کا علاج کر رہے ہیں جو کوئی یہ کہتا ہے۔ کہ وہ سخت بیمار ہیں۔ غلط ہے۔ مگر پھر آواز آئی۔ مگر اب کے کچھ زیادہ غصہ اور جلال کے ساتھ کہ ''نہیں وہ سخت بیمار ہیں اور مشیت ایزدی میں کسی کو دخل نہیں۔'' وہ کہتی ہیں کہ اس پر فوراً میری آنکھ کھل گئی۔ میں نے اٹھ کہ وضو کیا۔ نماز پڑھی اور دعا مانگی اور دل میں بڑی گھبراہٹ تھی۔ زیادہ خشوع اور خضوع سے دعائیں کیں۔ مگر اس خواب کا ان سے تو ذکر کرنا مناسب ہی نہ سمجھا گیا۔ بلکہ ان کی موت تک سوائے اپنی لڑکی امۃ الحکیم کے اور بھی کسی سے نہ کیا۔ وہ کہتی ہیں۔ اس روز جب وہ حسب معمول ہسپتال میں گیئں۔ تو خادم صاحب کی طبیعت بالکل ٹھیک ٹھاک ہشاش بشاش تھی۔ اور بعد میں بھی کئی دن تک برابر اسی طرح طبیعت روبصحت رہی۔ اور میری گھراہٹ بھی دو چار دن کے بعد رفع ہوگئی۔ حتی کہ جب 24 دسمبر 57ء کو وہ دوبارہ زیادہ بیمار ہوئے۔ تو اس وقت بھی یہ خواب میرے ذہن سے اتر چکی تھی۔ اور ان کی

موت کے بعد ہی پھر یہ خواب یاد آئی۔

میرے خیال میں یہ خواب ہم سب خویش و اقارب اور احباب کے ایسے وساوس کا ازالہ کرنے والی ہے۔ کہ ممکن ہے۔ کہ علاج میں کوئی کمی یا سوئے تدبیر ان کی پیش از وقت موت کا موجب ہوئی ہو۔ ایسا وسوسہ اور خیال بے جا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا اس طرح اپنی مشیت کا اظہار اس وجود پر کرنا جو دنیوی تعلقات کے لحاظ سے خادم صاحب سے اقرب تھا۔ (کیونکہ پاک دامن وفادار بیوی دراصل خاوند کے جسم کا ایک حصہ ہوتی ہے) اور ٹھیک اس وقت اس کا ظاہر فرمانا جبکہ سب ظاہر بین معالج، مریض اور تیمار داری شفایابی پر مطمئن ہو رہے تھے۔ اور پھر اس وقت جبکہ خادم صاحب اپنی کامیاب زندگی کا مختصر سنتالیس سالہ دور برضائے الٰہی کے مطابق ختم کر چکے تھے۔ قابل غور ہے۔ اور اگر ہم غور کریں۔ تو ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ سب ہمارے رحیم و کریم خدا تعالیٰ کی طرف سے ہماری اطمینانِ خاطر اور رضاء بقضائے الٰہی کا سامان تھا۔ خادم صاحب تقدیر الٰہی کے مطابق جو کام اللہ تعالیٰ ان سے لینا چاہتے تھے۔ وہ ختم کر کے ہم سے رخصت ہوئے ہے

بلانے والا ہے سب سے پیارا
اسی پر اے دل تو جاں فدا کر

مکرم خادم صاحب مرحوم کی شخصیت کے چند پہلو

جناب مرزا منظور احمد صاحب ایم ایس سی ایبٹ آباد

رشتہ کے لحاظ سے خادم صاحب مرحوم میری بیوی کے حقیقی ماموں تھے۔ مگر میں ان کا اس وقت سے واقف ہوں جب میں مدرسہ احمدیہ قادیان کی پہلی جماعت میں طالبعلم تھا۔

بحیثیت امیر جماعت کے

آپ ضلع گجرات کی تمام احمدی جماعتوں کے امیر تھے ایک امیر میں جو خوبیاں پائی جانی چاہئے وہ سب آپ میں موجود تھیں۔آپ متقی تھے۔قرآن مجید کے عالم تھے۔بلکہ آپ کو قرآن مجید کے علوم کے ساتھ خاص ذوق تھا۔حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کے خلفاء کی تمام کتب پر آپ کو عبور تھا۔آپ عالم باعمل تھے۔ذی وجاہت تھے۔منتظم تھے۔دعا گو تھے۔آپ نے قدرت کی طرف سے ایک مستعد طبیعت اور صائب رائے پائی تھی۔اسی وجہ سے آپ کی قوت فیصلہ نہایت تیز اور صحیح ہوا کرتی تھی۔متوازن تھے۔علمی مذاق کے مالک تھے۔جماعت کی تربیت میں خاص شغف تھا۔اور اس ضمن میں آپ بعض مواقع پر اتنی محنت کرتے کہ آپ اپنی صحت کو بھی نظر انداز کر دیا کرتے۔بحیثیت امیر کے آپ خدام الاحمدیہ لجنہ اماء اللہ اور اطفال کی تنظیموں کی ذاتی طور پر نگرانی کرتے ضرورت پڑنے پر جماعت کے امور کیلئے آپ ہی حکومت کے افسروں سے ملتے۔اور آپ کا ملنا اکثر مفید رہا کرتا۔اس کے علاوہ آپ کی ڈاک میں عموماً ایسے خطوط کثرت سے ہوا کرتے تھے۔جن میں مسائل خصوصی کے متعلق استفسار ہوا کرتا تھا۔ان کا مختصر یا مفصل جواب کبھی آپ خود اپنی قلم سے اور کبھی دوسروں کو املا کر کے لکھواتے مگر جواب ضرور دیتے۔بعض وقت مسئلہ کی نوعیت اور اہمیت کے لحاظ سے جواب بارہ بارہ فل سکیپ صفحوں پر لمبا ہو جایا کرتا تھا۔ان میں سے بعض کی نقول خادم صاحب کے کاغذات سے دستیاب ہوئی ہیں۔کبھی موقعہ ملا تو ان کو شائع کروا دیا جائیگا۔وہ خطوط واقعی پڑھنے کے قابل ہیں۔ان میں بعض نہایت مشکل مسائل اور مخالفین کے معرکتہ الآرا اعتراضات کے جواب ہیں۔ان کو پڑھ کر انسان یہی اندازہ کرتا ہے کہ مرحوم غیر معمولی فطانت اور بے تکلف اسلوب کے مالک تھے اور یہ کہ اپنی جسمانی

طاقت کی رعایت سے بہت زیادہ ہمت کرنے والے اور کام کرنے والے تھے۔ کاش آپ اور زندہ رہتے۔

سوشل تعلقات:: آپ سلجھی ہوئی عادت ذوق سلیم اور ذی اثر شخصیت کے مالک تھے اس لئے آپ کی طرف تقریباً ہر شخص قدرتی طور پر ایک کشش اور جذب محسوس کرتا تھا۔ باوجود اس حقیقت کے کہ آپ ایک راسخ العقیدہ اور بیباک قسم کے احمدی تھے۔ پھر بھی ہر معتدل شخص آپ سے تعلقات استوار کرنے میں خوشی محسوس کرتا تھا۔ میرا یہ ایمان ہے کہ جب تک کوئی شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے برگزیدوں کے ساتھ ذہنی طور پر مخلص نہیں وہ دوسروں کے ساتھ بھی صاف معاملات نہیں رکھ سکتا اور نہ مخلص ہوسکتا ہے۔ اسی اخلاص کی وجہ سے خادم صاحب کی شخصیت کافی حدتک ذی اثر اور دوسروں کو مسخر کرنے والی بن گئی تھی۔ اسی وجہ سے سوسائٹی کے تمام طبقات پر آپ کا اثر تھا۔ جب بھی آپ کسی انجان مجلس میں بھی چلے جاتے تو دوتین منٹ ک بعد ہر شخص آپ کی طرف متوجہ نظر آتا۔ اور یوں ہر شخص آپ سے کسی امر کے متعلق استفسار کرنا پسند کرتا۔ چونکہ آپ نہایت درجہ ذہین اور فطین تھے اس لئے ہر شخص کے علم کے ظرف اور اس کی طبیعت کے مطابق مطمئن کرتے اور اسی طرح ہر شخص اپنی پہنچ اور سمجھ کے مطابق ایک سیرابی سی محسوس کرتا۔ اسی وجہ سے شہر کے وکلاء پر بھی آپ کا اثر تھا۔ شہر کے دوسرے معزز بھی آپ سے کافی متاثر تھے۔ شہر کے عوام اور کھلنڈرے بھی آپ کو قابل توقیر اور عزت کے لائق سمجھتے تھے۔ تقسیم ملک سے پہلے آپ کے سوشل تعلقات ہندوؤں اور سکھوں کے ساتھ بھی تھے۔ مگر پاکستان بننے کے بعد تو آپ غیر احمدی معززین میں کافی مقبول ہوگئے تھے۔ بعض بڑے بڑے غیر احمدی گھرانے تو آپ سے اپنے نجی اور پرائیویٹ امور میں بھی مشورہ لینا پسند کرتے تھے۔ اور یوں آپ کو اپنا رازدان سمجھتے بطور وکیل کے نہیں

بلکہ ایک نہایت مخلص دوست کے۔

بطور کھلاڑی کے:: آپ اگر چہ اکثر اور عموماً کثیر المشاغل رہا کرتے۔ مگر پھر بھی آپ کبھی نہ کبھی موسم طبیعت اور ماحول کے مطابق کرکٹ کے لئے وقت نکال ہی لیتے۔ کھیلوں میں سے کرکٹ آپ کا پسندیدہ کھیل تھا۔ آپ اگر چہ زمانہ طالب علمی میں ہاکی فٹ بال اور والی بال بھی کھیلتے رہے۔ مگر بعد میں آپ نے کرکٹ کو اپنا پسندیدہ کھیل بنالیا۔ اسی وجہ سے آپ کرکٹ کھلاڑیوں سے تعلقات استوار رکھتے محمد حنیف جو پاکستان کے مشہور کرکٹ کھلاڑی ہیں وہ بھی آپ کی وفات سے چند ماہ قبل جب آپ بالکل تندرست تھے۔ آپ کے ہاں گجرات میں ہفتہ عشرہ رہے تھے۔

توکل علی اللہ:: وکالت کا پیشہ رکھنے والے اور دکاندار یہ خوب جانتے ہیں۔ کہ بعض وقت ان کا محض احمدی کہلانا بھی ان کے لئے کتنی آزمائش کا موجب بن جایا کرتا ہے خادم صاحب مرحوم نے کسی عظمت سے خوف نہیں کھایا۔ اور نہ رعب محسوس کیا۔ خادم صاحب اگر چہ وکیل تھے۔ مگر آپ کا اصل کاروبار تبلیغ کرنا تھا۔ رشتہ داروں کو آپ نے تبلیغ کی عام معززین کو آپ نے تبلیغ کی عوامی لوگوں کو آپ نے تبلیغ کی ججوں اور مجسٹریٹوں کو آپ نے تبلیغ کی موکلوں کو آپ نے تبلیغ کی گویا ہر شخص کو جس تک آپ پہنچ سکے تبلیغ کی۔ اس قدر تبلیغ کے باوجود آپ بحیثیت ایک کاروباری وکیل کے کامیاب وکیل بھی تھے۔ آپ کی اہلیہ صاحبہ یہ روایت کرتی ہیں کہ جب بھی اور جتنی بھی ہمیں روپیہ کی ضرورت پڑتی اللہ تعالیٰ ہمیں اتنا دے دیا کرتا۔ جس ماہ ہمیں جلسہ سالانہ پر جانا ہوتا۔ اس ماہ سفر خرچ کے لئے ایک ہزار پانچ سو تک ہمیں مل جاتا۔ اور جس ماہ ہمیں کپڑے وغیرہ بنوانا ہوتے اس ماہ کپڑوں کے لئے روپیہ مل جاتا۔ یعنی جب بھی اور جتنی بھی ضرورت ہوتی اللہ میاں پورا کر دیتے تھے۔ گویا خادم صاحب مرحوم کی زندگی

اور کاروبار اللہ تعالیٰ کے توکل پر تھا۔ دراصل وکالت کا پیشہ جتنا آزاد سمجھا جاتا ہے اتنی ہی مشکل اور غیر آزاد ہے کیونکہ ان حالات میں جب کہ انسان ہر جگہ اور ہر وقت تبلیغ کرتا پھرے کسا دبازاری کا شکار ہونا پڑتا ہے۔ مگر جو اللہ تعالیٰ پر توکل کرے اللہ تعالیٰ اس کا خود وکیل اور کفیل بن جایا کرتا ہے۔

طبیعت:: آپ ایک سلجھی ہوئی اور معقول طبیعت کے مالک تھے۔ مگر آپ کی طبیعت میں دو باتیں خاص طور پر پائی جاتی تھیں۔ ایک خلوص اور دوسری عجلت پسندی۔ چونکہ قدرت کی طرف سے آپ کو خلوص اور وفاداری وافر طور پر ملی ہوئی تھی۔ اس لئے طبعاً آپ کو دھوکہ باز۔ بے وفا ابلہ فریب اور متلون مزاج شخص سے نفرت تھی۔ اور اس نفرت کے اظہار میں آپ نے نزدیکی یا غیر نزدیکی کا' چھوٹے یا بڑے کا' امیر غریب کا' عہدے یا طاقت کا کبھی لحاظ نہیں کیا۔

دوسری بنیادی چیز آپ کے مزاج میں عجلت پسندی تھی۔ جو لوگ خادم صاحب کو قریب سے دیکھتے رہے ہیں۔ وہ اس کی تصدیق کریں گے کہ آپ ہر کام نہایت جلدی' چستی اور بے ساختہ پن سے کیا کرتے تھے۔ آپ کی عام بات چیت اور گفتار میں بے ساختگی اور برجستگی پائی جاتی تھی۔ آپ کی تقریر نہایت درجہ برجستہ اور بے ساختہ ہوا کرتی تھی۔ لکھتے وقت بھی آپ نہایت اختصار اور ایجاز کو کام میں لاتے۔ غرض یہ کہ ہر کام نہایت پھرتی چستی اور بے ساختہ پن میں کرتے۔ آپ اپنے وکالت کے پیشہ میں بھی جلدی پن کو ترک نہ سکے۔ یعنی عدالت میں بحث کرتے وقت بھی نہایت تھوڑے وقت میں دوسرے وکیل کے مقابل پر دلائل کے ابنار کھڑے کر دیتے۔ چلتے وقت بھی آپ جلد اور ڈگ بھر کر چلتے۔ چونکہ آپ کثیر المشاغل تھے اس لئے ہر کام نہایت جلدی اور پھرتی سے کرتے۔

الحاصل یہ کہ آپ کو ہر کام آنا فانا اور جلدی میں کرتے ہوئے پایا گیا۔ یہ سب شاید اس لئے تھا کہ آپ نے جلد ہی جوانی میں رخصت ہونا تھا اس لئے عجلت پسندی بے ساختہ پن آپ کی طبیعت میں قدرتی طور پر ڈال دیا گیا۔ میں یہاں یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ اگرچہ آپ ہر کام نہایت عجلت سے اور بے ساختہ پن اور جلدی میں کرتے تھے۔ مگر پھر بھی آپ کے ہر کام اور ہر فعل میں معقولیت خوش اسلوبی اور صلاحیت پائی جاتی تھی۔ اور یہ خوبی نادر ہے۔

خالد کا خطاب::1956ء کے جلسہ سالانہ کے موقع پر حضرت امیر المومنین خلیفہ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے استاذی المکرم مولوی ابولعطاء صاحب' مکرم مولوی جلال الدین صاحب شمس اور خادم صاحب مرحوم کو خالد کے خطاب سے نوازا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے نام اور ان کی شخصیت سے کون مسلمان واقف نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو دشمنوں پر فتح حاصل کرنے کی بے پناہ طاقت اور صلاحیت عطا فرمائی ہوئی تھی۔ کوئی بھی ایسی جنگ یا ایسا غزوہ نہ ہوتا جس سے آپ فتح یاب ہو کر یا دشمن کو زک پہنچا کر نہ لوٹتے۔ اس وجہ سے حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو ''سیف من سیوف اللہ'' کے خطاب سے ملقب فرمایا۔ اس وقت شریعت اسلامیہ اور مسلمانوں کے وجود کو استحکام اور قیام بخشنے کے لئے تلوار کی ضرورت تھی اور اس ضرورت کو پورا کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو ذریعہ بنایا۔ لیکن اب اس وقت جب کہ اسلام پر دلائل اور براھین سے حملہ کیا جا رہا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے وقت کے تقاضے کے ماتحت دشمنوں کو مغلوب کرنے اور اسلام کی کمزوری کو فتح میں تبدیل کرنے کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ایک خاص علم الکلام سے نوازا اور ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے آپ کو خالد صفت اشخاص بھی عطا فرمائے۔ مکرم خادم صاحب مرحوم بھی ان میں ایک تھے۔ چونکہ آپ نے مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے علم الکلام کو اپنا لیا تھا اس

لئے آپ میں دوسروں کو قائل کرنے کا ملکہ اور بے پناہ قوت استدلال پیدا ہوگئی تھی۔ اس قوت استدلال اور منطقیانہ طرز سے آپ میں ایسی خود اعتمادی پیدا ہوگئی تھی جو زبان پر خود بخود کلمات حسنہ اور دلائل جاری کر دیتی تھی۔ اس وجہ سے آپ دشمن کے دلائل اور براھین کو ایسا کاٹ کر رکھ دیتے تھے۔ کہ وہ ھباءً منثوراً ہو کر رہ جاتے تھے۔ آپ کی تقریر کو سن کر ہر احمدی یوں محسوس کرتا جیسے اس نے کوئی تقویت بخش مشروب پی لیا ہے۔ جلسہ سالانہ پر اوروں کی بھی تقاریر ہوتی تھیں۔ مگر ایک مزہ آپ سے ہی خاص تھا اسی وجہ سے ہر کس و ناکس آپ کی تقریر سننے کے لئے مشتاق نظر آتا۔ اسی وجہ سے حضرت امیر المومنین خلیفہ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے آپ کو خالد کے خطاب سے نوازا۔ کیونکہ آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم الکلام کے ذریعہ ہمیشہ اپنے دشمنوں پر فتح حاصل کی۔ اور انہیں زک پہنچائی۔

شادی اور بچے:: آپ کی شادی پیلی بھیت کے ایک معزز مخلص احمدی گھرانے میں ہوئی تھی۔ آپ کی بیگم صاحبہ مکرم خان آصف زمان صاحب رئیس پیلی پھیت کی صاحبزادی ہیں۔ صدر انجمن احمدیہ کے موجودہ ناظر امور عامہ مکرم میجر عارف زمان صاحب آپ کے نسبتی بھائی ہیں۔ آپ نے اپنے پیچھے دو لڑکے اور دو لڑکیاں اور ایک بیوہ چھوڑی ہے۔ بڑے لڑکے کا نام عبدالباسط اور چھوٹے کا عبدالماجد ہے۔ لڑکیوں میں سے بڑی کا نام امتہ الحکیم اور چھوٹی کا امتہ الجمیل ہے۔ اس وقت عبدالباسط بی اے میں زیر تعلیم اور عبدالماجد ابھی میٹرک میں ہیں۔ میری یہی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں خود اپنے فضل وکرم سے پروان چڑھائے اور ان کا حافظ و ناصر ہو اور یہ کہ وہ اپنے مخلص باپ کے نقش قدم پر چل کر نیک۔ مخلص دیندار اور صاحب ثروت بنیں۔ آمین ثم آمین

میرے ہم زلف خادم صاحب گجراتی

جناب اللہ داد خان صاحب۔ فارسٹ رینجر

میری خادم صاحب سے سب سے پہلی ملاقات پہلی بھیت شہر (یوپی) میں غالباً 1937ء میں ہوئی تھی۔ جبکہ وہ مع اپنے والدین اور چند اعزاو احباب کے بحیثیت دولہا وہاں تشریف فرما ہوئے تھے۔ اس وقت ہمارے خسر صاحب خان بہادر آصف زمان صاحب ڈی کلکٹر گونڈو رئیس پہلی بھیت اس جہان فانی سے رخصت ہو چکے تھے۔ ان کی زوجہ محترمہ حیات تھیں مگر ان کو بھی مرض گٹھیا نے بالکل اپاہج اور صاحب فراش بنا رکھا تھا۔ اور ان کی تین لڑکیاں اور لڑکے ابھی بچپن کے دور سے گذر رہے تھے۔ خادم صاحب کی منگنی خان بہادر صاحب موصوف کی دوسری صاحبزادی سے ان کی حیات میں ہو چکی تھی لیکن بدقسمتی سے رخصتی کا موقعہ نہیں آیا تھا ماہ مئی 1936ء میں واقع ہوگئی۔ ان صبر آزماء و دل شکن حالات میں خادم صاحب کی شادی پہلی بھیت میں 1937ء میں عمل پذیر ہوئی۔ میرے سب سے پہلے تاثرات یہ تھے کہ خادم صاحب ایک نہایت قابل مقرر بذلہ سنج اور جوشیلے مبلغ ہیں۔ اور حلقہ احباب پر چھا جانے والی شخصیت رکھتے ہیں۔ وہ ایک ہنس مکھ خوشرو اور صحت مند نوجوان تھے اور مذہبی معلومات پر بے انتہا عبور رکھتے تھے حافظہ قابل رشک تھا اور حاضر جوابی اور لطیفہ گوئی میں اپنا جواب کم رکھتے تھے۔ دوسروں کی مشکلات کی حل کشائی میں خاص دلچسپی و نہاک سے کام لیتے تھے۔ اس شادی کے موقعہ کی ملاقات کے بعد تقسیم سے قبل دو تین بار اور مختصر ملاقاتوں کے مواقع میسر آئے۔ اور ان ملاقاتوں اور احمدیہ پاکٹ بک کی تصنیف اور ان کا دوسرا پیدا کردہ لٹریچر جو نظر سے گذرا اس کے مطالعہ سے ان کے تبحر علمی۔ وسعت الخیالی اور ہمہ گیر شخصیت کا

گہرا اثر دل پر پڑا۔ تقسیم ہند کے بعد ہم لوگوں کو ہندوستان چھوڑنا پڑا۔ اوران کی کشش نے ہم کو بھی گجرات میں لا بسایا۔ ہمارے گجرات میں قیام اور سابق پنجاب میں ملازمت کے حصول کے سلسلہ میں ان کی مساعی کا خاص حصہ تھا جوں جوں وقت گذرتا گیا ہمارے تعلقات زیادہ سے زیادہ گہرے ہوتے چلے گئے۔

حتی کہ ہم لوگوں کوانہوں نے کسی طور پر بھی یہ محسوس نہیں ہونے دیا کہ ہم یہاں مہاجر کی حیثیت سے آئے تھے اور بہت حدتک وطن اور وطن میں باقی ماندہ عزیزوں کی جدائی کے اثرات شاقہ کوزائل کرنے میں مدد کی۔ اس کے علاوہ ہر مشکل اور تکلیف کے موقعہ پر انہوں نے سخنے، قدمے، درمے امداد کی اور حقیقی برادرانہ سلوک سے ہم سب کو اپنا مرہون احسان بنائے رکھا ان کی یکلخت بے وقت اور خلاف توقع موت نے نہ صرف جماعت کو نا قابل تلافی نقصان پہنچایا ہے۔ بلکہ ہم سب کو جو محض ان کی ہی وجہ سے گجرات میں آباد ہوئے تھے۔ ایسا نا قابل برداشت صدمہ پہنچایا ہے۔ جس کا ازالہ مستقبل قریب میں ہونا ناممکن نظر آتا ہے۔

ان کے بچے ابھی تقریباً سب نابالغ ہیں۔ تعلیم بالکل نامکمل ہے۔ بچیوں کی شادیاں اورلڑکوں کے روزگار کا سوال بھی دور تک باقی ہے۔ اب سوائے خداتعالیٰ کے اور کیا سہارا ہوسکتا ہے اس ہی کے حضور دعا ہے۔ کہ وہ ان سب کا حامی وناصر ہو۔ اور غیب سے مدد فرمائے۔ تا یہ لوگ اپنے درخشندہ باپ کے صحیح معنوں میں جانشین ثابت ہوسکیں۔ اور مذہب اورقوم کے سچے خادم بنیں۔ آمین۔

ایک غیر احمدی عالم کے تاثرات

آہ ملک عبدالرحمن! دوست خوب آدمی تھے

ذیل کا مضمون مشہور اہلحدیث عالم جناب ابویحییٰ امام خان صاحب نوشہروی کا تحریر فرمودہ خط ہے جو انہوں نے اپنے رنگ میں جناب اخویم ملک مبارک احمد خان صاحب ایمن آبادی کے نام لکھا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔(ایڈیٹر)

میری ان کی ملاقات کی تقریب

میری طرف سے ان کی اور ان کے مسلک کی دشمنی سے شروع ہوئی۔ جو بعد میں ان کی محبت مگر ان کے مسلک کے معاملہ میں بدستور دشمنی پر قائم رہی۔ کاش اس بارہ میں اور شدت کی گنجائش ہوتی اور اے کاش خادم صاحب کی محبت میں اور ازدیاد ہو سکتا!

تقسیم وطن سے چودہ سال قبل مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں ''تحریک احمدیت'' کی باقاعدہ بنا رکھ دی گئی۔ ادھر سے باقاعدہ کام شروع ہو گیا ادھر سے احراری خیالات کے طلبہ نے بے قاعدگی سے استیصال شروع کر دیا۔ مولانا ظفر علی خان مرحوم کو دعوت دی گئی سید بخاری کو بلایا گیا اور یونیورسٹی کتاب قادیانی مذہب مرتبہ الیاس برنی کا عملی رخ بن گئی۔ آپ کے فرقہ کے سالانہ جلسہ سیرۃ النبیؐ کا اعلان ہوا۔ ہم لوگ پہلے سے منتظر تھے۔ جلسہ شہر کی مشہور عمارت لاٹل لائبریری میں ہونا تھا۔ احراری طلبہ نے کسی اشتہار کے بغیر یونیورسٹی کے ایک ایک فرد کو اطلاع کر دی۔ قرار پایا کہ جلسہ گاہ کے دروازے پر پکٹ لگائی جائے۔ احراری جلسہ میں سے کوئی صاحب عملاً گیٹ پر کھڑے نہ ہو سکے بخلاف ان کے آپ کے گروہ کے مشہور ممبر ڈاکٹر عنایت اللہ شاہ صاحب فریق مخالف پر نگرانی کے لئے آتے جاتے رہے۔ جلسہ گاہ کے

داخلہ کا ایک ہی گیٹ تھا۔جس پر پکٹ کے لئے مجھے نامزد کیا گیا۔قابل دید منظر تھا گیٹ سے باہر دور تک کالی شیروانی اور ٹرکش کیپ والے طالب علم کھڑے تھے اور ایک طرف بشری نظارے بازے تھے گیٹ پر صرف ایک طرف راقم السطور اور دوسری طرف عبدالسلام عمر ڈاکٹر عبدالرحمن نومسلم نیز دو ایک اور صاحب تھے۔پکٹ جاری رہی اتنے میں آپ کے سلسلہ کے واعظین تشریف لائے۔ان میں ملک عبدالرحمن صاحب خادم بھی تھے۔اس وقت تک ہم دونوں ایک دوسرے سے شناسا نہ تھے۔جلسہ اپنے پروگرام کے مطابق جاری رہا۔گیٹ پر سے پرندہ بھی ہوکر نہ گزرا صرف ایک شہری دیوار پھاند کر ہال میں گئے۔بعد میں انہوں نے مجھ سے معافی طلب کی۔

اس سے دس سال بعد

1941ء میں گجرات جانے کا اتفاق ہوا۔ممدوح کی مدوّنہ کتاب احمدیہ پاکٹ بک دیکھی۔ جو فنی طور پر نہایت سلیقہ سے مرتب کی گئی ہے۔ایسے باکمال مصنف سے ملاقات کے بغیر واپس جانا شیوہ انصاف سے بعید ہے پہلی ملاقات پر عرض کیا۔

''علی گڑھ کے آخری جلسہ سیرۃ میں جس شخص نے آپ حضرت کے مقاطعہ کیلئے پکٹ کی تھی وہ میں ہوں میرا عقیدہ اور عمل اب بھی اس انداز پر ہے لیکن آج آپ کی مولفہ کتاب احمدیہ پاکٹ بک دیکھ کر خیال گزرا کہ آپ جیسے صاحب فن کی ملاقات کے بغیر لوٹنا شیوہ انصاف سے بعید ہے۔

کتاب الف سے لے کر ی تک غلط سہی لیکن فنی طور پر اس میں کوئی سقم نہیں ملک صاحب آپ نے غضب ڈھا دیا۔''

ممدوح نے جلسہ اور سلسلہ کی کوئی بات نہیں کی مگر اس روز کا الفضل مجھے پورا سنا دیا جس

سے میں تلملا اٹھا دوسرے روز پھر حاضر ہوا آج بھی تازہ الفضل کا ایک ایک حرف سنا ڈالا تیسرے روز بھی یہی انداز! مجھے ان کی اس رفتار پر حیرت نہ تھی۔ کذالک یفعلون۔ تعجب اس پر تھا کہ اگر ان سے اس طرح سنتا رہا تو یہ مجھے کہیں کا رہنے نہ دیں گے؟ میں نے مولانا احمد یار خان صاحب سے ان کے مناظرہ کی طرح ڈال دی۔ مولانا مدح ہمارے عقیدہ میں بریلوی ہیں۔ باخبر! یہ مناظرہ ممدوح کی مسجد کے ایک حجرہ میں ہوا۔ مضمون یاد نہیں دونوں صاحبوں نے سلجھی ہوئی باتیں کیں! کہنا یہ تھا کہ یہاں بھی ملک صاحب کی رفتار کا یہی عالم دیکھنے میں آیا بلا تکان مصروف گویائی ہیں۔ اس سے پہلے ان کا ایک مناظرہ وزیرآباد میں مولانا مولوی ثناءاللہ صاحب امرتسری کے ساتھ سنا۔ مولانا ممدوح اپنے شکار کو گھیرنے میں بڑے ہوشیار تھے۔ یہ عمل یہاں بھی جاری تھا۔ خادم صاحب ان کی گرفت سے اس لئے نہ گھبرائے کہ وہ صرف اسی ایک موضوع پر گفتگوئے مناظرہ پر عمل پیرا رہے ورنہ مولانا امرتسری کے سامنے کس کے قدم جم سکتے تھے۔ آخر اس شعر پر جھگڑا ہو گیا ؎

بڑا مزہ ہو کہ محشر میں ہم کر شکوے
وہ منتوں سے کہیں چپ رہوں خدا کے لئے

اتنے میں مولوی ظفر علی خاں صاحب تشریف لے آئے اور ثالث کی حیثیت سے خادم صاحب کے دعویٰ پر خلاف ڈگری دی۔ گجرات کی ملاقاتوں میں ملک صاحب کی طرف سے تواضع کا ذکر قلم انداز کر دیا گیا ہے۔ اگرچہ وہ بھی تفصیل کا مقتضی تھا۔

ممدوح سے آخری ملاقات لاہور۔ جودھامل بلڈنگ کے اس جلسہ سے باہر ہوئی جس میں تقسیم کے بعد خلیفہ صاحب کی غالباً پہلی تقریر تھی یہ ملاقات تھی۔ وقت کے اعتبار سے مختصر مگر کیفیت کے لحاظ سے مسرت انگیز تھی۔ ملک صاحب مجھ سے کتابوں کے حصول کا تذکرہ فرمایا

کرتے۔ آج بھی یہی اذکار تھے۔ ایک مرتبہ نواب صدیق حسن خاں صاحب کی تالیف اقتراب الساعۃ کے لئے فرمایا یہ کتاب ہمارے سلسلہ کے ایک دوست محمد علی صاحب تارکش جے پوری کے پاس تھی۔ میں نے خادم صاحب کے نام بھجوادی اور خود جو قیمت تجویز کی ممدوح نے انہیں منی آڈر کر دیا۔

میں اپنے جن شناساؤں کے متعلق دریافت کرتا رہتا ہوں انمیں سے ملک صاحب ممدوح بھی ہیں ربوہ میں 1957ء کے جلسہ سالانہ کا پروگرام پڑھا تو ان کا نام نہ تھا۔لیکن جنوری میں احمد حسین صاحب ہیڈ کاتب الفضل سے یہ سن کر سکتہ ہو گیا۔ کہ ممدوح تو جلسہ کے دوران میں میو ہسپتال میں تھے اور یہیں انتقال فرمایا۔ (ابو یحییٰ امام خان نوشہروی یکم فروری 1957ء)

باب۔۔۔۔۔خادم صاحب شعراء کی نظر میں

حضرت ملک عبدالرحمٰن خادم صاحبؓ کی وفات پر جو صدمہ افراد جماعت احمدیہ کو ہوا اس کا اندازہ اس امر سے بھی ہوتا ہے کہ آپؓ کی وفات جانکاہ پر بے شمار جماعتوں اور ذیلی تنظیموں نے قرارداد ہائے تعزیت پاس کیں۔اور بیسیوں افراد نے آپ کی سیرت پر مضامین لکھے اور کئی اہل سخن نے آپ کی شان میں اور آپ کی یاد میں نظمیں بھی لکھیں۔ ذیل کی سطور میں کچھ نظمیں سپرد قلم کی جاتی ہیں۔

قارئین ان نظموں سے خادم صاحب کی خوب و نیک سیرت کا اندازہ لگا سکیں گے جو سیرت خصائل کو نمایاں کرنے والی ہیں۔

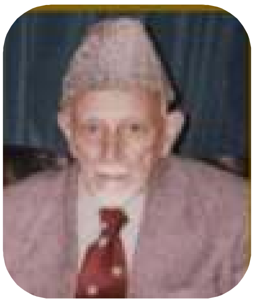

احمدیت کے نڈر جانباز خادم زندہ باد

جناب عبدالمنان صاحب ناہید

آہ خادم تو بھی آخر چل دیا سوئے معاد	نوحہ خواں ہے سال نو کی اولین شب کا سواد
پھر ترے غم سے نمایاں ہو گئے سینے کے داغ	شاخ گل کو آ گئی ٹوٹے ہوئے پھولوں کی یاد
کفر کی ہر ضرب تھی تیرے لئے وجۂ ثبات	یعنی اس سے پختہ تر ہوتا تھا تیرا اعتقاد
کتنی دلکش تھی تری تقریر بھی تحریر بھی	تیرا اسلوب بیاں اور تیری طرزِ انتقاد
ہے بہشتی مقبرہ شاہد ترے ایمان پر	حق تو یہ ہے مر کے بھی تو پا گیا اپنی مراد
مضطرب دل مرضئ مولا یہ راضی ہو گئے	اپنا بندہ لے گیا اپنے قریں رب العباد
غیر ممکن ہے کہ تجھ کو بھول جائے گی وہ قوم	عمر بھر جس نے تجھے دیکھا ہے مصروفِ جہاد

قوم کی تاریخ میں تو زندہ جاوید ہے

احمدیت کے نڈر جانباز خادم زندہ باد

تھا ترا کردار اسوہ نوجوانوں کے لئے

(جناب چوہدری علی محمد صاحب سرور بی۔اے۔بی ٹی)

قوم کی آنکھوں کا خادم تو جو تارا ہو گیا
اس لئے کیا جلد تو اللہ کو پیارا ہوگیا
خوش بیانی نے جو تیرے نطق سے پائی جلا
تیرے استدلال کا دشمن بھی قائل ہوگیا
عشق تھا تجھ کو جوانی میں علوم دین سے
تھا ترا کردار اسوہ نوجوانوں کے لئے
وقف تھا تیرا دل وسینہ صداقت کے لئے
سینہ باطل پہ تو نے وار جو پیہم کئے
وہ حیات اُخروی کا تیری ساماں ہو گئے
یاد تیری آہ خادم دل سے جاسکتی نہیں
مادر گیتی کبھی تجھ کو بھلا سکتی نہیں
تو گیا جنت میں رتبہ تیرا عالی ہوگیا
تیرے جانے سے مگر گجرات خالی ہوگیا

(بحوالہ الفرقان جنوری 1959ء خادم نمبر صفحہ 49)

محترم ملک عبدالرحمن صاحب خادم کی یاد میں

(مکرم شیخ نور احمد صاحب ایڈووکیٹ۔لاہور)

سوگیا زیر زمین گلشن کو کر کے سوگوار	وہ گل رعنا ریاض احمدیت کی بہار
حسن یوسف کی تجلی اس طرح اوجھل ہوئی	قوم کی آنکھیں ہیں اب تک اسکے غم میں اشکبار
خالد فضل عمر ! تیغ براہین خدا!	تو نثار احمدیت اورہم تجھ پر نثار
مٹ نہیں سکتا کبھی دل سے ترا داغ الم	رک نہیں سکتی کبھی ان آنسوؤں کی جوئبار
دم بخود ہے اک جہاں تیری جوانا مرگ پر!	تیرے غم سے سینۂ گیتی میں ہے اک خلفشار
موت پر تیری مگر اب تک یقیں آتا نہیں	کیا خزاں کا ہاتھ کرسکتا ہے سورج کو شکار؟
خدمت اسلام کا جذبہ تھا دل میں موجزن	ملت احمد کا تو خادم رہا دیوانہ وار
کھنچتی تھی بزم میں دل نرم گفتاری تری	پر دم تقریر تھا تو عزم تندواستوار
مصلح موعود کی افواج کے شیر جری!	تیرے آگے ہر معاند روبۂ زارو نزار
کاٹ دی تو نے دلائل سے حریفوں کی قطار	تو کہ تھا اعداء کے حق میں اک چمکتی ذوالفقار
لرزہ براندام روح کفر تیرے سامنے	موڑ کر رکھ دی تھی تو نے خنجر باطل کی دھار
ڈال دی تو نے صف اعداء میں بڑھ کر تھرتھری	اڑ گئے ساونت ھلیت سے تری مثل غبار
ہے تصور میں فروزاں وہ رخ انور ترا	نورافشاں خوش جمال وپر جلال وباوقار
ڈھونڈتی ہے چشم حیراں اورتو ملتا نہیں	زیست کے پہلو نظر آتے ہیں کچھ تاریک وتار
سوچتا ہوں ڈوب کر شاید ابھر آئے گا چاند	کیونکہ ہے یہ بھی تو رسم گردش لیل ونہار
ذہن بنتا ہے اگرچہ کتنے ان ہونے خیال	لوٹ کر آیا نہیں لیکن کوئی انجام کار
جنت فردوس میں خادم !نشیمن ہے ترا	ہو محافظ تیرے بچوں کا خدائے کردگار

سیرت کے چند متفرق پہلو

حضرت ملک عبدالرحمٰن خادم صاحب اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے نیک سیرت عالم دین اور زاہد شب بیدار ہونے کے علاوہ عاشق رسول تھے۔قرآن کریم سے آپ کو عشق تھا۔سلسلہ عالیہ احمدیہ کے فدائی تھے۔اطاعتِ خدا اور رسول اور خلفاء مسیح موعود میں اپنی مثال آپ تھے۔آپ کی بے مثال اور بے لوث خدمات کا تذکرہ پچھلے اسباق میں کچھ گزر چکا ہے۔مگر ان کو مکمل طور پر بیان کرنا ایک وقت طلب کام ہے۔ذیل کی سطور میں آپ کی زندگی کے صرف چند پہلو مختصراً درج کئے جاتے ہیں۔

اخلاق وعادات:: حضرت خادم صاحب ہمیشہ صاف ستھرے لباس میں ملبوس رہتے۔شلوار قمیض اور شیروانی اکثر پگڑی کے ساتھ پہنا کرتے تھے۔آپ کے بڑے بیٹے بیان کرتے ہیں کہ آپ کو تیز چلنے کی عادت تھی۔سائیکل بھی چلاتے تو تیز چلاتے تھے۔

خادم صاحب کے ایک گہرے دوست اور کلاس فیلو محترم بشیر احمد چغتائی صاحب تحریر کرتے ہیں کہ بچپن ہی سے پان کھاتے تھے۔شربت یا سوڈا واٹر بے حد برف ڈال کر خوب ٹھنڈا کر کے پیتے۔احمدیہ ہوسٹل کے زمانہ سے اور پھر اس کے یعنی سکول کے وقت سے ہی نظم لکھتے تھے۔واقعات کو دلچسپ پیرائے میں منظوم کر لیتے۔اگر کسی لڑکے سے پرخاش ہوجاتی تو پھر اس کی ہجو بھی لکھتے۔اور ہم جماعت لڑکوں کو اکٹھا کر کے فرصت کے وقت میں سناتے اور خاصہ مشغلہ ہوجاتا۔ایک زمانہ میں کچالو کھانے کا بہت شوق ہوگیا تھا۔بعض اور دوست کچالو کھانے کے شوقین تھے۔ان کے ساتھ مل کر بہت کچالو کھایا کرتے۔مٹھائی میں برفی بہت پسند تھی۔مچھلی بھی بڑے شوق سے کھاتے تھے۔احمدیہ ہوسٹل کے زمانہ میں موری دروازہ لاہور کے باہر باغ میں مختلف قسم کے مذہبی خیالات کے لوگ شام کے وقت اکٹھے

ہوجایا کرتے۔اس میں دہریہ بھی ہوتے آریہ اور سناتن دھرمی بھی خادم صاحب اکثر اس مجلس میں شامل ہوتے اور خوب بحث مباحثہ رہا کرتا۔اور بعض اوقات اچھا خاصا مجمع ہوجایا کرتا۔

مجھے ایک مثال بھی یادنہیں کہ خادم صاحب سے کسی نے احمدیت پرکسی اعتراض کا جواب پوچھا ہو۔اور انہوں نے کہا ہو کہ مجھے ابھی فرصت نہیں یا موقع نہیں یا پھر کسی وقت آیئے۔ طبیعت میں شگفتگی تھی اور بعض محاورات کو مزاحیہ رنگ دے کر اسے بار بار دھراتے تو ایک مذاق بن جاتا اور پھر دوسرے بھی اس کی نقل کرتے لگتے۔مثلاً یہ کہنا کہ میں طبیعت صاف کردوں گا۔اس کی بجائے کہتے کہ میں طبیعت کپڑ چھان کردوں گا وغیرہ۔نظم خود کہہ لیتے تھے۔مگر میں نے کبھی ان کو اپنی نظموں کا ریکارڈ رکھتے ہوئے نہیں دیکھا۔البتہ اکثر اپنی دینی نظمیں الفضل وغیرہ میں شائع کروادیا کرتے۔(الفرقان خادم نمبر جنوری1959ء)

انتہائی صابر: خادم صاحب میں صبر کا مادہ انتہا کی حدتک تھا۔آپ کے بھائی فضل الرحمٰن کی وفات پرآپ کی طرف سے شائع شدہ مضمون اس بات کو ظاہر کرتا ہے۔قارئین کے لئے وہ مضمون نیچے درج کیا جاتا ہے۔آپ لکھتے ہیں کہ

”میرا پیارا بھائی فضل الرحمٰن 25 ستمبر 1934ء ساڑھے16 سال کی عمر میں پانچ مہینے کی بیماری کے بعد ہم سے ہمیشہ کے لیے جدا ہوگیا۔ **انا للہ وانا الیہ راجعون** میں ناظر صاحب دعوت وتبلیغ کے ارشاد کے مطابق ایک تبلیغی سفر پر بنگلور گیا ہوا تھا۔وہاں 19 کو ابا جان کا تار مرحوم کی تشویش ناک علالت کی خبر پر مشتمل موصول ہوا۔مناظرہ کے بعد 20 کو وہاں سے روانہ ہوا۔منہاد لائن طغیانی کی وجہ سے شکستہ تھی اس لیے بمبئی کے رستہ 25 ستمبر کو 11 بجے کی گاڑی سے گجرات پہنچا۔میرا پیارا بھائی میرا انتظار کر کر کے میرے آنے سے چند گھنٹے قبل نماز فجر کے وقت اپنے مالک حقیقی کے پاس چلا گیا۔میرا انتظار 24، 25 کی درمیانی

رات کو ساڑھے گیارہ بجے کی گاڑی سے تھا۔ جب ساڑھے گیارہ بج گئے تو عزیز نے اماں جان سے پوچھا۔کیا وقت ہے؟ انہوں نے بتایا ساڑھے گیارہ ہیں تو کہا بھائی جان نہیں آئے اور خاموش ہو گیا۔ چار پانچ دن اپنی وفات سے قبل ابا جان سے پوچھا آج کیا تاریخ ہے انہوں نے فرمایا 19 تو کہا بھائی جان نہیں مل سکتے۔ عین وفات کے وقت ابا جان نے پوچھا بھائی جان کو کوئی پیغام دینا ہے تو کہا میرا السلام علیکم پہنچا دینا۔

دنیا میں اپنے دوست واحباب اور رشتہ داروں میں سے ہر انسان کو کوئی نہ کوئی خاص طور پر پیارا ہوتا ہے۔ میرے اس پیارے بھائی کو تمام دنیا میں میں پیارا تھا۔ جس قدر پیار و محبت جذب اطاعت اور غفور فرمانبرداری اسے مجھ سے تھا وہ انتہا کو پہنچا ہوا تھا میری تبلیغی سرگرمیوں اور مذہبی شوق کے لحاظ سے فضل الرحمن مجھے اپنے لیے نمونہ سمجھتا تھا میری ہر ہدایت کو پوری فرمانبرداری سے مانتا تھا اسے مجھ سے بے انتہاء محبت تھی اور سلسلہ سے عشق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا یہ ننھا سا نہایت پرجوش مبلغ تھا تبلیغ کے لیے شہر سے باہر دیہات میں گرمی کے موسم میں پیدل جاتا، تبلیغ میں دشمنان حق سے ماریں کھاتا۔ مگر ہمیشہ خندان وفرحان آتا۔ گجرات میں مذہبی کانفرنسوں میں جماعت کی طرف سے مضمون لکھ کر پڑھتا تقریریں اور مباحثے کرتا۔

اس سال میٹرک کا امتحان اچھے نمبروں سے پاس کیا تھا۔ یوم التبلیغ (پانچ مارچ) کو جب میں گجرات آیا۔ تو وہ تبلیغ میں مصروف تھا میں نے کہا کہ امتحان میں تھوڑے سے دن باقی رہ گئے ہیں اتنے دن محنت کرلو اور امتحان سے فارغ ہو کر پھر تبلیغ کرنا۔ اس وقت اس نے حسب معمول اچھا کہا اور سکول کی پڑھائی میں مشغول ہو گیا۔ امتحان سے فارغ ہوتے ہی بیمار ہو گیا اور تبلیغ کے تمام ارادے دل ہی دل میں رہ گئے۔

آخری دنوں میں جب بھی کسی نے اس سے اس کی حالت پوچھی۔ تو یہی جواب دیا بس بھائی جان کا انتظار ہے۔ جب میں 25 کو بنگلور سے واپس گھر پہنچا۔ تو اس پیارے پھول کا کملایا ہوا پیارا چہرہ جس سے اس وقت بھی تبسم عیاں تھا۔ مجھ سے بزبان حال کہہ رہا تھا۔

جب مر گئے تو آئے ہمارے مزار پر
پتھر پڑیں صنم تیرے ایسے پیار پر

اے حلیم وخبیر خدا تو جو دلوں کے بھید جاننے والا ہے تو جانتا ہے کہ فضل الرحمٰن احمدیت کا پروانہ تھا اور تیرے دین کی تبلیغ کو ہی اپنی زندگی کا نصب العین سمجھتا تھا۔ اس کے لیے ہر قسم کی قربانی کرتا تھا۔ اے خدا تو یہ بھی جانتا ہے کہ ہمارا دنیوی لحاظ سے اکیلا گھر جس کے چاروں طرف دشمن ہی دشمن ہیں۔ بڑے سے لے کر چھوٹے تک سب تیرا ہو چکا ہے۔ تیرے لیے ہاں محض تیری ہی رضا کے لیے ہم نے تمام دنیوی رشتوں کو منقطع کیا۔ بس اے پیارے خدا تو اس چھوٹے سے گھر پر اپنے خاص فضل کر اور اسے ہر رنگ کی ترقی عطا کر۔

اے محسن خدا! اپنی رحیمیت کے صدقے ہم سے راضی ہو جا۔ ہمیں اپنا بنا لے۔ ہمارے گناہوں، کمزوریوں، کوتاہیوں اور غفلتوں کی پردہ پوشی فرما اور فضل الرحمٰن کی موت کو ہمارے لیے بشر الصابرین کے مفہوم کے مطابق رحمت وبرکت کا موجب بنا۔ آمین۔

حزین۔ ملک عبدالرحمٰن خادم گجراتی (الفضل 19 اکتوبر 1933ء صفحہ 10)

خلیفۃ المسیح سے تعلق:: حضرت خادم صاحب نے اپنی مختصر زندگی حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے دور میں گزاری اور حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ سے تعلق کا اندازہ درج ذیل واقعہ سے لگایا جا سکتا ہے۔ خادم صاحب کے بڑے بیٹے ملک عبدالباسط صاحب بیان کرتے ہیں۔ ''ایک دفعہ خاکسار (عبدالباسط) کو شدید ٹائفائڈ تھا اور بہت بُری حال تھی۔

قادیان سے حضور کا پیغام موصول ہوا ابّا جی کو کہ جلدی قادیان پہنچو۔ سب نے بہت روکا کہ حضور کو پیغام بھیج دیں کہ باسط کی حالت بہت خراب ہے۔ اس لئے معذرت کر لیں۔ مگر ابّا جی (خادم صاحب) نے کسی کی بھی نہ سُنی اور حضور کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ اور حضور کی خدمت میں عرض کی'' حضور! باسط بیمار ہے آپ دعا کریں۔'' حضور نے فرمایا وہ ٹھیک ہو جائے گا آپ بےفکر ہو جائیں۔ اُس وقت ابّا جی کو تسلی ہو گئی کہ اب مَیں ٹھیک ہو جاؤں گا۔ چنانچہ اسی طرح ہوا کہ جب ابا جی گھر پہنچے تو میں بالکل ٹھیک ہو چکا تھا۔''

پھر عبدالباسط اپنے ایک مضمون میں لکھتے ہیں کہ:

''گو آپ (خادم صاحب) پیدائشی احمدی تھے لیکن 1916ء میں یعنی چھ سال کی عمر میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے دستِ مبارک پر بیعت کی۔ فرمایا کرے تھے کہ اس کے بعد میں نے کئی دفعہ بیعت کی ہے۔۔۔۔ آپ کا ذرّہ ذرّہ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ اور احمدی کی محبت میں سرشار تھا۔ دل میں احمدیت اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے لئے بڑی غیرت تھی۔ جو لوگ فتنہ منافقین میں شامل ہوئے اُنہیں کبھی دیکھنا گوارا نہ کیا۔ فرماتے تھے جو میرے امام حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح کا نہیں وہ خادم کا بھی نہیں۔۔۔۔۔''

(روزنامہ الفضل ربوہ 2 مارچ 1958ء)

دینی غیرت اور عشق رسول و مسیح موعودؑ

خادم صاحبؓ کو جماعت کی اتنی غیرت تھی کہ آپ کبھی یہ برداشت نہیں کرتے تھے کہ کوئی جماعت پر یا حضرت صاحب علیہ السلام پر کوئی اعتراض کرے اور ہماری طرف سے اس کو تشفی طلب جواب نہ مل سکے۔ اسی قسم کا ایک واقعہ آپ کے بڑے بیٹے کے ساتھ پیش آیا۔ چنانچہ آپ کے بیٹے عبدالباسط کچھ اس طرح واقعہ کا ذکر کرتے ہیں۔

''ایک دفعہ یہ خاکسار جب میٹرک میں زیر تعلیم تھا۔ اسکول سے واپس گھر آرہا تھا۔ راستے میں کسی غیر احمدی نے مجھ سے محمدی بیگم کے مسئلے کے متعلق سوال کیا اور حضرت صاحب پر اعتراض کیا۔ مجھے اس کا جواب نہیں آتا تھا۔ میں نے اس کو کہا کہ میں آپ کو کل اس کا جواب دوں گا۔ میں گھر پہنچا اور رات کو ابا جی سے اس کا ذکر کیا۔ ابا جی نے جب یہ سنا کہ میں کوئی جواب نہ دے سکا۔ تو اس زور سے خاکسار کو تھپڑ مارا کہ میری آنکھوں میں آنسو جاری ہو گئے اور کہا کہ تم کسی یہودی کے گھر کیوں نہیں پیدا ہو گئے۔ اس کے بعد جب آپ کا غصہ کچھ ٹھنڈا ہوا تو مجھے بلا کر پیار و شفقت سے سارا مسئلہ سمجھایا اور محمدی بیگم والے مسئلے کے متعلق جو اعتراض ہو سکتے تھے سب واضح کیے۔ اگلے دن پھر صبح کے وقت مجھے سارا مسئلہ دہرانے کو کہا۔ جب سارا مسئلہ میں اچھی طرح بیان کر دیا تو پھر آپ کو تسلی ہوئی وہ دن اور آج کا دن میں یہ مسئلہ کم از کم کبھی بھی نہیں بھولا۔''

اسی طرح آپ کے بیٹے باسط صاحب نے ایک واقعہ بتایا کہ 1946ء میں ایک متعصب ڈی سی ہمارے علاقے میں تعینات ہوا اس نے ایک مرتبہ رسول کریم ﷺ کی شان میں گستاخی کی۔ ابا جی نے جب سنا تو اس کے پاس گئے اور اس کو تھپڑ مارے اس کے بعد ڈی سی نے کبھی کوئی اس طرح کی حرکت نہیں کی۔

جس طرح خاکسار نے پہلے بھی ذکر کیا ہے کہ خادم صاحب شروع سے جماعت کے متعلق اعتراض برداشت نہیں کرتے تھے اور ہر جگہ فوراً جوابی حملے کے لیے تیار ہو جایا کرتے تھے۔ چاہے جیسا بھی موقع ہو آپ پیچھے نہیں ہٹتے تھے۔ ایک دفعہ جب کہ آپ ابھی سکول میں ہی پڑھتے تھے۔ عیسائی مشہور پادری عبدالحق خادم صاحب کے اسکول میں آئے اس نے عیسائیت پر ایک زوردار لیکچر دیا۔ لیکچر کے بعد خادم صاحب نے مختلف سوالات کیے جن سے

وہ گھبرا گیا اور تنگ آ گیا اور بالآخر وہاں سے فرار ہونے میں ہی اپنی عافیت جانی۔اس وقت خادم صاحب نے یہ محاورہ دہرایا" لیس لسوڑے دی تے آ کڑ چوڑے دی۔"

اسی طرح جب آپ ایم اے عربی کے لیے لاہور میں کالج (Oriental collage) میں پڑھتے تھے اور ہوسٹل میں رہائش پذیر تھے۔رات کو اکثر نیلے گنبد کے چوک میں چائے پینے جایا کرتے تھے۔ایک دفعہ جب کہ آپ چائے پینے گئے تو دیکھا کہ وہاں مولانا ظفر علی خان جلسہ میں تقریر کر رہا تھا۔اپنی دلچسپی کے باعث خادم صاحب اس کی تقریر سننے لگے۔ تقریر کے دوران مولانا ظفر علی خان نے جماعت پر کوئی اعتراض کیا۔اس پر خادم صاحب اسٹیج کے پیچھے سے اوپر چڑھ گئے اور فرمایا کہ مولوی صاحب آپ جھوٹ بول رہے ہیں۔ جو کچھ آپ نے کہا ہے اس کا حوالہ پیش کریں اس پر حاضرین جلسہ بھی اور مولوی صاحب بھی مبہوت ہو گئے۔اس وجہ سے خادم صاحب کو پولیس پکڑ کر لے گئی۔آپ کو کچھ دن حوالات میں رہنا پڑا۔جس کے نتیجے میں آپ کا ایک پیپر رہ گیا۔

اطاعت امام:: اطاعت امام کا ایک واقعہ تو پہلے بھی گزر چکا ہے مگر یہاں خاکسار ایک اور دلچسپ واقعہ کا ذکر کرنا چاہتا ہے جو کہ آپ کے پسر اکبر عبدالباسط صاحب نے بیان کیا۔

ایک مرتبہ مولانا ظفر علی خان تقریر کر رہے تھے۔خادم صاحب اور آپ کے کچھ ساتھی بھی وہاں پہنچ گئے۔مولانا کچھ اعتراض جماعت کے متعلق کیے۔خادم صاحب اور آپ کے ساتھیوں نے نعرے لگانے شروع کر دیے۔کہ مولانا ظفر علی خان جھوٹ بولتے ہیں اور اس قدر نعرے لگائے کہ مولانا نے اپنی تقریر ختم کی اور گھر کی طرف روانہ ہو گئے۔اب کیفیت کچھ یوں تھی کہ سڑک کے ایک طرف تو خادم صاحب اور آپ کے ساتھی نعرے بازی کرتے جا رہے تھے اور دوسری طرف مولانا ظفر علی خان صاحب جا رہے تھے یہاں تک کہ مولانا

ظفر علی خان کا گھر آ گیا اور وہ اپنے گھر میں چلے گئے خادم صاحب نے اگلے دن خوشی خوشی اس بات کی رپورٹ حضرت صاحب کی خدمت میں خط کے ذریعے پہنچائی۔ کچھ دن بعد حضرت صاحب کی طرف سے جواب آیا کہ آپ (خادم صاحب) نے یہ بہت نازیبا حرکت کی ہے۔ آپ کو اس طرح نہیں کرنا چاہیے تھا۔ کچھ بھی ہو مولانا ظفر علی خان صاحب آپ سے بڑے ہیں۔ آپ کو چاہیے کہ ان کے پاس جائیں اور اپنی حرکت کی معذرت کریں۔ خادم صاحب کو خط پڑھ کر بہت فکر لاحق ہوگئی کہ حضرت صاحب ناراض ہو گئے ہیں۔ آپ اسی وقت اٹھے اور مولانا ظفر علی خان صاحب کے گھر ان سے معذرت کرنے گئے۔ مگر مولانا ظفر علی خان نے آپ سے ملنے سے انکار کر دیا۔ خادم صاحب متواتر تین دن اس کے پاس جاتے رہے اور دل میں یہ خیال کہ حضرت صاحب ناراض ہیں۔ آخر آپ چوتھے دن ان کے پاس گئے اور پیغام بھیجا کہ مجھے حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح نے بھیجا ہے تاکہ میں آپ سے اس دن کے واقعے کی معذرت کرلوں۔ مولانا ظفر علی خان نے جب یہ سنا تو بلا کر کہا کہ۔ ”یہ صحابہ والا کردار مرزا محمود میں ہی پایا جاتا ہے۔“

حلقہ احباب:: خالص دوستی کا جذبہ ایک ممتاز شرف ہے اور انسانیت کا زیور خودغرض نہ کسی کا دوست ہے اور نہ وہ دوستی کے قابل خادم صاحب دوستی کے معاملہ میں ایک رقیق القلب اور رنگ پرور انسان تھے۔ ابتدائی طالب علمی زمانہ سے آخر تک اپنے کریم دوستوں کے ساتھ پل کا تعلق یکساں خلوص و بے تکلفی کا تھا۔ راجہ علی محمد صاحب تحریر فرماتے ہیں

کسی کے جذبہ دوستی کی حقیقی قدر و منزلت کا حال تب کھلتا ہے۔ جب وہ اپنی نہ زندگی کا ابتدائی طالب علمی کا دور طے کر کے مروجہ تمدن کی مختلف المدارج سوسائٹی میں داخل ہوتا ہے۔ اگر اپنی اس نئی منزل میں بھی اس کا سلوک سوسائٹی کی طبقاتی تقسیم کے علی الرغم اپنے قدیم

ہمجولیوں اور ہم نشینوں سے دیسا ہی رہتا ہے۔جیسا کہ ان سے کبھی پہلے تھا۔تو پھر سمجھو کہ وہ شخص حقیقی دوستی کے جذبہ کا امین ہے اس معیار پر اگر خادم صاحب کی دوستی کو جانچا جائے ۔تو صاف نظر آئے گا۔کہ ان کا زیادہ یگانگت اور خیر سگالی کا تعلق ایسے مخصوص دوستوں سے تھا جو بظاہر سوسائٹی کی طبقاتی تقسیم میں کسی جہت سے ان سے نچلے طبقہ میں تھے۔کیونکہ خادم صاحب ان کی خاطر داری کا خیال اور دلداری کا اہتمام اب بھی اسی طرح کرتے تھے۔جیسا کہ ماضی کے بعید ایام میں۔

دوستانہ ہواخواہی کا سرچشمہ دل ہے۔اور وہاں تک ایک غیر کی نظر کو خواہ وہ کتنی ہی تیز اور سریع کیوں نہ ہو۔قابل اعتبار رسائی نہیں۔اس لئے میں حالات چشم دید کی بناء پر ان کے دوستوں میں کوئی قابل اعتبار تقسیم تو نہیں کرسکتا۔مگر یہ میں کہہ سکتا ہوں کہ یہ جو بظاہر ان کے دوستوں کا حلقہ بہت وسیع نظر آتا ہے(الفرقان خادم نمبر جنوری 1959ء)

حلقہ ادب :: خادم صاحب کو ادب سے اور شعر وشاعری سے شروع سے لگاؤ تھا۔ اپنے اس شوق کو پورا کرنے کے لیے وقفے وقفے سے ادبی محفلیں بھی منعقد کراتے رہتے تھے۔ایک 15 روزہ اخبار ''پیام'' کے یکم ستمبر 1956ء میں ہونے والے شمارے میں خادم صاحب کے متعلق لکھا ہے کہ ''خادم صاحب کو شعر وشاعری سے بھی مس ہے۔ 1946ء میں انہوں نے گجرات میں آل انڈیا مشاعرہ منعقد کرایا .... خادم صاحب نے 1938ء میں حلقۂ ادب بھی قائم کیا جس کے وہ صدر تھے۔''

مکرم راجہ غالب صاحب بیان کرتے ہیں کہ فیض احمد فیض، ایم ڈی تاثیر اور دوسرے مشہور شعراء وادیب اکثر خادم صاحب کے گھر آتے تھے اور خادم صاحب کی شاعری کو بہت پسند کرتے تھے۔

بانگ دہل :: مشہور مزاحیہ شاعر استاد امام الدین گجراتی کو ادبی دنیا میں متعارف کرانے والے بھی خادم صاحب تھے اس کی تفصیل کچھ اس طرح ہے کہ خادم صاحب نے ایک تقریب میں استاد امام الدین کو دیکھا اور ان کے برجستہ شعر اور فی البدیہ شعر کہنے کی عادت خادم صاحب کو بہت پسند آئی۔ اس کے بعد سے خادم صاحب نے ان کو مختلف مجالس میں بلانا شروع کر دیا اور آہستہ آہستہ ان کو عوام سے پذیرائی ملنا شروع ہو گئی۔ پھر خادم صاحب نے کچھ عرصہ بعد ان کا ایک شعری مجموعہ ترتیب دیا جس کا نام بانگ دہل رکھا گیا اور جگہ جگہ اس کتاب میں حاشیہ لکھے اور وضاحتیں بھی لکھیں۔ اس کتاب کا دیباچہ بھی خادم صاحب نے ہی لکھا۔

دیباچہ کا کچھ نمونہ دلچسپی کے لیے پیش خدمت :۔

''دنیا میں ہزاروں نامور پیدا ہوئے لاکھوں باعزت بازی شان ہستیاں عالم غیر محسوس سے منصۂ شہود پر آئیں .... مگر یہ حقیقت ہے کہ حضرت استادوالاشان جناب نازسخن بانی ادب، استاد الشعراء، امام الشعراء طوطی سخن حضرت استاد امام الدین صاحب ایم اے بی اے ایل ایل ڈی پی ایچ ڈی اعزازی جیسا شاعر آج تک نہیں پیدا ہوا............ یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ اس وقت جب کہ بانگ دہل کا دوسرا ایڈیشن شائع ہو رہا ہے۔ استاد صاحب کے القاب میں بعض اور القابات کا اضافہ ہو کر استاد صاحب پی ایچ ڈی (فاضل ڈگری) اے ایس ایس (A.S.S) یعنی افسر شعر و شاعری اور یو ایس اے (U.S.A) یعنی استاد شعراء عالم بھی ہو چکے ہیں..................'' یہ 25 صفحات کا دیباچہ خادم صاحب کی شگفتہ مزاجی کی ایک جھلک دکھاتا ہے جو کہ پڑھنے کے لائق ہے۔

استقلال طبیعت :: خادم صاحب راسخ العزم پختہ مزاج اور مستقل طبیعت کے انسان تھے اگر ہم یہ کہیں کہ وہ اپنی دھن کے پکے تھے تو شاید یہ کہنا ان کی طبیعت کے متعلق زیادہ

صادق الحال ہوگا میں یہاں ان کی طبیعت کے استقلال کا ایک واقعہ جو بہت کے لیے سبق آموز ہے۔ بیان کرتا ہوں۔ خادم صاحب کے والد بزرگوار حضرت ملک برکت علی صاحب 1951ء میں فوت ہوئے تھے۔ وہ حضرت مسیح موعودؑ کے صحابی اور موصی تھے۔ ان کی وصیت کا حساب ان کی وفات پر فوراً بے باک کر دیا گیا تھا۔ لیکن باوجود اس کے خادم صاحب نے اپنی اس خواہش کے تابع کہ اپنے والد مرحوم کی قبر پر ان کو دعا کرنے کا موقعہ حاصل رہے۔ ان کی میت کو اماناً صندوق میں گجرات میں ہی دفن کرایا اور قبر اندر سے پختہ اینٹوں کی اس طرح محرابی بنوائی گئی کہ صندوق کو ممکن طور پر کم نقصان پہنچے اور جب میت قادیان مقبرہ بہشتی میں دفنانے کے لیے جانی ہو تو بآسانی وہ قبر سے برآمد ہو سکے۔

اس کے بعد سال 51ء سے اپنی وفات تک ان کا بلا تساہل اور بلا بھول چوک یہ معمول رہا کہ سوائے کسی اشد مجبوری کے وہ ہر جمعہ پڑھانے کے بعد براہ راست بلا لحاظ شدت موسم پہلے وہ قبرستان جاتے اور اپنے والد مرحوم کی قبر پر دعا کر کے واپس گھر لوٹتے۔

(الفرقان خادم نمبر جنوری 59ء صفحہ 37)

تربیت اولاد کے اصول:: مکرم عبدالباسط صاحب ابن خادم صاحب بیان کرتے ہیں کہ ابا جی نے ہماری بہترین تربیت کی اس لحاظ سے کہ خود نمونہ بن کے دکھایا اور پھر ہم سے عمل کرایا۔ آپ کے اصولوں میں سرفہرست یہ بات داخل تھی کہ ہم کو پانچ وقت نماز پڑھنے کا عادی بنایا جائے۔ صبح کالج جانے سے پہلے یا سکول جانے سے پہلے ہر ایک بچے کا جیب خرچ اس کی ٹیبل پر ہوتا تھا۔ مگر اس کو لینے کے لیے شرط یہ ہوتی تھی کہ اس سے پہلے دن کی پانچ وقت نمازیں پڑھنی ہوتی تھی جو نماز نہیں پڑھتا تھا اس کو جیب خرچ بھی نہیں ملتا تھا۔

دوسری بات یہ ہوتی تھی کہ آپ ہمیشہ سختی کے ساتھ اس بات کا انتظام کراتے تھے کہ کوئی بچہ بھی مغرب کے بعد گھر سے باہر نہ جائے۔ خواہ جماعتی کام ہوں مغرب سے پہلے کر لیے

جاتے تھے۔مگر مغرب کے بعد باہر جانے کی ہرگز اجازت نہ تھی اور اس کی وجہ تب سمجھ آئی جب اپنے بچے ہو گئے۔

نصائح:: ہمیشہ ایک ہی بات کی نصیحت فرماتے تھے کہ تم احمدی ہو اور ہر احمدی کا کام ہے کہ وہ خلیفہ وقت سے تعلق رکھے۔تم کبھی بھی اپنا تعلق خلیفہ سے ختم نہ ہونے دینا۔

کھیل کے میدان میں:: خادم صاحب اگرچہ اکثر اور عموماً کثیر المشاغل رہا کرتے مگر پھر بھی آپ کبھی نہ کبھی موسم،طبیعت اور ماحول کے مطابق کرکٹ کے لیے وقت نکال ہی لیتے تھے۔کھیلوں میں سے کرکٹ آپ کا پسندیدہ کھیل تھا۔آپ اگرچہ زمانہ طالب علمی میں ہاکی، فٹبال اور والی بال بھی کھیلتے رہے۔مگر بعد میں آپ نے کرکٹ کو اپنا پسندیدہ کھیل بنالیا۔

''پیام''اخبار اپنے ایک شمارے میں لکھتا ہے۔

''زمانہ طالب علمی سے ملک صاحب کرکٹ کے کھلاڑی تھے۔آج کل بھی (یہ 56ء کا ذکر ہے) گجرات جم خانہ کلب کے کپتان ہیں۔(پندرہ روزہ ''پیام'' یکم ستمبر 1956ء)

1956ء کے جلسہ سالانہ میں خادم صاحب نے ربوہ اور گجرات کا میچ بھی arrange کیا۔مگر کسی وجہ سے گجرات کی ٹیم نہ پہنچ سکی۔لیکن خادم صاحب نے آپس میں لڑکے تقسیم کر کے میچ منعقد کرایا۔مشہور کرکٹر محمد حنیف آپ کے بہت اچھے دوست رہے ہیں۔خادم صاحب اکثر حنیف محمد کی پریکٹس کرایا کرتے تھے۔وفات سے چار ماہ پہلے حنیف محمد خادم صاحب کے گھر بھی ہفتہ عشرہ قیام کر کے گئے تھے۔(الفرقان خادم نمبر جنوری 56ء صفحہ 43)

خادم صاحب سخت جان تھے۔کبڈی بھی کبھی کھیلا کرتے تھے۔کلائی پکڑتے تھے اور کہتے تھے کہ ''چابی گواچ گئی اے تالا نئیں کھلدا'' یعنی چابی گم ہوگئی ہے اور تالا نہیں کھلتا۔

آپ اکثر دوسرے شہروں میں بھی کرکٹ کے میچ کھیلنے جایا کرتے تھے اور جہاں بھی جاتے اپنا فرض یعنی تبلیغ کرنا کبھی نہ بھولتے کسی نہ کسی رنگ میں بات چھیڑ دیتے تھے۔

باب۔۔۔۔۔۔خادم صاحب بحیثیت شاعر

خادم صاحب ایک بہت ہی سوجھے ہوئے شاعر بھی تھے۔آپ کی شاعری میں جہاں نوجوان نسل کے لیے نصائح بیان ہوئیں۔وہاں آپ نے اپنی شاعری کے ذریعے اپنی زندگی کا نچوڑ لوگوں تک پہنچایا ہے۔ویسے آپ کا کوئی مجموعہ کلام نہیں ملتا نہ ہی کوئی ایسا ہے مگر آپ وقتاً فوقتاً جماعتی نظمیں اور غزلیں الفضل وغیرہ میں چھاپنے کے لیے بھیجتے رہتے تھے۔ان میں سے چند قارئین کی دلچسپی کے لیے لکھی جائیں گی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کی شان

مرے پیارے مسیحا کے خلیفہ	خلیفہ خدا نے آپ کو بخشی ہے عزت
تمہی ہو نا خدائے احمدیت	تمہی ہو فخرِ نام آدمیت
خدا کے فضل سے فضل عمر ہو	مسیح کے حسن اور احسان کی صورت
تمہی ہو مصلح موعود احمد	خدا نے دی تھی جس کی خود بشارت
خدا کے ہاتھ سے ممسوح ہوئے ہو	کان اللہ نزل کی تم ہو صورت
جہاں کے ہاتھ سے مقہور قومیں	تمہارے ہاتھ سے پائیں گی برکت
''علوم ظاہری اور باطنی'' بھی	خدا نے کردیئے تم میں ودیعت
یہ ''نور آتا ہے نور" اس نے کہا ہے	خلافت کی عطا کی جس نے خلعت
تمہاری ہر ادا میں خشیت اللہ	تمہارے ہر سخن میں ایک جدت
تمہارے لب سے جھڑتے ہیں موتی	یہ دنیا بھی نہیں ہے جن کی قیمت

نصیب دشمنانِ ذلت رہے گی	قیامت تک تمہیں حاصل ہے رفعت
مٹا وہ جس کو ہے تجھ سے عداوت	بنا وہ جس کو ہے تجھ سے محبت
مسیح پاک کے لخت جگر ہو	تری سیرت مسیحا کی ہے سیرت
تمہی ہو " یاد گار " مہدی حق	ولیٔ نعمت اللہ کی بشارت
تری قرآن دانی بے بدل ہے	ترا تقویٰ ہے تفسیر شریعت
’’بڑے‘‘ تھے جو کئی چھوٹے ہوئے ہیں	کئی چھوٹوں نے حاصل کی فضیلت
کئی اچھے ہوئے ’’بیماریوں سے‘‘	ہے تیرے ساتھ ’’روح الحق کی برکت‘‘
اسیروں کی بھی کی ہے ’’رستگاری‘‘	’’کناروں تک‘‘ ’’زمیں کے‘‘ پائی شہرت‘‘
’’بشیر الدین ‘‘اور ’’فخر رسل‘‘ ہو	مبارک کام اور محمود سیرت
تجھے حق نے دیا ہے فہم کامل	ہے مشہور جہاں تیری ذکاوت
ہے دل میں علم اور لب پر تبسم	ہے تیرے ’’عزم‘‘ کی دشمن پہ ہیبت
ہوئے میں ’’تین‘‘ بھائی چار تجھ سے	بڑے بھائی نے کی جب تجھ سے بیعت
تجھے شان و ’’شکوہ‘‘ حق نے عطا کی	ملی ہے تجھ کو ’’عظمت اور دولت"
مبارک تھا ترا لندن سے آنا	عطا کی حق نے ’’دو شنبہ‘‘ کو برکت
بدیر آمد ’’زراہ دور‘‘ آمد	ہوئی معلوم تیری حق سے قربت
وہ ’’ہو گا ایک دن محبوب میرا‘‘	مسیحا کو یہ حق نے دی بشارت
’’دکھاؤں گا کہ اک عالم کو پھرا‘‘	’’کروں گا دور‘‘ میں ’’اس منہ سے ظلمت
’’مسیحی نفس‘‘ اور نور مجسم	تو اپنے ساتھ لایا " فضل و رحمت

تمہاری جوتیوں کا ایک خادم	نہیں ہے جس کی قسمت میں مسرت
ہے تشنہ کام اک نظر کرم کا	کہ تا چھٹ جائے رنج وغم کی ظلمت
میرے آقا دعا کیجیے خدا سے	کہ مجھ کو نفس پر حاصل ہو قدرت
رہے ہر دم مری آنکھوں کے آگے	مسیحائے زماں کی یہ نصیحت

”کرو توبہ کہ تا ہو جائے رحمت

دکھاؤ جلد تر صدق و انابت“

(الفضل 12اپریل1934صفحہ6)

سیدنا محمود ایدہ اللہ تعالیٰ

جس کا حق ہم زبان ہے پیارے	تو ہی وہ راز دان ہے پیارے
نام محمود کام بھی محمود	صاحب عز و شان ہے پیارے
مومنوں کا امام اور ہادی	فاتح و کامران ہے پیارے
پیارے احمد کا ہے تو ”لختِ جگر“	احمدیوں کی جان ہے پیارے
”حسن و احسان میں“ نظیر مسیح	”روح حق“ بیگمان ہے پیارے
تیر جس کا خطا نہیں جاتا	وہ تیری ہی کمان ہے پیارے
صاحبِ عزم اور ”فضل عمر“	تو امامِ زمان ہے پیارے
بالیقیں تو ہے ”مصلح موعود“	برگزیدہ جوان ہے پیارے
جس پہ انوارِ حق برستے ہیں	وہ ترا ہی مکان ہے پیارے
جس کا ایک ایک لفظ گوہر ہے	وہ تری ہی زبان ہے پیارے

ہر قدم پر تجھے ترقی ہے	صدق کا یہ نشان ہے پیارے
دشمن دیں کی بات کا کیا ڈر؟	حق ترا ہمزبان ہے پیارے
ہاتھ تیرے "کلید فتح و ظفر"	تو بڑا کامران ہے پیارے
تری باتیں خدا کی باتیں ہیں	حق کا تو ترجمان ہے پیارے
ساری دنیا کا جو بنا مرکز	وہ یہی قادیان ہے پیارے
ہے زمیں اپنی احمدی ہیں ہم	اپنا ہی آسمان ہے پیارے
احمدیت جہاں پہ چھا جائے	حکم رب جہان ہے پیارے
وعدہ "حان ان تعان" ہے	یہ خدا کی زبان ہے پیارے
ہم غریبوں کا ہے خدا حامی	ہم پہ وہ مہربان ہے پیارے
تیرا خادم ہوں صدقِ دل سے میں	اور فدا تجھ پہ جان ہے پیارے

(الفضل 11 نومبر 1937ء صفحہ 2)

محمود حق پر طعنہ زنی کا انجام

اک داستان عہد گزشتہ ہے طور کی	ہر دل پہ پڑ رہی ہے جھلک تیرے نور کی
تاکیدِ ضبط عشق ہے ہر روز نت نئی	بنتی نہیں ہے بات دل ناصبور کی
دو چار ہاتھ چل کے ابھی تھک کے رہ گئے	اے دل! ہے صبر شرط کہ منزل ہی دور کی
محمود حق پہ طعن! زبان اپنی تھام لے!!	اے شیخ! بات کر کوئی عقل و شعور کی
"ممسوح" جس کو حق نے کیا "ہاتھ سے"	اور صاف کہہ دیا تھا کہ آمد ہے نور کی
وہ جس کے ہر عمل پہ ملائک کو رشک ہے	اللہ نے نوازا بدی اس سے دور کی

وہ جس کی ذات ہے ہمیں سرمایہ حیات	جس کا ''ظہور'' خبر تھی حق کے ظہور کی
وہ جس نے ہم کو جامۂ عشق خدا دیا	اور چاک چاک کر دی ردا کفر و زُور کی
وہ جسکے نفخِ قدس نے مردے جلا دیئے	ہے جس سے زندگی ''براہیمی طیور'' کی
ہے جس کی ذات جاذب فضل خدائے پاک	رحمت ہے اس پہ ہر گھڑی رب غفور کی
وہ جس نے ہم کو جامِ سے عشق حق دیا	دنیا میں چاشنی دی ''شراب طہور'' کی
اس ذات حق شناس پر طعنہ زنی؟ ستم	غیرت کرے گی کام خدائے غیور کی
محمود حق کا کچھ نہیں بگڑا۔ مگر اے شیخ!	تو نے خراب عاقبت اپنی ضرور کی

(الفضل 31 اگست 1937 صفحہ 2)

دبا سکتا نہیں ہرگز صدائے قادیاں کوئی

قرینِ ماہ دیکھے تو نشانِ کہکشاں کوئی	دیارِ حسن میں اترا ہوا ہے کارواں کوئی
یقیناً احمدی کا قافلہ منزل پہ پہونچے گا	نہیں محمود سا دنیا میں میرِ کارواں کوئی
زمین قادیان سے حق کی جو آواز اٹھی ہے	دبا سکتا نہیں اب اس کو زیرِ آسماں کوئی
ہمیشہ احمدیت کے عُدو نے مونہہ کی کھائی ہے	جو ہمت ہو تو اب بھی اس کا کرے امتحان کوئی
مسیح قادیان کے نام لیوا بڑھتے جاتے ہیں	نہیں باقی مگر شیخ بٹالہ کا نشاں کوئی
نہیں مٹتا کبھی وہ اہل دنیا کے مٹانے سے	مرے ہمدم! نہیں اس کے سوا حق کا نشاں کوئی
غلامِ احمد مرسل کا ہر دم بول بالا ہے	سدا تائید حق کا دیکھ لے دریا رواں کوئی
برائے دشمناں قہری تجلی زیرِ داماں ہے	دبا سکتا نہیں ہرگز صدائے قادیاں کوئی
عدو کی فحش گوئی سے ہوا جاتا ہے دل زخمی	ہلا دے کیوں نہ نالوں سے زمین و آسمان کوئی

عجب کیا گر دل مہتاب غم سے پارہ پارہ ہے	رہا ہے رات بھر خادم نوا سنج فغاں کوئی

(الفضل 2 جون 1938ء صفحہ 2)

حضرت امیر المومنین کی وصیت

اے میرے آقا! اے مرے دلدار	مال و اولاد و جان تجھ پہ نثار
بالیقین تو ہے مصلح موعود	تجھ سے وابستہ قوموں کی ہے سدہار
حسن و احسان میں نظیر مسیح	مثلِ یوسف ہو دلبر و دلدار
عدل و انصاف میں ہو ''فضل عمر''	عزم و جرات میں حیدر کرار
''ولیم کانکرر'' کا تجھ کو لقب	''عبد مکرم'' بھی اور ''برق آثار
بہر تقوم ملت بیضاء	بہرِ تخریب فتنہ کفار
منتظر ہے ترے اشارے کا	احمدیت کا لشکر جرار
اہل تقویٰ و اہل حق کے لئے	ہے زبان تیری ابر گوہر بار
بہر اعدائے ملت احمد	ہے قلم تیرا تیغ جوہر دار
قلب تیرا ہے مہبط الہام	تیری پیشانی مطلع انوار
تیری خوشنودی حق کی خوشنودی	تیری ناراضگی دلیل تبار
تیرے انوار کی نہیں تعدیل	تیرے اوصاف کا نہیں ہے شمار
موجزن آج تیرے دل میں ہے	علم قرآں کا قلزم زخار
اہل ایمان کا آج تو رہبر	اہل تقویٰ کا آج تو سردار
اہل دیں کا ہے آج تو مأمن	اہل قرآن کا آج تو ہے حصار

ہے تری ذات، مرکز امید	قوم کی زندگی کا تجھ پہ مدار
اتنی جلدی ہے یہ سفر کیسا؟	آپ جس کے لئے ہوئے تیار
آپ تیار ہی سہی لیکن	قوم اس کے لئے نہیں تیار
ہم ابھی تک ہوئے نہیں آقا!	روشناس ثوابت و تیار
تیرے بن شان احمدی کیسی؟	تیرے بن کیسی کفر پر یلغار؟
قوم کا بوجھ کون اٹھائے گا؟	کون ہو گا غریبوں کا غمخوار؟
دین احمد کے غم میں گھل گھل کر	کون برسوں رہے گا شب بیدار؟
کس سے ہم جا کے مشورے لیں گے؟	کس سے سیکھیں گے دین کے اسرار؟
آنے والے فتن کی دے کے خبر	کون رکھے گا قوم کو بیدار؟
ختم کس کی دعا سے پھر ہو گی	اہل یورپ کی جنگ اور پیکار؟
اور کس کی دعا سے ٹوٹے گی	ہٹلر ظلم کیش کی تلوار؟
الغرض کون تیرے بن ہو گا	باعث رونق گل و گلزار؟
گو یہ سچ ہے کہ دار فانی سے	ایک دن جانا، سب کو ہے ناچار
لیک ارشاد یَنۡفَعُ النَّاسَ	پڑھ کے آتا ہے میرے دل کو قرار
دل سے میرے نکلتی ہے یہ دعا	رحمتیں حق کی تجھ پہ لاکھوں ہزار
ہمنوا میرا اس دعا میں ہے	قلب خادم، غلام کار گزار
تم سلامت رہو ہزار برس	ہر برس کے ہوں دن پچاس ہزار

(آمین)

آہ! حضرت علامہ حافظ روشن علیؓ صاحب مغفور مرحوم

ہر طرف ہی آج کیوں رنج والم کا ہی سماں؟	آج کیوں تاریک ہو نظروں میں یہ سارا جہاں؟
کس کی فرقت کا ہے غم ہر اک کے سینہ میں نہاں؟	کیوں ہماری بے کسی پر رو رہا ہے آسماں؟
آہ! کیوں آتے نہیں ہم کو نظر روشن علی؟	ایک پل میں چل دیئے ہائے کدھر روشن علی؟
ائے علمبرار وحدت! حامیٔ دین متین!	اے سراپا علم! تلمیذِ رشید نورِ دینؓ
ایکہ تو تھا مہبطِ انوار رب العالمین!	ایکہ تو تھا مشعلِ علم و ہدایت بہر دیں
آج تیری موت نے سب کو پریشان کر دیا	حرف حرف آرزو حسرت کا دیواں کر دیا
پیارے حافظ جی! ہے فرقت سخت ہم کو ناگوار	ملت موعود مرسل اس لئے ہے سوگوار
چشم ہر اہل بصیرت ہوگئی ہے اشکبار	جوشِ وحشت سے میں کہ نیک ہوں دامن تار تار
جارہے ہیں آپ ہم سے کس لئے منہ موڑ کر؟	اس قدر احباب کے حلقے کو گریاں چھوڑ کر
یاد وہ دن جبکہ ہم رہتے تھے سب شیر و شکر	اور مقصد کچھ نہ جز تبلیغ تھا مدّ نظر
یعنی دنیائے ہمم کا ایک ہی تھا بحر و بر	بلبلیں محو ترنم گرد گل تھیں بے خطر
کر دیا تم کو پریشان گردش ایام نے	کر لیا گم دامنِ ظلمت میں ونکو شام نے
یاد ہیں تم کو عنادل کی ترنم ریزیاں	اور مرغانِ چمن کی ہر طرف نو خیزیاں
شبکہ برگ گل پہ شبنم کی تھیں عنبر ریزیان	بہرِ استیصالِ غم بادِ صبا کی تیزیاں
ایک جھونکے میں فنا بادِ خزاں نے کر دیا	آپ کو ہم سے جدا اس آسماں نے کر دیا
وہ تری طرزِ ادا رنگین بیانی یاد ہے	وہ ترا تقوی تری قرآن دانی یاد ہے
جلسۂ سالانہ پر شیریں بیانی یاد ہے	یاد ہے ''اسلام کے لیڈر'' کے ثانی! یاد ہے

آہ ! اب تو خواب کا عالم ہو آتا ہے نظر	تیری شمعِ زندگی کا آگیا وقتِ سحر
ہاں مگر جانا بھی ہے پھر ہم سے ملنے کی دلیل	یعنی اگلی زندگی ہو گی پہنچنے کی دلیل
جذب پانی ہے زمیں سے پھر نکلنے کی دلیل	اور ہونا بند غنچے کا ہی کھلنے کی دلیل

شرط یہ ہے کہ دعا کرنا ہمارے واسطے
سلسبیلِ موت میں بہنا ہمارے واسطے

(الفضل قادیان 23 جولائی 1929ء صفحہ 2)

آ گیا وقت سحر تو شمع بجھ کر ہی رہی

عشق پر لطف و عنایت کی فراوانی ہوئی	وصل کی شب اس لئے عاشق کو حیرانی ہوئی
رنگ گل آیا نظر خون شہیداں ھجر میں	بلبلوں کی نغمہ خوانی مرثیہ خوانی ہوئی
داغ بن کر چاند کے رخ پر نمایاں ہو گئی	بعد مرنے کے مرے ہر آہ لافانی ہوئی
تیری محفل میں ترا دیوانہ بھی ہو غیر بھی	بزم آرائی تو کیا یہ فتنہ سامانی ہوئی
کر دیا عہد جوانی تیرے وعدے پر نثار	یہ ہے نادانی تو سچ ہے مجھ سے نادانی ہوئی
یونہی بے تمہید کہہ دینی تھی ان سے نامہ بر	میرے مرنے کی خبر وجہ پریشانی ہوئی
آ گیا وقت سحر تو شمع بجھ کر ہی رہی!	رات بھر بے سود پروانوں کی قربانی ہوئی

خانہ ویران خادم میں ہوا مہماں جو عشق
لخت دل خون جگر سے اس کی مہمانی ہوئی

جہاں میں احمدیت کامیاب وکامراں ہوگی

خدائے بے مثال و بے چگوں کی ہے قسم مجھ کو
خدائے واقفِ رازِ دروں کی ہے قسم مجھ کو
قسم مجھ کو خدائے پاک کی شانِ جلال کی
قسم ہے مجھ کو ربّ کعبہ کی درگاہِ عالی کی
قسم مجھ کو زمین پر بارشیں برسانے والے کی
ردائے نیلگوں افلاک کو پہنانے والے کی
قسم مجھ کو خدائے پاک و برتر کی خدائی کی
قسم مجھ کو الہ العالمین کی کبریائی کی
قسم اس ذات کی جس نے محمدؐ کو کیا پیدا
قسم اس ذات کی جس نے ہمیں اس کا کیا شیدا
قسم اس ذات کی جس نے قمر کو نور بخشا ہے
قسم اس ذات کی جو بے بدل ہے اور یکتا ہے
قسم نرگس کو متوالی نگاہیں دینے والے کی
قسم عشاق کے دل میں محبت بھرنے والے کی
رخِ خوبانِ عالم کو منور کرنے والے کی
قسم ہے اس عزیز و غالب و مختار ہستی کی
ہے جس کے ہاتھ میں ہر شے بلندی اور پستی کی
جہاں میں دیکھ لینا احمدیت پھیل جائے گی

مسیحا کے عدو کی فوج رسوائی اٹھائے گی
یقیناً لشکرِ شیطان شکستِ فاش کھائے گا
علَم اسلام کا سارے جہاں پر لہلہائے گا
ہماری فتح کا نقارہ بجتا کو بکو ہو گا
مرے محمود کا شہرہ جہاں میں چار سو ہو گا
اسیرانِ جہاں کی رستگاری بالیقین ہو گی
مفاسد سے سراسر پاک یہ ساری زمین ہو گی
صداقت میرے آقا کی زمانے پر عیاں ہو گی
جہاں میں احمدیت کامیاب و کامراں ہو گی
مدد انصارِ دیں کی آسماں سے بے گماں ہو گی
عدوانِ محمدؐ کو سزا عبرت نشاں ہو گی
خدا خود جبر و استبداد کو برباد کر دے گا
وہ ہر سو احمدی ہی احمدی آباد کر دے گا
وہ منظر کس قدر خادم مسرت آفریں ہو گا
زمانے پر مسلط جب مرے آقا کا دیں ہو گا

(الفضل 3 جولائی 1936ء صفحہ 5)

خدا ہمارے ساتھ ہے

اے احمدی! خدا کا فضل آ رہا ہے جوش میں	اور اس کا قہر منکروں کو لا رہا ہے ہوش میں
طاغوتی لشکروں میں ایک جوش اور خروش ہے	مصیبتوں کے زیر بار احمدی کا دوش ہے
خدا کا ایک مرد اس کے حکم سے کھڑا ہوا	بدی کی مملکت میں ایک تہلکہ بپا ہوا
جھوٹ، مکر، دجل، زور، ظلم اور جور سے	وہ تنگ کر رہے ہیں احمدی کو طَور طَور سے
وہ جن کو ادعا تھا اپنے عدل اور انصاف کا	ہوا ہے راز فاش ان کی لاف اور گزاف کا
وہ جن کے لئے تم نے اپنے خوں بھی بہا دیئے	اور جن کی تقویت کے لئے مال و زر لٹا دیئے
وہ آج اپنے دشمنوں کا آپ راز دار ہے	خلاف فعل اس کا ہر اک قول اور قرار ہے
خدا کی راہ میں یہ سب مصیبتیں ہیں رحمتیں	خدا نے دی ہیں صبر کرنے والوں کو بشارتیں
ہے دشمنوں کے پاس قوت اور زود مال بھی	وہ چل رہے ہیں گہری مزوّرانہ چال بھی
اٹھاتا ہر کوئی اگرچہ آج ہم پہ ہاتھ ہے	مگر اے احمدی! نہ ڈر خدا ہمارے ساتھ ہے
وہی خدا ہلاک جس نے کر دیا نمرود کو	اور کامیاب کر دیا جالوت پر داؤد کو
وہی کہ جس نے لشکرِ فرعون غرق کر دیا	اور ایک پل میں جھوٹ اور سچ میں فرق کر دیا
وہی کہ جس کے سامنے ہیں کانپتے افلاک بھی	کیا تھا جس نے قیصر و کسریٰ کو زیر خاک بھی
ہاں جس نے اپنے نوحؑ کی تائید کی طوفان سے	اور قومِ لوطؑ پر اتاری آگ آسمان سے
اس کی ذات کی قسم! وہ اب ہمارے ساتھ ہے	اب احمدی کی پشت پر اس خدا کا ہاتھ ہے

وہ احمدی کے واسطے دکھائے گا تجلیاں
اور خاک میں ملائے گا احرار کی تو میاں

(الفضل 7 جولائی 1935ء صفحہ 3)

خداکے آستانہ پرگرو۔ترسجدہ گاہ کردو

خدا کی راہ میں ہر احمدی قرباں نہ ہو جب تک
وہ سب ساماں لٹا کر بے سرو ساماں نہ ہو جبتک
صداقت دعویٔ الفت کی ثابت ہونہیں ہوسکتی
کہ اپنا چین اور آرام بھی قربان نہ ہو جب تک
فدا کر دو خدا کے دین پر ہر دولت و عزت
نصیبِ دشمناں رسوائی و خذلاں نہ ہو جب تک
نہیں ممکن حصول کامرانی دہر میں پیارو
دلوں میں عشق مولیٰ ہاتھ میں قرآن نہ ہو جب تک
خدا کے آستانہ پر گرو۔ تر سجدہ گاہ کردو
سراپا غرق دریائے فنا شیطاں نہ ہو جب تک
جہاں کو چاہے گرمانا ۔تو دل میں سوز پیدا کر
جلے پروانہ کیونکر۔شمع خودسوزاں نہ ہو جب تک
شجر کیونکر ثمر ور، خوشنما، خوش رنگ ہوں پیدا
فنا ہونے کو دانہ خاک میں پنہاں نہ ہو جبتک
بنے گلزار کفر و شرک کا آتشکدہ کیونکر؟
ہمارے دل میں ابراہیمؑ کا ایمان نہ ہو جب تک
بھلا کیونکر کھلیں اہلِ نظر پر حُسن کے جوہر ؟

سرِ بازار عالم یوسفؑ کنعاں نہ ہو جب تک
ہو کیونکر غرق استبداد اور جبروت کا بیڑا ؟
پئے فرعون کوئی موسیٰ عمراں نہ ہو جب تک
مٹے نصرانیت اور غلبۂ اسلام ہو کیسے؟
مثیل ابن مریم خادم قرآن نہ ہو جب تک
سر منزل کسی کا قافلہ پہونچے نہیں ممکن
امیرِ کارواں محمود سا انساں نہ ہو جب تک
نہ چھوڑیں گے کبھی باطل کی ہم پردہ دری خادم
جہاں کے روبرو شیطان بھی عریاں نہ ہو جب تک

(الفضل 21 اپریل 1936ء صفحہ 2)

حاجت نہیں رہی ہمیں آبِ حیات کی

سب ایک ہیں برہمن وشودر، سیہ، سفید	اسلام میں تمیز نہیں ذات پات کی
مشرق سے آفتابِ صداقت ہوا طلوع	تاریکی چھٹ گئی ہے ضلالت کی رات کی
نشر صحف ہے آمد مہدی کا اک نشاں	کھائی قسم خدا نے قلم اور دوات کی
لب آشنا ہیں حبّ مسیحا کے جام سے	حاجت نہیں رہی ہمیں آبِ حیات کی
کہتے ہیں آہ ! وحیٔ نبوت کو ممتنع	کرتے ہیں حدو بست خدا کی صفات کی
لیکھو کی موت صدق مسیح پر گواہ ہے	پنڈت جی! اس میں بات نہیں پکشپات کی

پروانہ زلف لیلی شب پر نثار ہے
لڑتا ہے شمع سے کہ وہ قاتل ہے رات کی

(الفضل 8 دسمبر 1932ء)

ذرا ہونے دو اہل دل کی آہوں میں اثر پیدا

خدا کا فضل ہم پر ابرِ نیساں بن کے برسے گا	تو بحرِ احمدیت میں بہت ہونگے گہر پیدا
وہ بچہ جو اکیلا رہ گیا تھا آشیانہ میں !	بحمد اللہ اس کے ہو رہے ہیں بال و پر پیدا
خدا اس عسر کو بھی یُسر کی صورت بدل دیگا	یہ احراری ہمارے ہی لئے کرتے ہیں شر پیدا
خس و خاشاکِ غیر اللہ کو یکسر جلا دے گا	ذرا ہونے دو اہل دل کی آہوں میں اثر پیدا
جہاں میں خشک منطق سے تو دل بدلا نہیں کرتے	زمانہ میں تغیر کرتی ہیں چشمان تر پیدا
خدا کی بات کا ان بدنصیبوں پر اثر کیا ہو؟	جنہیں حق نے کیا روزِ ازل سے گورو کر پیدا

ہم اپنا خوں بہا کو راہِ حق میں سرخرو ہونگے	''کہ خونِ صد ہزار انجم سے ہوتی ہے سحر پیدا
خدائی باغباں نے جس شجر کا بیج بویا تھا	خدا کے فضل سے اس میں ہوئے شیریں ثمر پیدا
تجھے آتش کے شعلوں میں بھی جنت ہی نظر آئے	یہ خواہش ہے۔ اگر تو کر براہیمی نظر پیدا
خدا کے بندے سولی چڑھ کے بھی زندہ اترتے ہیں	دعا میں کر مسیحِ ابن مریم کا اثر پیدا
اسیرانِ جہاں کو ہر بلائے غم سے آزادی	دلانے کیلئے حق نے کیا فضلِ عمر پیدا

وجود اپنا مٹانے گر نہ دانہ خاک میں مل کر

کبھی خادم گلستان میں نہ ہوں گلہائے تر پیدا

(الفضل 30 اپریل 1935ء صفحہ 2)

نقاش خفاش

چاہیے اللہ سے نقاش شرمایا کرے	اور محمود خدا کے یوں نہ منہ آیا کرے
چاہتا ہے گلشن اسلام ہو بے برگ و بر	اور کھیتی کفر کی سرسبز لہرایا کرے
کیا ہوا اسلام میں گر خودکشی ممنوع ہے	حق پہنچتا ہے اسے گاندھی کے گن گایا کرے
گوہر اسلام کو پاؤں کے نیچے روند کر	کفر کے پتھر کو صیقل کر کے چمکایا کرے
باپ بے کھٹکے پیے کہتے ہوئے "ھل من مزید"	اور اختر اپنے گھر میں ناچ نچوایا کرے
دشمن شان محمد اپنے غنڈے بھیج کر	جلسہ سیرت میں ان سے شور ڈلوایا کرے
کچھ ٹکے کشمیر کے راجہ سے لے کر وہ بے دھڑک	اس کے انصاف ورواداری کے گن گایا کرے
خود کو دلی میں رسول اللہ سے تشبیہ دے	اور مسلمانوں کو طائف والے ٹھہرایا کرے
بن کے وہ لیڈر مسلمانوں کا سب کے روبرو	ان سے دلی میں تڑاتڑ............کھایا کرے
گر نہ ہو کافی خلافت اور امان اللہ فنڈ	تیرب (مٹی) گور شہیداں بیچ کر کھایا کرے

اپنے جالندھر کے لیکچر میں حوالہ دے غلط	اور طلب کرنے پر وہ رہ رہ کے جھلایا کرے
جس نے اپنے باپ کی داڑھی کو نوچا کیا عجب	گر وہ اَب بیٹے کے ہاتھوں اپنی نچوایا کرے
دلی دروازہ کے باہر شمس کی تقریریں	بھیج کر اپنے لفنگے ناچ نچوایا کرے
گلشن اسلام کے پھولوں کی پھیلے گی مہک	وہ تعفن کفر کی ہر سمت پھیلایا کرے
لے کے اپنے ہاتھ میں وہ بدزبانی کی کدال	قصر تہذیب وشرافت بے دھڑک ڈھایا کرے
کہتا ہے ''مرقص'' غزل کس قدر جاہل ہے وہ	اپنی بے علمی پہ جتنا چاہے اترایا کرے

طبلے سارنگی سے اپنی پھسپھسی غزلوں کے ساتھ
میرے اشعار ''مرقص'' ناچ کر گایا کرے

(فاروق قادیان مورخہ 7 دسمبر 1932ء جلد 17 نمبر 33)

اے ساقی

بزم عشرت میں تیرا فیض ہو عام اے ساقی	تیرے ہر مست کے ہونٹوں پہ ہو جام اے ساقی
لٹ چکے عقل وخرد ہوش وحواس و تمکین	آج توبہ کا بھی ہو قصہ تمام اے ساقی
پی چکے رند ہوئی جاتی ہے مینا خالی!	آئے اب میری طرف گردش جام اے ساقی
ہو چکی دید، ملے اذن شکستِ توبہ	عید کے بعد بھی کیا ماہ صیام ہے اے ساقی
تو پلاتے نہ تھکے اور میں پیتے نہ تھکوں	زندگی کا ہو یونہی دور تمام اے ساقی
گر نہ اب باقی رہے ساغر و مینا نہ رہے	ایک ہی جام میں ہے لطف ودوام اے ساقی

داخلِ خلد بریں ہے جو تیری بزم میں ہے
میں ہوں جنت میں نہیں مجھ پر حرام اے ساقی

(لاہور 11 مئی 2003ء صفحہ 6)

عجب اندازِ زندگانی

الم انگیز آہیں سسکیاں سوزِ نہانی ہے	بہت پُر دردا ے ہمدم کے دل کی کہانی ہے
عدو حق ہے محو فتنہ انگزی شرارت سے	بھرا ہے بغض دل میں اور ہر دم شر فشانی ہے
نظیر حسن و احسان مسیحا سے عداوت ہے	مسیح پاک کے ''لختِ جگر'' پر بدگمانی ہے
ہیں پیغامی و مصری اور ان کے ساتھ احراری	خدا کی شان آپس میں انہیں ربطِ نہانی ہے
عقائد مختلف ہیں پھر بھی ہیں سب ''ملۃ واحد''	انہیں مقصود توہین مسیح قادیانی ہے
''امیر الفاسقین' بھڑکا رہا ہے آگ کے شعلے	بظاہر گرچہ شیخ مصر اس فتنہ کا بانی ہے
ادھر ہیں مستعد افواج باطل سینہ زوری پر	ادھر سینہ سپر پسرِ مسیح قادیانی ہے
مدینے کے منافق جس طرح کرتے تھے منصوبے	طریقِ شیخ مصری بھی اسی کا نقش ثانی ہے
عدو کی فحش گوئی سے پھٹا جاتا ہے دل اپنا	مرے آقا کا لیکن مجھ کو ''حکم بے زبانی'' ہے
بندھے ہیں ہاتھ دل زخمی لبوں پر مہر خاموشی	عجب انداز کی مولیٰ! ہماری زندگانی ہے
سرِ عرشِ بریں سے بھی یہ آگے نکلی جاتی ہے	نہ جانے آج آہِ دل نے کس منزل کی ٹھانی ہے
گل حسرت ہیں داغِ دل، ہوئے سرد، آہوں کی	شبِ فرقت میں بھی خادم فضائے دل سہانی ہے

(الفضل 9 ستمبر 1937ء صفحہ 2)

BIOGRAPHY

HAZRAT ABDUL RAHMAN KHADIM SAHIB

تعارف مصنّف

رانا عبدالرزاق خان

پیدائش۔ 13 اپریل 1951۔ چک نمبر 2TDA ضلع خوشاب۔

تعلیم۔میٹرک، ایف اے تعلیم الاسلام سکول وکالج ربوہ۔۔بی اے پنجاب یونیورسٹی لاہور

1972. ملازمت۔۔سپروائزر۔پیکیجز بورڈ ملز لاہور۔زعیم۔خدام الاحمدیہ حلقہ جنرل ہسپتال قیادت ماڈل ٹاؤن لاہور

1975 بحرین عربین گلف روانگی بطور ایگریکلچر اسسٹنٹ بحرین۔وہاں نوسال سیکٹری مال جماعت کام کی توفیق ملی۔

شادی 28 نومبر 1977 ربوہ۔۔سسر چچا جان ناصر احمد بہادر شیر افسر حفاظت خاص۔۔شمولیت حضرت خلیفة المسیح الثالث رحمہ اللہ

1984 میں والد صاحب کی وفات پر تقرری نمبردار چک نمبر 2TDA ضلع خوشاب۔

1985 قائد خدام الاحمدیہ ضلع خوشاب۔1989 صدر جماعت احمدیہ چک نمبر 2TDA ضلع خوشاب مسلسل 2005 تک صدر رہے۔16 سال۔

1995۔ناظم مجلس انصاراللہ ضلع خوشاب وشمولیت ممبر شوریٰ مرکزیہ۔سیکٹری دعوت الی اللہ ضلع خوشاب 1997۔۔ذیابیطس کی بیماری لگی۔

2001۔انتخاب بطور امیر ضلع خوشاب۔ 2005۔روانگی لندن۔رضا کارانہ خدمت شعبہ عمومی مجلس انصاراللہ مرکزیہ عرصہ دس سال۔

2009 مجلس شعروسخن کا قیام بوساطت محترم مبارک صدیقی صاحب

2010۔کالم نگاری یوکے ٹائمز۔۔۔ایڈیٹر گوشہ ادب یوکے ٹائمز۔۔۔اخبار احمدیہ یوکے کے ادارتی بورڈ میں شمولیت۔جوکہ آج تک ہے۔

2012۔ معاون صدر TICOSA UK 2013۔قندیل ادب انٹرنیشنل کا اجرا جنوری سے شروع۔

2014۔سیکرٹری تجنید TICOSA UK ساری تجنید مرتب کی۔رسالہ قندیل حق کا جنوری 2018 میں اجرا کیا۔

2015۔جنرل سیکرٹری TICOSA UK مشاعرے اور دورہ جات کروائے۔

2017۔جنرل سیکرٹری TICOSA UK۔دوکتب کی اشاعت۔قندیل حق 500 صفحات۔قندیل علم۔506 صفحات

2018۔تیسری کتاب کی اشاعت ہوئی۔دانشکدہ عظیم 600 صفحات۔ایک دینی میگزین، قندیل حق سہ ماہی شروع کیا گیا۔

2020۔چوتھی کتاب کی اشاعت۔۔سپوت ایشیا۔630 صفحات 2022۔پانچویں کتاب۔تاریخ کا ٹھگڑھ 500۔صفحات

2023۔چھٹی کتاب بہادر شیر مرحوم۔صفحات 100۔ساتویں کتاب نافلہ مہدی ایم ایم احمد صاحب۔قندیل ادب انٹرنیشنل کے دس سال مکمل۔

آٹھویں کتاب مجموعہ کلام (قندیل صحرائی) کے نام سے شائع ہونے کو تیار ہے۔

اس عرصہ میں رانا عبدالرزاق خاں نے تین صد سے زائد مشاعرے کروائے۔جس میں ہزاروں شعراء نے شمولت کی۔زوم پر بھی مشاعرے کروائے گئے۔

2023 نویں کتاب... موسیقارِ دربارِ خلافت ثاقب زیروی کی سوانح تحریر کی۔دسویں کتاب قائداعظم کا دستِ راست۔۔چوہدری سر ظفراللہ خاں کے متعلق بھی تیار کر رہے ہیں جوکہ آخری مراحل میں ہے۔۔۔نیز قندیلِ حق کے 24 رسالے نکال چکے ہیں۔

Written by:

Rana Abdul Razzaq Khan, London